رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

زیر ادارت
خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی
مسلم مشنری
مولوی صدر الدین بی اے - بی ٹی

قیمت سالانہ تین روپے

یہ کار ثواب ہے کہ آپ ان رسالجات کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمد بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے اخراجات کی ذمہ وار ہو سکتی ہے۔

جلد (۶) بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۲۰ء نمبر (۲)

فہرست مضامین

ضروری اعلان

تمام ترسیل زر متعلقہ رسالہ ہذا و اسلامک ریویو بنام فنانشل سکرٹری
اشاعت اسلام بلاد غیر و ووکنگ مشن اور باقی کُل خط و کتابت بنام مینیجر
رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور ہونی چاہئیے +

مینیجر رسالہ اشاعت اسلام

زکوٰۃ و صدقات کا بہترین مصرف

از روئے تعلیم قرآن اشاعت اسلام ہی بہترین مصرف زکوٰۃ و صدقات کا ہے۔ اگر آپ صرف
رقم زکوٰۃ کو ان رسالوں کی مفت تقسیم پر یا اس اسلامی مشن کی دیگر ضروریات پر خرچ کریں
تو آپ اپنے فرض سے سبکدوش ہونگے + مینیجر

اسلام کی سخت احتیاج

اس وقت یہ ہے کہ اسکی اصل تعلیم کو بلاد غربیہ کے کونوں میں پہنچایا جاوے اور اسکے چہرے پر سے ان بدنما
داغوں کو دور کیا جاوے جو پادریوں کی افترا کا نتیجہ ہے مسلمانوں ہماری اس کام میں مدد کرو + مینیجر

ترجمۂ اردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریۂ لندن

جلد (۶) بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۲۰ء نمبر (۲)

شذرات

خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ مسجد ووکنگ کے خطبوں اور لیکچروں میں حاضرین کی تعداد اچھی خاصی ہوتی رہی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے عقیدے لوگوں کے دلوں میں جڑیں پکڑتے جاتے ہیں۔ اور کیوں نہ ایسا ہو۔ جبکہ اسلام کی تعلیم ایسی سیدھی سادھی اور عین فطرت انسانی کے موافق ہے۔ اسلام اللہ تعالےٰ کی وحدانیت منوانے آیا ہے۔ یعنے اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں اور تمام قوموں۔ کیا یورپین اور کیا ہندوستانی اور کیا افریقی غرضیکہ تمام کا رب اور خالق ہے۔ اور وہ وحدہ لاشریک ہے۔ قرآن مجید نے کئی جگہ فرمایا ہے کہ کائناتِ عالم کی غرض اور مقصد ایک ہی ہے۔ اور اس سے خیال ہوتا ہے کہ اس سب کی باگ بھی ضرور ایک ہی بڑی عظیم الشان ہستی کے ہاتھ میں ہوگی۔ اور وہ اللہ تعالیٰ ہے۔ اگر ایک سے زیادہ خدا ہوتے تو دُنیا میں ابتری اور بے امنی ہی قائم رہتی۔ اگر ایک خدا سُورج کو مشرق سے طلوع کرتا ہے اور مغرب میں غروب کرتا ہے۔ تو دوسرا خدا ضرور اس کو مغرب سے طلوع کرتا اور

مشرق میں عروب ہر ایک اپنی اپنی طاقت وقدرت کو منوانے کی کوشش کرتا۔ اور ایک دوسرے کے کام میں روڑا اٹکاتا۔ خدا کی وحدانیت منوانے میں اسلام کی ایک اور غرض نہاں ہے اور وہ تمام قوموں کو ایک رشتۂ اخوت میں منسلک کرنا ہے۔ ایک مسلمان کے دل میں قومی فخر اور بیجا حمایت کبھی داخل نہیں ہوتی۔ امتیاز رنگ وقومیت اس کے خیالات پر کوئی اثر نہیں کرسکتا ہے۔ بلکہ فراخ دلی اور عالمگیر ہمدردی اس کا شیوہ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی دفعہ اس بات پر زور دیا ہے کہ اسلام دو چیزوں پر مشتمل ہے (۱) اللہ تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک ماننا۔ اور اس کے احکام کی فرمانبرداری کرنا (۲) اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر شفقت اور مہربانی کرنا۔ یہ عملی عقیدہ تمام دُنیا کی بھلائی اور بہبودی کو اپنے اندر لے لیتا ہے۔ اور جب تک کہ دُنیا اور یہ کائنات عالم قائم ہے تب تک یہ زریں اصُول چمکتے رہینگے۔ اور لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف کھینچتے رہینگے۔ چنانچہ ابھی ہم یہ دیکھتے ہیں۔ کہ انگریز اسلام کی طرف کھچے چلے آرہے ہیں عیسائیت کا قبضہ ان کے دلوں سے اُٹھتا جاتا ہے۔ اسلام ایک مذہب ہے جو ان کے دل کو اپیل کرتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ کوئی نئی بات نہیں سکھلاتا۔ بلکہ ان کو عین فطرت کے مطابق چلاتا ہے عیسائی صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ہی ایمان لانا ضروری سمجھتے ہیں۔ اور یہودی صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام پر۔ مگر اسلام نے تمام انبیاء کرام پر ایمان لانا ضروری قرار دیا ہے۔ اور یہی دل کو بھلا بھی معلوم ہوتا ہے۔

لفٹننٹ جوزف عبداللہ جن کے دو خطوط اور مختصر حالات پچھلے رسالوں میں لکھے جاچکے ہیں۔ آجکل مسجد ووکنگ میں باقاعدہ تشریف لاتے ہیں لندن پہنچنے کے دوسرے دن وہ ووکنگ اپنے بھائیوں سے ملنے کو تشریف لائے۔ اور دل میں اسلام کی محبت کا ایک جوش لے کر آئے۔ اور یہ بات معلوم کرکے دل کو نہایت خوشی حاصل ہوتی ہے۔ کہ ان کو مذہب اسلام سے اتنی واقفیت ہوگئی ہے۔ اور ان کو اس کا اتنا شوق ہے کہ وہ ایک نہایت عمدہ مسلم مشنری بن سکتے ہیں۔ اور اب بھی وہ کامل جوش محبت عقلمندی سے اسلام کی تبلیغ کرتے رہتے ہیں۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اسلام کی کامل واقفیت حاصل کرنے کی توفیق دے۔ اور ساتھ ہی اسلام کی خدمت کرنے کی بھی توفیق عطا

فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ امید ہے کہ عنقریب ہی ہم اُن کی فوٹو ناظرین کے اشتیاق کو پورا کرنے کے لئے شائع کرینگے +

کپتان جلال الدین ڈیوڈسن سے بھی ناظرین کرام واقف ہوگئے ہونگے انکے اسلام لانے کے متعلق پہلے اعلان ہو چکا ہے۔ ان کا فوٹو بھی ہم عنقریب شائع کرینگے۔ وہ خود اپنی زندگی کا ایک مختصر سا خاکہ لکھ رہے ہیں جو کہ بعد میں شائع کیا جائے گا +

اِس رسالے کے ساتھ بھی نماز عید الضحٰی کے موقع کا ایک فوٹو ناظرین کرام کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ امید ہے کہ دیکھ کر محظوظ ہونگے۔ فوٹو میں ریاست بھوپال اور دوسری ریاستوں کے فوجی افسر بھی دکھائی دیتے ہیں جن کے متعلق پہلے لکھا جاچکا ہے

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی صحت میں معتد بہ فرق ہے انشاءاللہ عنقریب آپ پبلک پلیٹ فارم پر آسکیں گے۔ سردست انہوں نے اس حالتِ آرام کو بھی چھوڑ کر مشن کی مالی حالت کی مضبوطی کیلئے مختلف مقاماتِ ہندوستان میں دورہ کرنا شروع کیا ہے۔ پچھلے ماہ ضلع پشاور میں اپنے قدیمی احباب کے بلانے پر گئے۔ جہاں ان کے دوستوں نے ہر طرح ان کی عزت افزائی کی۔ اور ایک معقول رقم چندہ فراہم کر کے دی اس کے متعلق ان کی ایک تحریر صفحہ ۹۴ پر قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں + جن حضرات کے دل میں خدا نے کچھ بھی اسلام کے لئے تڑپ دی ہے۔ ان کو چاہئے کہ خواجہ صاحب کو ہر طرح مدد دیں سب سے بڑھ کر مال اور روپے سے کیونکہ اسکی سخت ضرورت ہے۔ شاید آپ کو علم ہو چکا ہوگا۔ کہ دو ہزار عیسائی مشنری بغرض تبلیغ عیسائیت اسلامی ممالک کیلئے طیار ہو چکے ہیں۔ اور اس سے بھی زیادہ تعداد میں دوسرے اسلامی ممالک میں بھیجے جانے

کے لئے تیار کئے جا رہے ہیں مسلمانوں۔ خدا کیلئے جاگو اب وقت ہے۔ ورنہ پھر پچتاؤگے مگر "پھر پچتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت"۔ ان عیسائی مشنریوں کی مالی امداد پر تو سلطنتوں کی سلطنتیں موجود ہیں۔ مگر ہماری نگاہ اللہ تعالیٰ پر ہے۔ کہ وہ آپ لوگوں کو توفیق دے۔ کہ اب اسلام کے بچانے کی خاطر اٹھ کھڑے ہو۔ اور دنیا کو بہانگ دہل بتلا دو کہ اسلام ہی صرف ایک مذہب ہے جو کہ دنیا میں صلح۔ امن و آشتی کو قائم رکھ سکتا ہے نہ کہ عیسائیت جیسا کہ مسٹر لائڈ جارج نے نئے سال کے پیغام میں اعلان کیا ہے۔ اگر اب بھی شرم نہیں آتی تو ڈوب مرنے کا مقام ہے +

اس سے پچھلے رسالے میں رسالہ اشاعت اسلام اور اسلامک ریویو و مسلم انڈیا (انگریزی) کی توسیع اشاعت کے متعلق اپیل کی گئی تھی۔ مگر افسوس ہے کہ ناظرین کرام نے بہت کم توجہ فرمائی۔ آپ کو توجہ دلانے کے لئے ہم عیسائیوں کی حیرتناک کوششوں کی صرف ایک مثال بیان کرتے ہیں۔ آپ میں سے اکثروں کو علم ہوگا۔ کہ پادری زویمر کی اڈیٹری میں ایک رسالہ بنام مسلم ورلڈ نکلتا ہے جسمیں اسلامی ممالک میں عیسائی مشنریوں کی کوششوں کا ذکر اور اسلام پر حملے کئے جاتے ہیں۔ اسکی سالانہ قیمت دس شلنگ ہے۔ آپ جانتے ہیں اسکی خریداری کتنی ہے۔ نہیں بالکل نہیں۔ ہم بتاتے ہیں۔ اس رسالے کی اشاعت پانچ لاکھ ہے۔ یعنی دوسرے لفظوں میں ڈھائی لاکھ پونڈ سالانہ آمدنی ہے جسمیں سے زیادہ پچاس ہزار پونڈ رسالے کا خرچ نکال لو۔ تو باقی دو لاکھ پونڈ بچتا ہے۔ آپ یہ بھی نہیں جانتے ہیں کہ یہ دو لاکھ پونڈ کہاں صرف ہوتا ہے۔ اگر جانتے ہوتے تو اس طرح ہاتھ پر ہاتھ دھر کر نہ بیٹھے ہوتے۔ یہ دو لاکھ پونڈ اسلامی ممالک میں عیسائیت کی تبلیغ پر خرچ ہوتا ہے۔ اب اپنا اور ان کا مقابلہ کیجئے زمین و آسمان کا فرق ہے۔ یہاں ان دونوں رسالوں کی مجموعہ اشاعت دس ہزار بھی نہیں ہے۔ اب اپنے گریبانوں میں منہ ڈالکر دیکھئے ہم پھر گوشگذار کرتے ہیں۔ کہ یہ اللہ تعالےٰ کے کام ہیں وہی ان کا محافظ ہے اور ان کو کر کے رہیگا۔ مگر بدقسمت ہیں وہ جو

اِس موقع سے فائدہ نہ اُٹھائیں ؎

بمُفت ایں اجرِ نصرت را دہندت اے اخی ورنہ
قضائے آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا

ایک وقت آئیگا کہ آجکل کا ایک پیسہ دیا ہُوا اُس وقت کے ہزار روپے سے بہتر ہوگا۔ اگر مسلم بھائی چاہیں تو ایک اسلامک ریویو کی خریداری بڑھا کر بھی مشن چلا سکتے ہیں۔ کیونکہ اسکا کل منافع اسکے مالک نے اشاعت اسلام کیلئے وقف کردیا ہے +

خواجہ عبد الغنی صاحب وحافظ محمد حسن صاحب بی اے آجکل جنوبی ہند میں دورہ کر رہے ہیں۔ اور اس وقت مدراس میں مقیم ہیں۔ انکی سفر کی غرض فراہمی چندہ وتوسیع اشاعت رسالہ جات ہے۔ اور خدا کے فضل سے ان کو بڑی کامیابی حاصل ہورہی ہے جنوبی ہند کے احباب سے درخواست ہے کہ انکی ہر طرح مدد فرمائیں۔ اور عند اللہ ماجور ہوں +

اس ماہ کے رسالے میں کسی دوسری جگہ اس اشتہار کی نقل دیگئی ہے جو ہمارے مکرم ومحترم جناب ملنگ احمد بادشاہ صاحب بی اے ملک التجار مدراس نے زیرعنوان اشاعت اسلام ٹریکٹ ۱ دیا ہے۔ اس سے بادشاہ صاحب موصوف کے اس دلی محبت کا جو وہ اسلام سے رکھتے ہیں۔ اور اس جوش وتڑپ کا جو انہیں اشاعت اسلام کے لئے ہے ثبوت ملتا ہے وہ اس نیک کام میں شریک ہو کر ثواب دین سے اکیلے ہی حصہ لینا نہیں چاہتے۔ بلکہ ایک پکے مسلمان کی طرح دیگر اپنے بھائیوں کو بھی نیکی کی طرف بُلا کر خدا سے اجر لینا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کو جزائے خیر عطا کرے اور اسلامی کاموں میں حصہ لینے کی بیش از بیش ہمت اور توفیق بخشے۔ آمین

دُعا

ایک خطبہ جمعہ

جدید خیال لوگوں کے سامنے دُعا و استجابت دُعا ایک نہ نگلنے کے قابل گولی ہے۔ دُعا کی تاثیر پر اس وقت شک کیا جاتا ہے۔ اور بڑے سے بڑا فائدہ جو دُعا سے سمجھا گیا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ دل ہلکا ہو جاتا ہے۔ غموم و ہموم کے وقت انسان کا دل بوجھل ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ جس وقت کوئی دعا کرتا ہے تو الفاظ دعا ایک دل کے بخارات ہوتے ہیں جو نکلکر دل ہلکا کر دیتے ہیں۔ اس طرح دل کو ایک ٹھنڈک معلوم ہوتی ہے۔ اور اس کا نام قبولیت دعا رکھ لیا ہے۔ پھر دعا پر یہ بھی اعتراض ہوا ہے۔ کہ دعا سے لوگ اپاہج ہو جاتے ہیں۔ جوں ہی ہم نے خدا پر بھروسہ کیا۔ ہماری تمام ہمت پست ہو جاتی ہے۔ اپنے آپ پر بھروسہ کرنے کی عادت خراب ہو جاتی ہے۔ اور پھر ہم سُست ہو جاتے ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں۔ کہ ہر ایک چیز اپنی طبعی اسباب کے ماتحت پیدا ہوتی ہے۔ جن چیزوں کو ہونا چاہیئے وہ ہونگی۔ اور جن کو نہیں ہونا ہے کوئی دعا ان کو امکان میں نہیں لا سکتی۔ یہ بعض اعتراضات ہیں جو دُعا اور تاثیر دعا پر کئے جاتے ہیں۔ اور ہمارے نزدیک یہ اعتراض وزنی ہیں۔ دنیا میں در اصل دعا، تاثیر دُعا اور وہ اسباب جن کے ماتحت دُعا قبول ہو سکتی ہے۔ ان سب کا مفہوم غلط سمجھا گیا ہے۔ اسی لئے دُعا موجب اعتراض ہو گئی ہے۔ بہر حال قرآن کریم نے جس طرح اور دقیق مسائل مذہب کو حل کیا ہے مسئلہ دعا پر بھی لطیف روشنی ڈالی ہے +

قرآن کریم کی پہلی سُورت یعنی سُورہ فاتحہ ایک مکمل نمونہ دُعا کا ہے۔ جدید خیال دل کو جو باتیں مسئلہ دُعا میں تکلیف دیتی ہیں۔ اُن سب کا حل اس صورت شریف میں موجود ہے۔ سب سے پہلے ہم ایک ایسے خدا کو مخاطب کرتے جو چیزوں کو پیدا کرنیوالا۔ انکو قائم رکھنے والا۔ انکی پرورش کرنیوالا۔ اور ان کے مضمرہ خواص کو بحد کمال پہنچانے والا یعنی رب العلمین ہے۔ وہ عدم سے چیزیں پیدا کرتا ہے۔ اور ان اسباب کو پیدا کرتا ہے۔ جن کے ماتحت ایک چیز عدم سے ہستی میں آجاتی ہے۔ سیے آگے ناممکن بھی ممکن ہے۔ لفظ ناممکن بہر حال ایک اضافی لفظ ہے۔ جن چیزوں کے پیدا کرنے اسباب ہمیں معلوم نہیں ہوتے۔ انہی کو ہم ناممکن کہ دیتے ہیں لیکن جوں جوں ہم اپنے علوم میں ترقی کرتے ہیں۔ ہمارے نئے تجارب۔ نئے معلومات ہمارے سابقہ آرا کی تردید کر کے ہمارے کل کے ناممکن کو آج ممکن کر دیتے ہیں۔ در اصل ہمنے اپنی ناواقفیت و جہالت کا نام ناممکن رکھا ہوا ہے۔ لیکن ہمارے نزدیک وہی چیز ناممکن ہے جس کے ممکن کرنیکے اسباب ہمیں سمجھ میں نہیں آتے لہذا مسلمان جس خدا کو اپنی دعا میں مخاطب کرتا ہے وہ خالق الاسباب خدا ہے۔ اس مقصد مطلوبہ کے لئے خلق اسباب کیخاطر دُعا کرتا ہے اور عرض کرتا ہے۔ کہ مجھ پر وہ اسباب ظاہر کر دے لیکن اس سورہ فاتحہ

میں ایک مسلم کو سمجھا دیا گیا ہے۔ کہ جس خدا کو تم اس طرح خطاب کرتے ہو وہ رحمٰن اور رحیم بھی ہے یعنی رحمٰن وہ خدا ہے
جو ہماری ضروریات کے دور کرنے کیلئے ان چیزوں کو پیدا کر دیتا ہے جنکو ہم خود پیدا نہیں کر سکتے تھے لیکن بحیثیت رحیم وہ
آگے ہمارا مقصد اسی وقت پورا کر دیگا جبکہ ہم ان چیزوں کو صحیح طور پر استعمال کرینگے۔ جو بحیثیت رحمٰن اس نے
پیدا کی ہیں۔ یہ دو صفات الٰہیہ یعنی رحمانیت و رحیمیت ہم صحیفۂ قدرت کے ہر ایک صفحہ میں دیکھتے ہیں ہر ایک چیز
جس سے کوئی چیز بن سکتی ہے وہ چاروں طرف موجود ہے لیکن وہ ہمارے لئے مفید نہیں ہو سکتی۔ جب تک ہم پہلا قدم اس
چیز کیطرف خود نہ اٹھائیں ہمارے ایک قدم اٹھانے پر صحیفۂ قدرت میں ایک تحریک پیدا ہو جاتی ہے۔ اور عجیب و
غریب نتائج مرتب ہوتے ہیں ہم ایک کام کرتے ہیں۔ اور ہمارا معاوضہ ہزار گنا ہوتا ہے۔ ایک غلہ کا دانہ پیدا کرنے
قدرت کے سارے مظاہر ہمارے ساتھ ملکر کام کرتے ہیں زمین کرہ ہوائی۔ نظام شمسی سب ملکر ہماری مدد کریں۔ تو
ہم ایک دانہ کاٹنے کے قابل ہوتے ہیں لیکن یہ سب کے سب کوئی کام نہیں کرتے بلکہ ان سب کی قوتیں کالعدم رہتی ہیں
لیکن جوں ہی ہم نے ہاتھ ہلائے۔ جوں ہی ہم نے ہل جوت کر زمین کو کھودا۔ اور دانہ ڈالا۔ کل کی کل مظاہر قدرت
گویا نیند سے جاگ پڑتے ہیں ایسا مظاہرہ تغافل شعاری کو چھوڑ دیتے ہیں اور ہر ایک کائنات کا اپنے مفوضہ کام کو کرنے لگجاتا ہے

اسلامی دعا قوت عمل پیدا کرتی ہے

ہاں ہمارا خدا رحمٰن ضرور ہے وہ ہماری ضروریات کے دفعیہ کے اسباب
ضرور پیدا کرتا ہے۔ لیکن وہ رحیم بھی ہے۔ اسلئے اسکی پیدا کردہ چیزیں ہمیں اسی وقت مفید پڑینگی جب ہم خود ہاتھ
ہلائیں۔ یہ ایک صداقت ہے جس کو خدا کا کلام اور اسکا کام یعنی قرآن کریم اور صحیفہ قدرت ثابت کرتے ہیں۔ اگر خدا کی
سنن لاتبدیل ہیں۔ اور یہ امر ہمیں قرآن کریم سکھلاتا ہے۔ اور اگر خدا کے قانون اٹل ہیں تو رحمٰن اور رحیم کو دعا میں مخاطب
کرنا ہی ہم میں قوت عمل کیلئے برقی طاقت پیدا کر دیتا ہے مسلمانوں کو یہ دعا نہیں سکھلائی گئی (کہ ہمیں آج کے دن کی روٹی
دے) بلکہ ہمیں سکھلایا گیا ہے اھدنا الصراط المستقیم ہمیں سیدھا راستہ سکھلاؤ جس سے ہم روٹی کما سکیں
یہانتک ہی نہیں بلکہ اس دعا کے مانگنے سے پہلے ہمیں خدا کی جناب میں ایک اور اقبال کرنا پڑتا ہے۔ ایاک نعبد یعنے
ہم یہ عرض کرتے ہیں۔ کہ اے خدا! ہم ان تیرے تمام قوانین پر جو ہمیں معلوم تھے چلے ہیں جو ذرائع ہمارے پاس تھے
وہ سب استعمال کر چکے ہیں۔ اور اس طرح تیری اطاعت کر کے ہم تیرے پاس اعانت کے لئے آئے ہیں عیسائیوں کو جو
دعا سکھلائی گئی ہے وہ ممکن ہے کہ غفلت و اپاہج پن پیدا کر سکے مگر مسلمانوں کی دعا اس عزم و استقامت کو ظاہر
کرتی ہے جس کے ماتحت دعا مانگنے والا خدا کی ہدایت تلے اپنے کام کو جاری رکھنا چاہتا ہے اپنے تمام قوتوں کو استعمال کرتے
کے بعد ایک مسلمان جناب باری سے آئندہ ہدایت کا ملتجی ہوتا ہے۔ ایک کام کو کرنے کیلئے بیسیوں راہیں ہیں مشکل و
دراز کار لیکن ایک مسلم خدا سے التجا کرتا ہے کہ اسے آسان سے آسان اور سہل طریق اور سیدھے سے سیدھا یعنی صراط المستقیم

لے عیسائی جو علے الصباح دعا کرتے ہیں جو مسیح کی سکھلائی ہوئی دعا ہے اسمیں مذکورہ بالا فقرہ آتا ہے یعنی ہمیں آج کے دن کی روٹی دے۔

دکھلا۔ گویا مسلم تو مایوسی کو جانتی نہیں۔ لفظ ناممکن اس کے راہ میں نہیں۔ ایک مسلم کا فرض ہے کہ کام کرنے میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑے۔ ہاں اگر اس پر بھی اس کا مقصد حاصل نہ ہو۔ اور وہ مشکل پیش آمدہ کے طے کرنے کا مقصد حاصل نہ ہو۔ اور وہ مشکل پیش آمدہ کے طے کرنے کا راستہ نہ جانتا ہو۔ تو پھر مایوس نہ ہو۔ بلکہ خدا کی جناب میں عرض کرے۔ اهدنا الصراط المستقیم یعنی ہمیں سیدھا راستہ بتلا +

مذہب اسلام ترقی کا شاہ راہ ہے

لوگ کہتے ہیں کہ اسلام مانع ترقی ہے۔ یہ لوگ یا تو اسلام سے ناواقف ہیں یا ترقی کے راہوں سے ناآشنا کیا ترقی کا یہی ایک شاہراہ نہیں؟ کہ جب مشکلات کا سامنا۔ جب کوئی امر بظاہر ناممکن نظر آئے۔ جب ایک انسان اپنی ساری امکانی کوششیں کر چکے۔ تو پھر کسی نئے اور نامعلوم راستہ کی تلاش میں لگ جائے جس پر چل کر وہ حل مشکلات کا راستہ پائے۔ کیا ہم اس بات کا اعادہ نہیں کرتے۔ جب ہم کہتے ہیں ایاك نعبد وایاك نستعین اسلام میں عبادت کے تو معنی ہی قوانین الٰہیہ کی اطاعت ہے ہم اپنے خدا کو اپنی نمازیں یہی کہتے ہیں کہ ہم نے حتے الوسع ہر طرح کوشش کی ہے جو کچھ ہمارے بس میں تھا ہم کر گزرے ہیں۔ اور اب ہماری آخری کوشش یہی ایک ہے۔ کہ تجھ سے آکر استعانت کریں۔ اب اگر دنیا میں تمام بڑی سے بڑی ایجادات اور معلومات کا موجب صرف وہ نہ بجھنے والی پیاس واقع ہوئی ہے جو انسان نئے امور کے دریافت کرنے کیلئے ہر وقت محسوس کرتا ہے تو پھر اس پیاس کا اظہار ہم خدا کی جناب میں اپنی پانچ وقتہ نمازیں کیا کرتے ہیں جب ہم اهدنا الصراط المستقیم کہتے ہیں۔ یہ دعا کس طرح کسی انسان میں سستی تغافل شعاری یا اپاہج پن پیدا کر سکتی ہے مسلم کی دعا تو ہدایت کی طلب۔ روشنی کی خواہش اور کارزار دنیا میں آیندہ اور مضبوط قدم بڑھانے کا اظہار ہے یہ دعا تو ہر قسم کی یاس اور ناامیدی کی بیخکنی کرتی ہے جب ہمارے کل ذرائع ختم ہو جاتے ہیں۔ اور ناکامیابی ہمیں سامنے سے گھورنے لگتی ہے۔ تو کوئی اور تو ہمت ہار کر ہاتھ کے کام کو چھوڑ دے لیکن مسلم تو ایسا نہیں کر سکتا۔ اسے تو اس مصیبت پر غالب آنا اسے تو تمام معلومہ چارہ چھوڑ کر کسی نئے چارہ کی تلاش کرنی ہے۔ تو خدا کے پاس جاتا ہے کہ جن راہوں کو اس وقت تک وہ استعمال نہیں کر سکا یا اسکو معلوم نہ تھے وہ اسے معلوم ہو جائیں۔ وہ تو قوانین الٰہیہ کے ساتھ ہم آہنگ ہونا چاہتا ہے جو قوانین اسے معلوم ہیں۔ اُن سے ہم آہنگ وہ ہو چکا ہے۔ ہاں نامعلوم قوانین کی تلاش میں وہ لگا ہوا ہے جن کو معلوم کر کے وہ دنیا میں اعجاز دکھلا سکتا ہے۔ مگر یہ مسلم کی دعا ہے۔ تو بتلاؤ کہ یہ دعا ایک طاقت اور سرچشمہ امید نہیں۔ ہاں دعا ظاہر طور کی غیر ممکنات کو دور کر سکتی ہے۔ کیا وہ جو گذشتہ ایام میں معجزہ نظر آتے ہیں۔ آج وہ روزمرہ کے واقعات نہیں۔ ہاں علم اور تربیت ہی ان امور کے حصول کی کلید ہے۔ اور یہی بات ہم اپنی پانچ وقتہ نمازیں خدا سے مانگتے ہیں جب ہم اهدنا الصراط المستقیم کہتے ہیں +

جنگ اور مذہب

قانونِ زندگی

تمہارا شاید خیال ہوگا کہ میں جنگ اور قوانین جنگ کے متعلق کافی لکھ چکا ہوں۔ اور یہ کہ ہم اس مضمون کی طوالت سے تنگ آ گئے ہیں۔ کیونکہ ہم لڑائی کے خوفناک مناظر اور ان کے حالات سُن سُن کر تنگ آ گئے ہیں۔ اب ہم امن و صلح کو چاہتے ہیں۔ اور اچھی اور خوشی کی باتیں سُننا چاہتے ہیں +

قرآن کریم کے آخری حصے میں ایک چھوٹی سی سُورت آتی ہے جس کا حوالہ میں پیچھے کئی دفعہ دے چکا ہوں۔ اور اب تم میں سے اکثر اُس سے خوب واقف ہو چکے ہونگے جس میں کامیابی کو مدّنظر رکھتے ہُوئے جو کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوئی متنبہ کیا گیا ہے :-

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۝ الَّذِیْ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۝ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝

ترجمہ (اے پیغمبر) کیا ہم نے تمہارا حوصلہ فراخ نہیں کیا۔ اور بوجھ جس نے تمہاری کمر توڑ رکھی تھی تم پر سے اُتار دیا۔ اور تمہارے ذکر کا آوازہ بلند کیا۔ سو مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔ بیشک مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔ تو اب کہ تم فارغ ہُوئے تو ریاضت کرو۔ اور اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہو جاؤ" +

مسلمان قوموں کا دُنیا میں آجکل جو کمتر سیاسی رُتبہ ہے وہ اس حکم سے لاپرواہی برتنے کا نتیجہ ہے۔ جب فتح و ظفر کے بعد وہ عیش و آرام میں پڑ گئے تو انہوں نے کوشش اور جدّوجہد کو چھوڑ دیا۔ اور جہاد کی تمام غرض و مقصد کو ہی بھول گئے +

برادران۔ کیا انسانی فطرت کے محدود ہونے کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ بات آپ کی سمجھ میں نہیں آسکتی کہ یہ بالکل ممکن ہے کہ ایک کام جو کہ اللہ تعالےٰ ہمارے لئے بہتر خیال کرتا ہے وہ ہماری نظروں میں ناپسند ہو۔ جیسا کہ قرآن شریف اسی مضمون یعنی جنگ کے متعلق فرماتا ہے:۔

وَعَسٰۤی اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْـًٔا وَّهُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰۤی اَنْ تُحِبُّوْا شَیْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

(سُورۃ البقرہ۔ رکوع ۲۶)

ترجمہ۔ اور عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بری لگے۔ اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو۔ اور عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بھلی لگے۔ اور وہ تمہارے حق میں بری ہو۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے"۔

قرآن کریم اور بائبل میں ایسے الفاظ ہیں جو کہ کم از کم میرے دل کو اکھرتے ہیں۔ مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ الفاظ غلط ہیں یا بے محل استعمال ہوتے ہیں۔ ایسی حق باتیں ہر ایک کے تجربے میں آئی ہونگی جو کہ ظاہرا بہت بدمزہ معلوم ہوتی ہیں۔ ہم اپنے خیالی پلاؤ پکاتے ہیں۔ مگر جب وہ بے حقیقت اور بے بنیاد ثابت ہوتے ہیں تو ہمارے دل کو سخت صدمہ پہنچتا ہے۔ ہم اپنے خیال اور آسانی کو مدنظر رکھ کر ہوائی قلعے بناتے ہیں۔ مگر یہ سخت حماقت ہے اگر ہم سچے مجاہدین ہیں۔ اور اس حق یعنی جہاد اکبر کے پیچھے کوشاں ہیں۔ تو ہمیں اپنے خیالی پلاؤ کے درہم برہم ہو جانے سے اُداس نہیں ہو جانا چاہئے بلکہ خوش ہونا چاہئے اور سمجھنا چاہئے کہ ہم نے اس راستے میں ایک قدم اور آگے بڑھایا ہے۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اکثر آدمی اپنے مذہبی مطالعہ اور تحریروں میں اُن اصولوں پر چلتے ہیں جو کہ اُن کے دل کو بھاتے ہیں۔ اور جو اُن کو ناپسند ہوں ان کو غلط اور جھوٹا قرار دیتے ہیں۔ وہ عذاب آخرت کے تمام خیال کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دینا چاہتے ہیں کیونکہ اس کا تصور بھی تکلیف دہ ہے

بہت اچھا۔ ذرا زمین میں چلکر قدرت کے کارخانوں کو ملاحظہ کرو۔ اور دیکھو کتنی ہی چیزیں ہیں جو کہ محض اللہ تعالیٰ کی منشا کے مطابق موجود ہیں۔ مگر جن کو ایک نرم اور ڈرپوک دل جو کہ خونریزی سے نفرت کرتا ہے دیکھ کر دہل جاتا ہے +

بعض لوگ غریب بیکس اور بے زبان بھیڑ بکریوں کی روزانہ قربانی سے وہشت کھا کر یہ خیال کرتے ہیں کہ شاید انسانی ترقی صرف سبزی و ترکاری کھانے اور گوشت ترک کر دینے پر منحصر ہے۔ وہ اسبابت سے خوش ہیں کہ نسل انسانی دن بدن ڈرپوک اور کمزور دل ہوتی جائے بہ نسبت اس کے کہ ان بیزبان جانوروں کو ذبح کیا جائے۔ اور بعض لوگ تو یہانتک خیال کرتے ہیں کہ کسی ذی رُوح یہانتک کہ وحشی درندوں کا خون گرانا بھی گناہ ہے۔ اچھا اگر مان بھی لیا جائے کہ انسان اس حد تک مہربان اور نرم دل ہو جائے۔ تب بھی مجھے تو اسبات میں سخت شک ہے کہ اس کے اس نیک عمل کا اثر دوسرے جانوروں کے فعل پر بھی پڑیگا یا نہیں جبکہ ان میں سے بعض انسان کی ذات سے دشمنی رکھتے ہیں۔ اور بجائے عقل کے اپنی فطرت سے کام لیتے ہیں۔ اور کسی طرح بھی انسان کے قابل قدر نمونے کی تعریف اور پیروی نہیں کرسکتے۔ پرندے۔ درندے۔ مچھلیاں۔ کیڑے مکوڑے اللہ تعالیٰ کے قانون کے ماتحت جو کہ قانون زندگی ہے ایک دوسرے کو اپنی غذا بناتے ہیں۔ مخلوق کی بڑی جنس اپنے سے چھوٹی جنس کو اپنی خوراک بناتی ہے۔ یہ بات بڑی دہشتناک معلوم ہوتی ہے جب تک کہ تم اسبات کو دل میں نہ رکھو کہ زندگی اصل میں ایک ہی ہے۔ اور یہ کہ ایک فرد واحد کی زندگی اُسی حالت میں کچھ قیمت رکھتی ہے جبکہ وہ اصل زندگی کے قیام میں مدد دے اور ایک اعلےٰ پائے کی زندگی کے پیدا کرنے یا اس کو سہارا دینے میں اپنے آپ کو قربان کر دے۔ اور یہ کہ ہر ایک زندگی میں چاہے وہ چھوٹی سی چھوٹی اور ننھی سے ننھی کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ کی کوئی نہ کوئی حکمت اور غرض مضمر ہوتی ہے +

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا

اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ۭ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ ۝ (سورۃ الانعام رکوع ۴) ترجمہ۔ اور جتنے حیوانات زمین میں (چلتے پھرتے) ہیں۔ اور جتنے پرند اپنے دو پروں پر اُڑے اُڑے پھرتے ہیں۔ یہ سب بھی تم لوگوں کی طرح کی مخلوقات۔ لوح محفوظ میں ہم نے کوئی چیز فروگذاشت نہیں کی۔ پھر (قیامت کے دن سب کے سب) اپنے پروردگار کے حضور میں لا حاضر کئے جاویں گے‘‘+

موت اور زندگی دو مختلف اور ایکدوسرے کے مخالف چیزیں ہیں۔ مگر وہ روشنی اور اندھیرے کی طرح ایک ہی چیز کے دو رُخ ہیں:۔

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاۗءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاۗءُ ۡ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاۗءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاۗءُ ۭ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۭ اِنَّكَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۡ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ۡ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ (سورۃ آل عمران رکوع ۳) ترجمہ’’تم دُعا مانگو کہ اے خدا (سارے) مُلک کے مالک۔ تو جس کو چاہے سلطنت دے۔ اور تُو جس سے چاہے سلطنت چھین لے اور تُو جس کو چاہے عزت دے اور تُو جسے چاہے ذلت دے۔ خوبی تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ تو رات کو دن میں شامل کر دے اور تُو بیجان سے جاندار اور جاندار سے بیجان نکالے اور تو جس کو چاہے بیحساب روزی دے‘‘+

برادران۔ اللہ تعالیٰ کے قانون اٹل اور سخت ہیں۔ اور ان سے ہمارا بچ کر نکلجانا ناممکنات میں سے ہے۔ دوسرے یہ قوانین صرف ہمارے ہی لئے نہیں بنائے گئے۔ بلکہ وہ عظیم الشان سکیم جس کا ایک چھوٹا سا حصہ ہماری مختصر زندگی بھی ہے اتنی وسیع اور لامحدود ہے کہ انسان کی سمجھ اور عقل میں وہ

آہی نہیں سکتی۔ مگر پھر بھی میں نے بعض لوگوں کو کہتے سُنا ہے کہ دُنیا کا نظام بہت بُرا ہے۔ سچ پوچھو تو دُنیا کے نظام پر رائے زنی کرنا انسان کی طاقت اور سمجھ سے باہر ہے۔ اگر بعض لوگ ایسی باتیں کرتے ہیں۔ تو یہ ضروری بات ہے کہ بچپن میں اُن کو اپنی تمام مصیبتوں اور قصوروں کو اللہ تعالیٰ کے حکم اور مرضی کی طرف منسُوب کرنا سکھایا گیا ہے۔ اور ایک ایسے معبُود کا نقش انکے دلوں میں بٹھایا گیا۔ جو کہ بڑا انتقام پسند۔ حاسد اور کینہ ور ہے اور جس کو کہ اُن کے ساتھ ذاتی عناد ہے۔ مگر اسلام ہمیں یہ سکھلاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑا مہربان اور رحم کرنیوالا ہے۔ اس کے سوا اور کوئی معبُود نہیں۔ وہ وحدہٗ لاشریک ہے۔ وہ تمام جاندار چیزوں کا نگہبان اور خبر گیر ہے۔ اور زندگی اور حیات کو ایک اعلےٰ اور افضل مقصد اور غایت کی طرف لیجا رہا ہے اُس نے انسان کو جو کہ دیوتاؤں جیسی عقل اور فہم رکھتا ہے۔ چند سیدھے سادے قاعدے بتائے ہیں جن سے دُنیا میں جو کہ اسکی حکومت میں دیگئی ہے کامیابی اور راحت نصیب ہوسکتی ہے۔ اگر انسان اس حکومت کے ہوتے ہوئے اُن قواعد اور ضوابط کی نافرمانی کرے۔ تو اَور بہت سے لوگوں کو بھی اُن کے ساتھ اس نافرمانی کی سزا اس دُنیا میں بھگتنی پڑتی ہے۔ کیونکہ اس دُنیا میں اُن کا بھی ایک حصہ ہے اور وہ اس پر شاہد ہیں۔ یہ سب کچھ قوانین قدرت سے جو کہ ہمیں گھیرے ہوئے ہیں بالکل الگ اور مختلف ہے جو کہ اگرچہ اٹل تو یقینی ہیں۔ مگر پھر بھی بےرحمانہ اور ذلیل نہیں کہلائے جاسکتے۔ انسانی زندگی میں جو بےرحمی اور بدکاریاں ہمیں نظر آتی ہیں وہ سب انسان کے اپنے ہاتھوں کمائی ہوئی ہیں۔ مگر یہ چیزیں جہاد سے بالکل الگ ہیں۔ اور کوئی اس سے تعلق نہیں رکھتیں، جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے جہاد نام ہے اللہ تعالیٰ کی کامل فرمانبرداری صوم وصلوٰۃ اور نیکی کے حصُول کے لئے لگاتار کوشش کرنے کا۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے قرب حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے جو کہ ہر فرد واحد کے لئے ممکن الحصُول ہے۔ اگر یہ اُمید نہ ہوتی تو

اِن زندگیوں کا کیا فائدہ تھا۔ یہ بالکل بمعنی ثابت ہوتیں۔ حالانکہ ہر شخص اسبات کو محسوس کرتا ہے۔ کہ زندگی اپنے اندر بڑے گہرے معنے رکھتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا وعدہ اس عظیم الشان اُمید کو یقینی نہ بنا دیتا۔ تو اگر ہم کسی برباد شُدہ اِنسانی زندگی کو دیکھتے جس کے مالک نے کبھی خوشی اور نیکی کو نہ پایا ہو۔ یا کسی مُردہ ہونہار نوجوان کو دیکھتے تو ہم یہ کہہ سکتے تھے کہ یہ سراسر بے انصافی ہے اور ظلم ہے۔ مگر اللہ تعالےٰ کی ذات سے بے انصافی اور ظلم کا کوئی تعلق ہی نہیں ✦

سو دوستو یہ بات یہاں آکر ٹھہرتی ہے۔ کہ یا تو تم اس عظیم الشان سکیم کو جس کے ہوتے ہُوئے تم زندہ ہو اول سے آخر تک قبول کر لو یا سرے سے ہی اِنکار کر دو۔ مگر اس مُؤخر الذکر حالت میں تمہاری پوزیشن عجیب ہی ہوگی۔ کیونکہ تم نے آخر مرنا ہے چاہے تمہاری مرضی ہو یا نہ ہو۔ اگر تم زندگی کی معمولی اور سطحی شرطوں اور کیفیات کو بھی قبول کر لو۔ تو تمہیں ایسی بہت سی باتوں کا علم ہو جائیگا۔ جن کو کہ آجکل کے نئے تہذیب یافتہ عیش پسند۔ اور ظاہر دار لوگ نہیں سمجھ سکتے۔ ان باتوں میں ایک بات یہ بھی ہے:۔

کہ قدرت کے نظام میں یا دوسرے لفظوں میں حقیقتاً ایک فرد واحد کی زندگی اُتنی اہمیت اور قیمت نہیں رکھتی جتنی کہ عیش پسند اور مہذب لوگ اسکی طرف منسُوب کرنا چاہتے ہیں۔ اور یہ کہ ایک متنفس کی موت بھی کوئی اتنا بڑا حادثہ نہیں ہے اور شاید یہ بھی ایک قدرتی امر ہے کہ شمالی سرد ممالک میں بہ نسبت گرم ممالک کے مُردوں کو دیر تک دفنائے بغیر رکھنے کی وجہ سے موت اور مُردوں کی ایک مجہولانہ پرستش کا وجُود پیدا ہو گیا ہے۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ یہ موت اور مُردوں کی پرستش۔ اور تجہیز و تکفین میں اتنی زیبائش۔ آرائش اور نمائش کا ہونا نہایت بھیانک اور ہیبتناک ہے۔ مگر خود موت ایسی نہیں ہے۔ موت پسماندگان کے نقطۂ نظر سے واقعی ڈراؤنی ہے۔ مگر بذات خود وہ ایسی نہیں ہے بگر جو کہ کتاب آلٰہیہ پر ایمان لاتے ہیں۔ اور ایک موت کے بعد ایک کامل اور اکمل

زندگی پر یقین رکھتے ہیں۔ ان کے لئے موت ایک پکے پھل کے زمین پر گر جانے سے زیادہ ڈراؤنی نہیں ہونی چاہیئے۔ وہ تکالیف اور مصائب جو کہ قدرتی امور مثلاً موت اور پیدائش وغیرہ کو گھیرے ہوئے ہیں۔ وہ سب کے سب انسان کے خود ساختہ ہیں بلعد قرآن مجید کے فرمان کے بموجب حدود اللہ سے تجاوز کر جانے کی وجہ سے ہیں۔ اگر ایک بچہ اپنا ہاتھ آگ میں ڈال دیتا ہے تو جو تکلیف اسکو پہنچتی ہے وہ یا تو لاعلمی یا کہنا نہ ماننے کی وجہ سے پہنچتی ہے گویا کہ اس حالت میں وہ قدرت کی اُن حدود کو توڑتا ہے جو کہ اس نے آگ کے انسان کو فائدہ پہنچانے کے عمل کے متعلق قائم کی ہیں اگر بچے کو پہلے متنبہ نہیں کیا۔ اور وہ اپنے اس عمل کے نتیجہ کو پہلے سے معلوم نہیں کر سکا۔ تو پھر اس کا اسمیں کوئی قصور نہیں ہے لیکن اگر اُسے کئی دفعہ اسبات سے خبردار کیا جا چکا ہے تو وہ ہر طرح قصوروار ہے۔ کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ اللہ تعالےٰ نے بنی نوع انسان کو اُن معاملات میں جن کو وہ اپنے تجربے سے حاصل نہیں کر سکتے تھے متواتر خبردار نہیں کیا۔ ہر ایک اخلاقی مذہبی (روحانی) اور سیاسی معاملے میں ایک قدرتی یعنی خدائی قانون ہے جو کہ واضح ہے۔ آپ میں سے اکثروں کو ایک کتاب کا عنوان The Natural Law in the Spiritual World یاد ہو گا جس نے آج سے چند سال پیشتر ایک ہلچل مچا دی تھی۔ یہ ہیڈنگ اسلام کی تعلیم کے ایک ضروری رُخ کو مدنظر رکھ کر اسکی کیفیت کہا جا سکتا ہے ✦

مگر انسان کی اپنی کمزوریاں اور غلطیوں کی وجہ سے کس قدر ظلم۔ بے رحمیاں اور دہشتناک افعال انسان کی زندگی میں آشامل ہوتے ہیں۔ کیا جب یہ اپنے کمال کو پہنچ جائیں گے تو تم ان کو مغلوب یا تباہ و برباد کر سکو گے؟ اس کے جواب میں شاید تم یہ کہو کہ ہاں تعلیم اور نہایت نرمی اور آہستگی سے اس بہا لر ڈالکر ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہو سکیں گے۔ مگر ایسے آدمی موجود ہیں جو کہ اس قدر وحشی ہیں کہ وہ تمہیں کچل کر مار ڈالیں گے۔ اور ان تمام باتوں کو جن کو ہم قیمتی سمجھتے ہیں وہ اپنی خواہشات پر قربان کر دینگے۔ اور ایسے شریر اور مفسد لوگ بھی ہیں جو کہ صرف

اپنی بدکاریوں پر ہی کفایت نہیں کرتے - بلکہ دوسروں کو بھی خراب کرنا چاہتے ہیں - اور ایک وبا کی طرح بدکاریوں کو پھیلا دیتے ہیں - برائیوں اور بدکاریوں کے پھیلانے میں ان کو ازحد خوشی اور تسکین حاصل ہوتی ہے - جب یہ خرابیاں. جیسا کہ اکثر دیکھا گیا ہے اپنے کمال کو پہنچ جائیں - اور بدی نیکی پر غالب آنے کو ہو - تو کیا نیکی کے مددگاروں اور حامیوں کو اسکی مخالفت اور روک تھام نہیں کرنی چاہیئے ؟ اگر وہ ایسا نہ کریں تو نیکی اور بھلائی جڑ سے اُکھڑ جائے - کیا تم تمام اُس خداداد طاقت کے ساتھ بدی کا مقابلہ نہیں کروگے اور اس کی طاقت توڑنے کی کوشش نہیں کروگے ؟ اگر وہ طاقتیں بیرحم اور ہیبتناک ہیں تو تمہیں بھی اُن سے ویسا ہی ہو کر لڑنا چاہیئے - ورنہ تمہارے مقابلے کا ان پر کوئی اثر نہ ہوگا - تمہیں یہ بات ضرور یاد رکھنی چاہیئے - کہ بعض لوگ وحشیوں اور درندوں سے بدتر ہوتے ہیں - اور انگلستان میں ابھی بھی ایسے لوگ موجود ہیں - اگرچہ خدا کا شکر ہے کہ ان کی تعداد دن بدن کمی پر ہے - ایسے لوگوں پر جو کہ بیرحمی اور ظلم کی مشق میں کامل مہارت رکھتے ہیں - نرم الفاظ اور وعظ ونصیحت چکنے گھڑے پر پانی کی طرح بالکل اثر نہیں کرتی - ان کو میں جنگلی اور وحشی کہنا بھی بہت کم سمجھتا ہوں - کیونکہ جنگلی اور وحشی اِن مُہذّب سوسائٹیوں کے تلچھٹ اور فضلہ سے کہیں بہتر ہیں - تمہیں اِن کو بعض باتوں سے روکنے کیلئے خوف اور ڈر سے بدحواس کرنا پڑیگا - اور ان کو قریباً آدھا قتل کرنا پڑیگا - تب جاکر وہ باز آئیں گے - تمہیں اُن کو بدافعال سے روکنے کیلئے نہایت سخت تکلیف دہ مثالوں سے ذہن نشین کرانا پڑیگا - کہ اگر وہ ایسا کرینگے تو سخت دُکھ اور تکلیف اُٹھائیں گے - ایک عبرتناک سزا ہر طرح بجا ہے - مگر اس کا نتیجہ اچھا ہی - ایک یقینی اور گہری بدی کو جڑ سے اُکھیڑ پھینکنے یا اس کو کم کر دینے سے تہذیب اور تمدن میں ایک معتدبہ ترقی ہوتی ہے - جبکہ ایسے جرائم میں بہت کمی واقع ہوجاتی ہے - تو ایسی عبرتناک سزاوں کی ضرورت بھی

نہیں رہتی۔ اور رفتہ رفتہ متروک الاستعمال ہو جاتی ہیں +

کم از کم اسلام میں اسی طرح واقع ہوا ہے۔ چوری سے عبرت دلانے کے لئے جو سزا قرآن شریف نے رکھی ہے یعنی چور کا ہاتھ کاٹ ڈالنا وہ آج کل وحشیانہ ملکوں جیسے دارفور وغیرہ میں ہی رائج ہے۔ اور جہاں کے مسلمان باشندے روز روشن کی طرح دیانتدار اور راسخ الیقین ہیں۔ اپنے جوانی کے زمانے میں جبکہ میں نے ابھی قرآن کریم کا مطالعہ نہیں کیا تھا۔ مجھے ایک دارفوری آدمی سے ملاقات کا اتفاق ہوا۔ اس نے ایکدفعہ اپنے ملک میں چوری کی سزا کا ذکر کیا۔ جس کو سنکر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اور میں نے اس سے پوچھا۔ کہ تم کس طرح اپنا ہاتھ کٹوانے پر رضامند ہو جاتے ہو" اس نے جواب دیا۔" اگر میں چوری جیسا شرمناک فعل کروں۔ تو میں صرف ایک ہاتھ پر ہی اکتفا نہ کرونگا۔ بلکہ وہ میرا سر بھی کاٹ سکتے ہیں" +

حقیقت میں یہی اصلی اسلامی نقطۂ نگاہ ہے۔ ہر ایک راستباز مسلمان اپنا ہاتھ یا پاؤں۔ اپنی زبان یا آنکھ کو کاٹ دینا ایک معمولی بات سمجھتا ہے بہ نسبت اس کے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے برخلاف چلے۔ مگر اسلام اپنے نفس کو ضرر پہنچانے سے منع کرتا ہے۔ حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے قول سے اس کے جواز کا فتویٰ دیدیا ہے:۔

" اگر تیری آنکھ تجھے ضرر پہنچائے تو اس کو نکال ڈال۔ اگر تیرا ہاتھ یا پاؤں تجھ کو تکلیف دے تو اُسے کاٹ ڈال"۔

جارج مور کی کتاب (The Brook Kerith) کے اکثر پڑھنے والے اُس خودکشی کے ہولناک واقعہ کو پڑھ کر کانپ اُٹھتے ہیں جسمیں ایک خاص قسم کے گنہگار نے حضرت عیسیٰؑ کے کہنے پر خودکشی کا ارتکاب کیا۔ حالانکہ انجیل بھی اس واقعہ کی شاہد ہے۔ اُن عیسائیوں کو جو کہ قرآن کریم کی بعض آیات کو پڑھ کر کانپ اُٹھتے ہیں۔ جن میں ظالم اور مجرم لوگونکو بعض حالات کے ماتحت

سخت عبرتناک سزائیں دینے کا حکم ہے۔ یہ بات یاد رکھنی چاہئیے کہ انجیل میں بھی ایسی آیات ہیں جن کو پڑھ کر مسلمان بھی کانپ اُٹھتے ہیں۔ اور اُن کا ایسا کرنا بجا ہے کیونکہ وہ آیات سوسائٹی کے حق میں سخت مضر ہیں میں اُسکو کئی موقعوں پر بیان کر چکا ہوں۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم قرب الٰہی کے لئے واحد متنفس اور رُوح کو مخاطب کرتی ہے۔ اس بات کی تائید یہ انجیل کی آیت کرتی ہے :-

"اگر تیری آنکھ تجھے ضرر دے تو اس کو نکال ڈال۔ اگر تیرا ہاتھ یا پاؤں تجھے تکلیف پہنچائے تو اُسے کاٹ ڈال" +

گویا کہ ہماری آنکھیں۔ ہمارے پاؤں۔ ہمارے ہاتھ صرف ہماری ہی ملکیت ہیں۔ جو ہم ان کے ساتھ چاہیں کریں۔ اور گویا کہ کسی حالت اور صورت میں بھی دوسرے انسانوں سے ساتھ اُن کا کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ اس کو نکال ڈال۔ اس کو کاٹ ڈال۔ یعنی بغیر کسی کو پوچھے تجھے خود ہی ایسا کر ڈال۔ گویا کہ یہ ایسا معاملہ ہے جو ہماری ذات تک ہی محدود ہے۔ مگر اسلامی قانون اس سے کہیں بہتر اور مُہذّب ہے۔ کیونکہ اسمیں کاٹنے کوٹنے کی سزا ایک عبرتناک سزا کے طور پر نہایت سخت بیرحمی کے معاملات میں دینے کا حکم ہے۔ اور وہ بھی کامل تفتیش اور فیصلے کے بعد اور صرف جلاد کے ہاتھ سے ہمیں یہ سزا سخت بیرحمانہ معلوم ہوتی ہے۔ مگر تمہیں یہ معلوم ہو جانا چاہئیے کہ اسلامی ممالک میں لفظ "چور" کا اطلاق ایک نہایت ڈاکو۔ راہزن۔ بدمعاش پر ہوتا ہے۔ حالانکہ عیسائی ممالک میں ایسا نہیں ہے۔ اس سے میری مراد یہ ہے کہ اسلامی ممالک میں چور نہایت سخت ضرورت اور حاجت سے پریشان ہوکر چوری نہیں کرتا۔ کیونکہ اسلامی ممالک میں لوگ ایک محتاج اور بھوکے کو روٹی اور کپڑا دینے سے انکار نہیں کرتے۔ اسلامی ممالک میں کسی کو اپنے پڑوسی کے دروازے پر بھوک سے مرتے ہوئے نہیں سُنا۔ اور میں تم سے سوال کرتا ہوں کہ کیا یہ سزا جو کہ عملاً نہایت پرلے درجے کے ڈاکوؤں اور بدمعاشوں کو دیجاتی ہے اس سزا سے تمہیں زیادہ بیرحمانہ معلوم ہوتی ہے جسمیں کہ ایک شریف۔ تعلیمیافتہ

اور مہذب آدمی کو چند ماہ کیلئے ایک اندھیری کوٹھڑی میں تنہا بند کر دیا جاتا ہے کیونکہ اس نے اپنی رائے کا اظہار کیا تھا۔ اور حالانکہ اس سزا سے دوسروں کو عبرت بھی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ قید خانہ کی چار دیواری سے باہر کسی شخص کو بھی اسکی حالت کا علم نہیں ہوتا اور یہ میرے خیال میں وہ آخری اصلاح ہے جو کہ عیسائیت نے یا بنی نوع انسان کی ہمدردی اور محبت نے یا دونوں نے ملکر پیدا کی ہے میرے خیال میں اگر انہیں تعلیمیافتہ اور مہذب لوگوں کے ہاتھ کاٹ ڈالنے کا حکم ہوتا تو شاید تمام کے تمام چلا اٹھتے مگر کیا حقیقت میں یہ سزا اس پہلی سزا سے بیرحمی میں نصف سے بھی کم نہیں ہے "

یورپ کے رقیق مزاج اور نرم طبیعت والوں نے دائمی قید تنہائی کو موت کا قائممقام قرار دیا ہے۔ گویا مجرم زندہ چار دیواری کے اندر محبوس کر دیا جاتا ہے۔ اور تمام وہ اشیاء جن سے زندگی خوشگوار اور قابل گذر ہو سکتی ہے اس سے الگ کر دی جاتی ہیں مگر پھر بھی اسے زندہ رکھا جاتا ہے۔ یہ ایک ایسی عجیب و غریب اور طویل بیرحمی ہے کہ نہ ہی شیطان نے اور نہ کسی وحشی نے ایسا فعل ایجاد کیا ہوگا۔ اس سزا کا استعمال صرف ایک فرد واحد پر نہیں ہوا بلکہ سینکڑوں انسانوں پر اس کا تجربہ ہو چکا ہے۔ سوا ان مہذب ترین سوسائٹیوں میں انسانی زندگی کے متبرک ہونے کا کھوکھلا خیال ان کو دھوکا دیکر اس قسم کی بیرحمیاں کرا رہا ہے۔ یہی سزا نرم بھی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کے نزدیک اس دنیا میں ہی زندگی کا خاتمہ نہیں ہو جاتا بلکہ یہ ایک آئندہ زندگی کا آغاز ہے جو کہ اس سے کہیں بہتر اور افضل ہے بیماری دکھ اور تکلیف میں تڑپ تڑپ کر اپنی طبعی موت مرنے سے مسلمان اچانک اور فوری موت کو زیادہ پسند کرتے ہیں +

تم مسلمان بن کر ظاہر دار اور زود حس نہیں بن سکتے۔ کیونکہ قدرت میں رقیقی اور زود حسی نہیں ہے۔ اور مسلمان قانون قدرت کی ویسی ہی عزت کرتے ہیں جیسا کہ اللہ کے قانون کی۔ قدرت میں بعض ایسے مناظر پیش آتے ہیں جن سے نرم اور

ڈرپوک دل کانپ اُٹھتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن شریف اور بائیبل کو پہلی دفعہ پڑھنے والا بعض آیتوں کو پڑھ کر کانپ اُٹھتا ہے۔ بائیبل میں اِس قسم کی بہت سی آیتیں ہیں۔ مگر ہیں سب کی سب بموقع اور بے محل۔ قرآن شریف میں اِس بہتات سے تو نہیں ہیں۔ مگر ہیں نہایت باموقع۔ اور اُن کا عام قانون اور اپنے آگے پیچھے سے ایسا تعلق ہوتا ہے کہ اُن کا مطلب اور موقع بالکل صاف اور سمجھ میں آجاتا ہے میں کم از کم جنگ کو ان مضمونوں میں سے نہیں سمجھتا جن کو کہ ایک انگریز کسی مقدس کتاب میں پڑھ کر کانپ اُٹھے۔ مجھے یہ مجموعی انسانی زندگی کا ایک قدرتی مظاہرہ معلوم ہوتا ہے مگر اکثر عیسائی مذہبی نقطۂ نگاہ سے اُسے نہایت کریہہ اور دہشتناک سمجھتے ہیں صرف اسلئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جنگ سے کوئی سروکار نہ تھا۔ اور یہ صرف انہی کی وجہ سے تھا کہ مجھے اِس قدر شرح وبسط سے کام لینا پڑا +

اگر تم جنگ کو ایک قدرتی مظاہرہ جو کہ مذہبی قوانین کی حدود کے اندر آجاتا ہے ماننے سے اِنکار کرتے ہو۔ اور اگر تم اپنے آپ کو اس سے اور اُن باتوں سے جو کہ اس کا باعث بنتی ہیں الگ رکھنا چاہتے ہو۔ تو تمہارا ایسا کرنے سے جنگ اور اس کے خوفناک مناظر کا خاتمہ نہیں ہوسکتا بلکہ تمہارا طرز عمل اس کے خوفناک مناظروں کو بڑھانے کا موجب ہوگا۔ کیونکہ تم اسے ہر حالت میں نہایت خوفناک اور بیہودہ اور شر انگیز خیال کرتے ہو۔ اور تمہیں اس بات سے خوشی ہوگی کہ دُنیا کی نظروں میں بھی یہ ایسی معلوم ہو اور تم اُن جنگجو فوجیوں کی طرح خیال کروگے (چاہے تم اِس خیال کو تسلیم نہ ہی کرو) کہ جنگ کے خوفناک اور ہیبتناک مناظروں کا بڑھنا اور ترقی کرتے جانا ہی جنگ کے خاتمہ کا باعث ہوتا ہے۔ اور تم جنگ کو تھامنے اور اُسکو سیدھے راستے پر رکھنے کے لئے کبھی اپنے آپ کو تیار نہیں پاؤگے۔ بلکہ تم ایسی گندی اور ہولناک چیز کو ہاتھ لگاتے ہوئے بھی ڈروگے +

تم ہمیں کہتے ہو کہ اصلی عیسائی نقطۂ نگاہ یہی ہے بہت اچھا۔ انیس سو سال سے یہ نقطۂ نگاہ دنیا کو معلوم ہے اور رائج ہے۔ مگر ہم خیال کرتے ہیں کہ اسکی بنا ہی غلط پڑی تھی۔

اور ہم یقین رکھتے ہیں۔ کہ جنگ کو تھامنے اور اُسے سیدھے رستے پر لگانے اور اِس طرح اُسے بے ضرر اور بیفائدہ بنا دینے اور اس کا خاتمہ کر دینے کے متعلق جو اسلامی قوانین ہیں وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم کا تتمہ ہیں۔ اسلام مجموعی انسانی چال وچلن اور طرز عمل کے متعلق قوانین بتاتا ہے۔ حالانکہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے صرف واحد انسانی چال وچلن کے متعلق دیئے تھے۔ اور میں نے یہ ثابت کر دیا ہے۔ کہ عیسائیوں نے جوں جوں کہ وہ روشن خیال ہوتے گئے۔ ان میں سے بعض قوانین کو بیخبری میں ہی اختیار کر لیا ہیں اب تم سے صرف اتنی درخواست کرونگا کہ اُن کا سنجیدگی سے مطالعہ کرو۔ اگر وہ تمہیں دلچسپ معلوم ہوں تو ان پر غور و خوض کرو۔ اور عمل کرنے کی کوشش کرو۔ اسلامی قوانین صرف مسلمانوں کے لئے ہی نہیں ہیں۔ بلکہ وہ تمام دُنیا کے لئے ہیں۔ ہر اُس شخص کو جو کہ نسل انسانی کی بہبودی اور بہتری کو مدِ نظر رکھتا ہے۔ مذہب کے رُوحانی رُخ کو بالکل الگ رکھتے ہوئے حضرت محمد رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک نہ ایک حد تک ضرور پیرو ہونا پڑیگا۔

شاہِ ایران

ہز امپیریل میجسٹی سلطان احمد شاہ پادشاہ ایران ۳۱۔ اکتوبر ۱۹۱۹ء کو انگلستان بغرضِ سیر تشریف لائے۔ اُن کے استقبال کے لئے خود ملک معظم اور ملکہ معظمہ شہزادی میری اور شاہی خاندان کے دوسرے افراد تشریف لے گئے۔ اور عام لوگوں نے بھی اس مُسلم بادشاہ کا بڑا پرجوش استقبال کیا۔ پہلی نومبر کو حضور نے پبلک اور پرائیویٹ دونوں قسم کے ڈیپوٹیشنوں کو شرف باریابی بخشا اور کئی ایڈریس آپ کی خدمت میں پیش کئے گئے۔ آپ نے پارسیوں کے ایڈریس کو فارسی سفارت خانہ میں قبول کیا اور ہندوستانی مُسلمانوں کے ڈیپوٹیشن کو قصر بکنگھم میں شرف باریابی بخشا۔ رائٹ آنریبل سید امیر علی بالقابہ نے مفصلہ ذیل حضرات کو شاہ کے سامنے پیش کیا۔ اور

شاہ نے اِن سب سے باری باری ہاتھ ملایا:۔

مولوی صدر الدین صاحب مسٹر قدوائی۔ مرزا ہاشم اصفہانی آنریبل غلام محمد برگری مسٹر عتیق۔ ڈاکٹر عبد المجید۔ خواجہ نذیر احمد عبد القیوم ملک۔ مرزا ابراہیم۔ میجر فتح نصیب خان مسٹر سیال مسٹر نیر۔ پروفیسر بلشا مسٹر عبد اللہ۔ مسٹر دوست محمد مسٹر محمد ساگر حیدر۔ مرزا داؤد بیگ۔ عبد الحمید اور آغا محمد مصطفٰے۔ اس کے بعد رائٹ آنریبل سید امیر علی پی۔ سی نے استقبالیہ ایڈریس پڑھ کر سُنایا۔ جس کو سُنکر شاہ موصوف بہت متاثر ہوئے۔ اور نہایت موزوں الفاظ میں اس کا جواب دیا۔ ایڈریس کا مضمون اور اس کا جواب ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے:۔

ایڈریس

ہز امپیریل میجسٹی سلطان احمد شاہ۔ شاہِ ایران خدا کرے یہ حضور کے پسند خاطر ہو ہم مندرجہ ذیل لندن میں رہنے والے مسلمان نہایت تعظیم اور ادب کے ساتھ حضور کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ اور حضور کے حکومت برطانیہ کے دار السلطنت میں پہلی دفعہ تشریف لانے پر مبارکباد عرض کرتے ہیں۔

اگرچہ ہم ہندوستان سے آئے ہوئے ہیں۔ مگر مسلمان ہونے کے لحاظ سے یعنی اُس عظیم الشان اور عالمگیر برادری (یعنے اسلام) کے ممبر ہونے کے لحاظ سے جسمیں رنگ اور قوم کا کوئی امتیاز نہیں۔ اور حضور کا ہمارے دلوں میں کمال ادب اور تعظیم۔ اور باشندگانِ ایران کی محبت ہمیں مجبور کرتی ہے کہ ہم حضور کی خدمت میں اپنی عاجزانہ خوش آمدید پیش کریں۔ حضور عالیجاہ کو خوش آمدید کہنے میں ہم ایک ایسے ملک کے بینظیر بادشاہ کو خوش آمدید کہتے ہیں جو کہ زمانہ قدیم سے علم وفن اور تہذیب و تمدن کی وجہ سے مشہور چلا آتا ہے۔ ایرانی تہذیب اور تمدن کی تمام دُنیا مقروض اور مشکور ہے۔ مگر سب سے بڑھ کر مسلمانانِ ہند نے اس ایرانی تہذیب سے بہرہ وری حاصل کی ہے۔ اور وہ اس کا فخریہ طور پر اقرار کرتے ہیں۔ اور تہِ دِل سے مشکور ہیں۔ ہمایوں بادشاہ کے زمانے سے

ہندوستان میں ایرانی تمدن کا دور دورہ شروع ہے۔ ہمارے تمام علوم و فنون۔ شغل زندگی ہمارے لباس۔ زبان اور رسوم و عادات میں اور سب سے بڑھ کر ہمارے علم و ادب و علم عروض میں اس کا اثر اب تک نمایاں ہے۔ اور سعدی اور جلالی کی اخلاقی کہانیاں اب تک ہمارے بچوں کی اصلاح کے لئے پڑھائی جاتی ہیں۔ اور ہمارے صوفی سنائی اور جلال الدین رومی کے اشعار اور معارف و دقائق پڑھ پڑھ کر وجد میں آجاتے ہیں۔ اور ہمارے موسیقی دان گویئے حافظ کی غزلیات اکثر اوقات گاتے ہیں +

ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہر بات میں حضور عالیجاہ کا محافظ اور ہادی ہو۔ تاکہ حضور عالیجاہ کی حکومت (خدا کرے کہ وہ ابدالآباد تک قائم رہے) کے ماتحت ایران ان پچھلے سالوں کے خوفناک تاثرات سے بالکل محفوظ و مامون ہو جائے۔ اور اس کے باشندے ایک آزاد اسلامی قوم سمجھے جائیں۔ اور دنیا کی ممتاز قوموں میں شمار ہوں۔ آمین ثم آمین +

جواب ایڈریس

حضرات۔ مجھے اس جگہ آپ سب صاحبوں سے مل کر نہایت خوشی حاصل ہوئی ہے۔ اور ایڈریس کی پسندیدہ اور فصیح زبان نے میرے دل کو موہ لیا ہے تمہارا اسلام کو ایک عالمگیر برادری بیان کرنا نہایت باموقع اور نہایت مناسب تھا۔ اور وہ مذہبی رشتہ اور زنجیر جس نے اسلام میں مختلف قوموں کو جکڑ کر ایک کر دیا ہے وہ ہندوستانیوں میں اور بھی زیادہ نمایاں ہے۔ اس رشتۂ الفت و اتحاد کی ایک وجہ اور بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ بھی اسی نسل سے تعلق رکھتے ہیں جس سے کہ ایرانی تعلق رکھتے ہیں۔ اس رشتہ کی تیسری وجہ بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ حکومت برطانیہ اور حکومتِ ایران میں مدت دراز سے دوستانہ تعلقات قائم ہیں۔ نہایت خوشی کی بات ہے کہ یہ تعلقات دن بدن بڑھ رہے ہیں۔ کیونکہ دونوں حکومتوں کی بھلائی اسی میں ہے کہ وہ آپس میں ایکدوسرے

سے مراعات برتیں۔ اور تعظیم اور عزت کے علاوہ ایک دوسرے کی بھلائی میں کوشاں ہوں حضرات! میں آپ کی اُس رائے اور قول کا بہت مشکور ہوں جس میں آپ نے ایرانی تمدن اور تہذیب کے اثر کو اس کے اردگرد کے ملکوں اور خاص کر ہندوستان میں نمایاں ہونے کو بیان کیا ہے۔ مگر یہ بات آپ کو فراموش نہیں کر دینی چاہیئے کہ ہندوستانی فلسفہ نے بھی ایرانی خیالات پر بہت بڑا اثر ڈالا ہے۔ سو گویا دونوں ملکوں نے اِن باتوں میں ایکدوسرے سے تبادلہ کیا ہے۔ میرا ملک زمانہ ماضی میں مغرب کی طرف کئی حملوں کا سدِّ راہ ہؤا ہے مگر اب امن کے زمانے میں وہ ایک پُل کا کام دے سکتا ہے جس کے ذریعے سے وہ مغربی تمدن مشرق میں پھیل سکتا ہے۔ جو کہ مشرقی وضع قطع چال ڈھال۔ عادات و رسوم اور طبیعت کے موافق اور موزوں ہوگا۔

حضرات! آخر میں میں آپ کے استقبال اور خوش آمدید کہنے کا پھر شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور درخواست کرتا ہوں کہ آپ میرے دلی شکریئے اور میری دلی محبت اور خیر خواہی کو ہمارے ہندوستانی مسلمان بھائیوں تک پہنچائیں جن کی نمایندگی کا حق آپ نے نہایت احسن طور پر آج ادا کیا ہے۔

شاہ ایران کی خدمت میں انگریزی قرآن مجید کا تحفہ کے طور پر پیش کیا جانا

جب شاہِ ایران ایڈریس کا جواب دے چکے۔ تو مولوی صدرالدین صاحب بی اے۔ بی ٹی امام مسجد ووکنگ آگے بڑھے۔ اور قرآن مجید انگریزی درجۂ خاص جو کہ حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب ایم اے۔ ایل ایل بی کی محنت شاقہ اور محبت اور علم کا نتیجہ ہے ایک نہایت خوبصورت مخملی اور اطلسی جزدان میں لپیٹ کر مندرجہ ذیل تمہید کے بعد (جو کہ فارسی زبان میں ادا کی گئی) شاہ کجکلاہ ایران کی خدمت میں تحفہ گذرانا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

خدا کرے کہ یہ آپ کے پسند خاطر ہو۔ شاہا میری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہے۔ آپ پر ہر طرح فضل و کرم کی بارش کرے۔ اور آپ کی حکومت کو کامیاب اور پُر امن بنائے۔ ہمارے بینظیر اور اعلیٰ تر مذہب اسلام نے تمام دُنیا کے مسلمانوں کو اخوت اور محبت کے رشتہ میں جکڑ دیا ہے۔ اِن جذبات کی وجہ سے میں حضور عالیجاہ کیخدمت میں ایک تحفہ پیش کرتا ہوں جس کو کہ میں سب سے عزیز تر سمجھتا ہوں۔ اور وہ یہ قرآن مجید ہے۔ اور میں یہ آپ کی خدمت میں اُسی بیغرضی اور بے نفسی کے ساتھ پیش کرتا ہوں جس کے ساتھ کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکو مجھے اور آپ کو اور تمام دنیا کو عطا فرمایا۔ اور میں بھی وہی الفاظ پڑھتا ہوں جو کہ آپ کی زبان مبارک سے نکلے:۔

وما اسئلکم علیہ من اجر (اور میں اس کے عوض تم سے کوئی اجر نہیں چاہتا)+

مسجد ووکنگ
مورخہ یکم نومبر ۱۹۱۹ء

مَیں ہوں آپ کا عاجز اسلامی بھائی
صدرالدین

ہز میجسٹی شاہ کجکلاہ ایران نے کھڑے ہو کر نہایت ادب سے قرآن مجید کو دونوں ہاتھوں میں لیا۔ اور اس کو چُوما اور آنکھوں سے لگایا +

اعلان

قابل توجہ خریدانِ رسالہ اشاعت اسلام

۱۵ جنوری سنہ ۱۹۲۰ء سے رسالہ اشاعت اسلام اور رسالہ اسلامک ریویو و مسلم انڈیا (انگریزی) کے متعلق تمام خط و کتابت بجائے پہلے پتے یعنے بنام شیخ رحمت اللہ صاحب انگلش ویر ہوس دی مال لاہور کے مینیجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور کے پتے پر ہونی چاہئے۔ اور تمام ترسیل زر متعلقہ رسالہ اشاعت اسلام و اسلامک ریویو و مسلم انڈیا بنام فنانشل سیکرٹری اشاعت اسلام بلاد غیر و وکنگ مشن (انگلستان) احمدیہ بلڈنگس لاہور ہونی چاہئے۔

خاکسار۔ مینیجر

دو اہم خطوط

پہلا خط

از طرف مولوی صدر الدین صاحب بی اے۔ بی ٹی امام مسجد ووکنگ
بخدمت دی رائٹ آنریبل سکرٹری آف سٹیٹ فار ہوم آفیئرز (Home affairs)
ہوم آفس لینڈن ایس ڈبلیو

جناب عالی

مَیں نہایت ادب اور عاجزی کے ساتھ جناب کی توجہ ہز میجسٹی کی مسلمان رعایا کے اُس غم وغصہ کی طرف منعطف کرانا چاہتا ہوں جو کہ کوئینز ہال لندن میں مورخہ ۲۹۔ اکتوبر سنہ ۱۹۱۹ء کو بائیسکوپ کے ذریعے ملک آرمینیا کے مظالم کی رپورٹوں کو دکھانے سے پیدا ہو گیا ہے۔ اسمیں قتل و خونریزی کو اسلام کا ایک لابُد نتیجہ بتایا گیا ہے۔ اور مسلمانوں کو جنگجو اور سفاک دکھایا گیا ہے۔ اس قسم کے مظالم اور بُرے کاموں کی نہ تو حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا مذہب (یعنے اسلام) اور نہ ہی حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا مذہب اجازت دیتا ہے۔ مگر مشرق قریب کے عیسائیوں نے کئی دفعہ مسلمانوں کو ویسی ہی بیدردی سے مارا ہے جیسا کہ اِس بائیسکوپ میں آرمینیا کے متعلق دکھایا گیا ہے۔ اور تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ اُن کو یورپ کی بعض طاقتیں اور سلطنتیں یا در خاص کر رُوس ایسا کرنے پر اُبھارتا رہا ہے۔ ان باتوں کے ہوتے ہوئے آپ بآسانی مسلمانوں کے جذبات اور احساسات کا اندازہ کر سکتے ہیں جن کو کہ اپنے مسلمان بھائیوں کے مصائب اور تکالیف کا علم ہے جو کہ انھوں نے آرمینیوں اور یونانیوں کے ہاتھوں اُٹھائی ہیں۔ اور خاص کر جبکہ وہ بعض آرمینی انقلاب پرستوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ انگلستان اور امریکہ میں اپنی غمناک داستان کو بائیسکوپ کے ذریعے لوگوں کو دکھا دکھا کر روپیہ کما رہے ہیں۔ حالانکہ اس سے کہیں بڑھ کر المناک اور دردناک واقعات اناطولیہ

کے باشندے اور تمام ترکی سلطنت کے باشندے بلکہ میں یہاں تک کہونگا کہ تمام ایشیا کے باشندے آپ کو سُنا سکتے ہیں۔ اور جن میں کہ وہ اب تک مبتلا ہیں +

سو میں اُس نے تعصبی اور مذہبی آزادی کا واسطہ دے کر جس کی وجہ سے انگلستان نیکنام ہو چکا ہے۔ اور جس کا کہ اسلام میں بھی صد درجہ پاس کیا جاتا ہے آپ سے عرض کرتا ہوں کہ مہربانی فرما کر آپ اپنے اثر کو کام میں لائیں۔ اور اس جھوٹے اور رنجدہ سلسلے کا قلع قمع کر کے ہم کو مشکور فرمائیں +

مَیں ہوں آپ کا وغیرہ وغیرہ

مورخہ ۵ نومبر سنہ ۱۹۱۹ء صدرُالدین

دوسرا خط

ازطرف مولوی صدرالدین صاحب امام مسجد ووکنگ انگلستان مورخہ ۲۱۔ اکتوبر سنہ ۱۹۱۹ء

بخدمت دی آنریبل لفٹنٹ کرنل ایڈورڈ سی۔ لٹل۔ ۶۱۸۔ فریمین سٹریٹ۔ شہر کنساس صوبجات متحدہ امریکہ

جناب من۔ آپ کی اُس تقریر میں جو کہ آپ نے ۷ فروری سنہ ۱۹۱۸ء کو کی اور جو کہ (Congressional Review) مورخہ ۹ مارچ سنہ ۱۹۱۸ء میں شائع ہوئی اور بعد میں ایک ٹریکٹ کی صورت میں بھی شائع کی گئی۔ اور جو کہ مجھے آج موصول ہُوئی ہے۔ مَیں نہایت افسوس سے محسوس کرتا ہوں۔ کہ آپ نے اسلام کے متعلق سخت غلط فہمی پھیلائی ہے۔ آپ کے خیال کے مطابق "قرآن مجید اگر اسکو ٹھیک طور پر سمجھا جائے ہر ایک عیسائی کو ایک مجرم تصور کرتا ہے۔ اور اس کے قاتل کو ہر ایک ذمہ سے بری قرار دیتا ہے"۔ ایک مسلمان بچہ جس کو بچپن سے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور تمام کتب الٰہیہ مثلاً توریت۔ انجیل قرآن مجید وغیرہ پر ایمان لانا سکھایا جاتا ہے۔ وہ جب اس عبارت کو پڑھیگا تو نہایت حقارت سے ہنس دیگا۔ کیونکہ آپ نے ایک ایسی بات لکھی ہے جس کو

اسلام سے کوئی مس ہی نہیں ہے۔ اور آپ نے اسلامی فیاضی فراخ دلی اور بے تعصبی کی سخت ہتک کی ہے ہمارے نبی کریم صلے علیہ وسلم نے ہمیں ایسی مذہبی آزادی اور بے تعصبی سکھائی ہے جس کو اور لوگ نہیں پہنچ سکتے تمہیں مسلمانوں کے اصل عقیدے اور خیال کا یقین دلانے کے لئے میں قرآن شریف کی ایک آیت نقل کرتا ہوں جسمیں مسلمانوں کو حکم ہوتا ہے کہ دوسرے لوگوں کو سنادیں :-

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۡ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ

(سورۃ البقرۃ رکوع ۱۶) **ترجمہ** (مسلمانو! تم یہود و نصاریٰ کو یہ) جواب دو کہ ہم تو اللہ پر ایمان لائے ہیں اور (قرآن) جو ہم پر اترا (اُس پر) اور (صحیفے) جو ابراہیمؑ اور اسمعیلؑ اور اسحٰقؑ اور یعقوبؑ اور اولاد یعقوب پر اُترے (اُن پر) اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو جو (کتاب) ملی (اُس پر) اور جو (دوسرے) پیغمبروں کو اُن کے پروردگار سے ملا (اُس پر) ہم اِن (پیغمبروں) میں سے کسی ایک میں بھی (کسی طرح) جُدائی نہیں سمجھتے اور ہم اُسی (ایک خدا) کے فرمانبردار ہیں"۔

اس بے تعصبی اور مذہبی آزادی کا سبق سکھلانے میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے دل کا حال معلوم ہوتا ہے کہ وہ کس قدر صاف اور پاک تھا عقل کا تقاضا یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمام جہانوں اور لوگوں کا رب اور پروردگار مانا جائے جو کہ انکی جسمانی پرورش کے ساتھ روحانی پرورش بھی کرتا ہے۔ کیونکہ مسلمان اللہ تعالیٰ کو رب العالمین مانتے ہیں۔ اسلئے قدرتاً وہ اسکو تمام جہانوں کا روحانی ہادی یقین کرتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں وہ تمام پیغمبروں پر ایمان لاتے ہیں۔ اور کتب الٰہیہ پر یقین رکھتے ہیں سیوم حضرت ابراہیمؑ حضرت موسیٰؑ حضرت عیسیٰؑ اور دوسرے نبیوں کو ویسا ہی رسُول اور نبی مانتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو یہی وجہ ہے کہ جب کبھی ہم اُن کا ذکر کرتے ہیں۔ یا اُن کا نام سنتے ہیں تو علیہ السلام کہتے ہیں (یعنی خدا کی سلامتی اور

رحمت اُن پر ہو) سو اسلامی بے تعصبی اور فراخدلی ایک تسلیم شدہ امر ہے اور ہر ایک سچے مسلمان کے دِل میں اسکی جڑیں موجود ہیں۔ اب تم آسانی سے اندازہ لگا سکتے ہو کہ تمہارے الفاظ نے اُن کو کہانتک صدمہ اور رنج پہنچایا ہوگا +

ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اِس سے بھی ایک قدم آگے بڑھایا۔ آپ نے حضرت عیسیٰؑ کی پیغمبرانہ حیثیت کو بچانے کا بیڑا اُٹھایا۔ اور اس کو نہایت تندی اور کامیابی سے سرانجام دیا یہودی حضرت عیسیٰؑ کو بہت بُرا بھلا کہتے اور بُرے ناموں سے یاد کرتے تھے اور کرتے ہیں۔ قرآن مجید اس بات سے بیخبر نہ تھا۔ اور نہ ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جیسے ایک پیغمبر کی بیعزتی پر خوش ہوتے تھے۔ بلکہ آپ اُن کی حمایت میں کھڑے ہو گئے۔ ان کی پوزیشن کو صاف کیا۔ اور اُن پر اور ان کی والدہ حضرت مریمؑ پر جتنے اعتراضات اور اتہام لگائے جاتے تھے ان کو غلط اور جھوٹا قرار دیا۔ اور اس بات کو ثابت کر دکھایا کہ آپ (نعوذ باللہ) ولد الحرام نہ تھے۔ اور آپ کی والدہ ایک نہایت باعصمت اور پاکدامن خاتون تھیں۔ اور آپ خدا کے سچے رسول تھے سُورۃ البقرۃ کی ۸۱ویں آیت اور سُورۃ آل عمران کی ۴۰ ویں سے ۵۲ ویں آیات کو پڑھو تو تمہیں خود معلوم ہو جائیگا۔ کہ قرآن کریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کتنا بلند مرتبہ عطا فرمایا ہے۔ اور یہ اُن آیات میں سے چند ہیں جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عادی اور رتبہ کا ذکر کیا گیا ہے سورۃ المائدہ کی ۷۵ ویں آیت میں حضرت مریمؑ کی عصمت اور پاکدامنی کا ذکر کیا گیا ہے اور ۸۵ ویں آیت میں عیسائیوں کے متعلق اِس طرح کہا گیا ہے

وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُمْ مَوَدَّةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارَىٰ ذَٰلِكَ بِأَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيسِينَ وَرُهْبَانًا وَأَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ؕ

ترجمہ:۔ "اور مسلمانوں کے ساتھ دوستی کے اعتبار سے سب لوگوں میں اُن کو قریب تر پاؤ گے جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں۔ یہ اس سبب سے ہے کہ اُن میں عُلماء اور مشائخ ہیں اور یہ کہ یہ لوگ تکبر نہیں کرتے" +

اور کئی جگہ انجیل مقدس کو نور اور ہدایت کا جامع قرار دیا گیا ہے۔ سو یہ بات دیکھکر

ہمیں سخت تعجب اور افسوس ہوا ہے کہ تم نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اُن احسانات کے عوض جو کہ آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام و حضرت مریم علیہا السلام اور انجیل مقدس اور عام عیسائیوں پر کئے ہیں اُن کو بدنام کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عرب کے شہنشاہ ہو گئے تو آپ کی نیک فطرت اس سے ظاہر ہوتی ہے۔ کہ آپ نے عیسائیوں اور یہودیوں سے نہایت مہربانی کا سلوک کیا۔ اور ان کو کامل مذہبی آزادی عطا فرمائی اور واشنگٹن ارونگ جو کہ ایک مشہور امریکن اہل قلم ہے اسکی کتاب پڑھ کر آپ کو علم ہوگا۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کس عزت اور تعظیم سے عیسائی اور یہودی وفدوں کو شرف باریابی بخشا کرتے تھے۔ آپ نے ملک نجران کے عیسائی وفد کو مسجد کے اندر اُتارا اور ان کو وہاں اپنا گرجا کرنے کی بھی اجازت دیدی۔ میرے خیال میں ایک حاکم اپنی دوسرے مذہبوں کی رعایا پر اس سے بڑھ کر کوئی مہربانی اور عزت نہیں کر سکتا۔ میری دلی خواہش ہے کہ مغربی ممالک کی مہذب قومیں بھی اس نمونے اور مثال کی پیروی کریں۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی فراخدلی صرف اُس عیسائی وفد کو مسجد میں اُتارنے پر ہی ختم نہیں ہو جاتی بلکہ آپ نے ان کو ایک فرمان عطا فرمایا جس کے ذریعے سے اُن کو کامل مذہبی آزادی حاصل ہو گئی۔ اور اسمیں مسلمانوں کو بھی کہا گیا تھا۔ کہ اگر ضرورت پڑے تو عیسائیوں کو ان کے گرجوں کی مرمت کرنے میں مدد دیں۔ ان باتوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیا بلحاظ ایک مذہبی اور رُوحانی پیشوا ہونے کے اور کیا بلحاظ ملک عرب کی تمام قوموں اور قبیلوں کے شہنشاہ ہونے کے فراخدلی فیاضی کو بہت کام میں لاتے تھے۔ کیا تم ان خوبیوں کی اس سے بڑھ کر کوئی اور مثال بیان کر سکتے ہو؟ اور کیا تمہارے اِس بیہودہ بیان سے بڑھ کر کوئی اور ہتک اور ناپاک بہتان ہو سکتا ہے؟

مجھے یقین ہے۔ کہ تم ایک دیانتدار امریکن ہونے کی وجہ سے اپنی غلطی کو تسلیم کر لوگے جو کہ حقیقت میں بہت خطرناک ہے۔ مگر صرف اپنی غلطی کا اقرار یا اُس پر افسوس کا اظہار اِس خطرناک غلطی کی کافی تلافی نہیں کر سکتا۔ تم نے کھلم کھلا اور

عام لوگوں کے سامنے ہم پر یہ بہتان باندھا تھا۔ اب شرافت اور انسانیت کا یہی تقاضا ہے۔ کہ تم اس غلطی کا اقرار بھی لوگوں کے سامنے ہی کرو۔ اور اس صدائے احتجاج کو بھی شائع کرو۔ جو کہ میں نے اسلامی دنیا کی طرف سے بلند کی ہے +

آپ کا وفادار

صدرالدین

اخوت

ازقلم جناب مارمیڈیوک پکتھال صاحب

"اے لوگو میری بات سنو اور اُسے سمجھو تمہیں معلوم رہے کہ تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ تم ایک برادری کے سلسلہ میں پروئے ہوئے ہو۔ تم میں ایک کی چیز دوسرے کے لئے حرام ہے جب تک وہ خود اپنی خوشی سے نہ دے پس بے انصافی اور ظلم سے پرہیز کرو۔"

یہ الفاظ ان پاک نصائح میں سے لئے گئے ہیں جو ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری حج مکہ (حجۃ الوداع) کے موقعہ پر کوہ عرفات پر سے اپنی تمام مسلمان برادری کو کیں۔ کوئی ایک نفس بھی یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ ان نصائح کا اثر لوگوں پر کچھ بھی نہیں ہوا اور وہ بے سود گئیں۔ کیونکہ اُن کا بدیہی ثبوت ہمیں ہر وقت نظر آتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا بھر میں امیر و غریب سیاہ و سفید سانولی اور زرد رو قوموں کی سچی برادری سوائے اسلام کے کسی جگہ بھی دکھائی نہیں دیتی +

یورپ کے تمام انقلاب پسند لوگ آزادی مساوات اور برادری کے لئے شور مچا رہے ہیں۔ آزادی۔ ہمیں کوئی شبہ نہیں کہ بذاتہ ایک نہایت عمدہ چیز ہے لیکن کسی مہذب قوم میں یہ اس امر کی مقتضی ہے کہ دوسری قومیں بھی آزاد ہوں۔ مساوات کو کہ ہر ایک شخص یا ہر ایک قوم کے لئے ترقی کا یکساں موقعہ ہونا چاہئے ایسے قانون کی شکل میں نہیں

دیکھنا چاہیئے جس کی پابندی بڑی سختی سی کیجائے۔ یہ صرف ہمارا نصب العین ہونا چاہیئے اور ہر ایک خردبشر مانتا ہے کہ یہ ایک ضروری بات ہے لیکن قانون قدرت اس قسم کی مساوات کے خلاف نظر آتا ہے۔ اسلئے یہ امر ناممکنات میں سے ہے۔ اور یہ صرف خیالی بات ہے۔ البتہ اخوت بذاتہ قائم ہے جہاں کہیں بھی ایسے لوگ موجود ہوں جن کے خیالات ایکدوسرے سی ملتے ہوں وہاں اخوت کا ظہور نظر آتا ہے۔ اسلامی سلطنتوں میں جو ابتدا میں دیگر آزاد قوموں کے لئے ایک نمونہ کے طور پر تھیں گذشتہ چند سالوں تک بھی بہت ہی کم آزادی تھی۔ وہاں بہ نسبت سابق ہر ایک کو ترقی کا مساوی موقعہ ملتا تھا لیکن جسقدر بھی ملتا تھا وہ اس سی زیادہ تھا جو موجودہ یورپ میں دیا جاتا ہے لیکن باایں‌ہمہ اخوت وہاں دکھائی دیتی ہی اور ہمیشہ اسمیں دکھائی دیگی +

قوم اور فرقہ کی حدبندی عیسائی ممالک کے لئے ایک داغ ہے۔ اور عیسائی مذہب ہی کا ایک نتیجہ قرار دیجا سکتی ہے۔ اور یہ ایک نہایت تعجب انگیز معلوم ہوتا ہے جبکہ ہم خیال کرتے ہیں۔ کہ جناب مسیح جو ناصرۃ کے رہنے والے تھے وہ صرف انکساری اور محبت سکھلانے آئے تھے۔ اور خود بھی وہ اپنی قوم میں متوسط حیثیت رکھتے تھے۔ اکثر عیسائی صاحبان اسبات پر زور دیتے ہیں کہ اس قسم کی اصلاحات کا عیسائیت سے کوئی تعلق نہیں۔ ہم بھی یہ مانتے ہیں۔ کہ ان باتوں کا جناب مسیح سے کوئی تعلق نہیں لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عیسائیت کا جناب مسیح سے کیا تعلق ہے۔ اس قسم کے قومی اور فرقہ بندی کے تعصبات اگر کسی رنگ میں بھی عیسائی مذہب سے وابستہ نہیں تو پھر یہ بتلایا جائے کہ عیسائی ممالک میں یہ کیوں بڑے شد و مد سے اپنا اثر دکھلا رہے ہیں۔ اور کیوں اسلامی برادری میں یہ معدوم ہے۔ ہاں یہ امر بیشک قابل ذکر ہے۔ کہ مسلمانوں میں طبقہ و فرقہ کا امتیاز تو ضرور ہے لیکن فرقہ بندی کے تعصبات ان میں کالمعدوم ہیں اور ہر طبقہ و حیثیت کے مرد و زن آزادی سے ایکدوسرے کے ساتھ ملتے اور گفتگو کر سکتے ہیں۔ ان تعصبات سے اہل انگلستان کے وہ لوگ بھی اپنے مدعا تک نہیں پہنچ سکتے جو ان سے بچنا چاہتے۔ اور ان حدبندیوں کو نفرت سے دیکھتے ہیں۔ میں نے

یہاں خاص طور پر انہیں لوگوں کا ذکر کیا ہے جو تعصبات سے بچتے اور انہیں قبیح خیال کرتے ہیں - کیونکہ مجھے کوئی بھی ایسا انقلاب پسند دکھائی نہیں دیتا - جیسے طبقۂ امراء کے کسی ایک شخص کے ساتھ بھی برادرانہ محبت ہو لیکن یہ اسلام ہی ہے اور اسی کی برکت عظیم ہے جس کی وجہ سے کسی انگریز کو اس دیوانہ پن سے نجات مل سکتی ہے اور اسمیں بردباری اور وسیع نظری پیدا ہو جاتی ہے - وہ ہر فرقہ کے دعاوی کو سُنکر خوش ہوتا ہے - اور انکی استعداد کے مطابق انہیں قبول بھی کرتا ہے اور ساتھ ہی ان لوگوں کی بھائیوں کی طرح سے عزت بھی کرتا ہے جن کا طریق عمل اس کے لئے اسکی خوشی کا موجب ہوتا ہے - اور اسبارے میں وہ کسی فرقہ - قوم اور رنگ کا لحاظ نہیں رکھتا - میں بھی انگریزی فوج میں سے آیا ہوں - جہانتکہ تینتالیس برس کی عمر میں گویا میں ہر ایک قسم کے لوگوں کے درمیان جکڑا ہوا تھا - لیکن اس اسلامی نکتہ خیال سے جو خدا کی طرف سے ہی عطا ہوا ہے مجھے بہت تسکین ایسی جگہ ہوئی جہاں کہ میں ضرور نہایت دُکھی ہوتا +

اُخوت کا خیال جو اسلام کے اندر پوشیدہ ہو قائم ہے مجھے بعض اوقات معجزہ سے کم معلوم نہیں ہوتا - اس سے اُس انسان کو بھی راحت ملتی ہے جو ایسے حالات میں مبتلا ہو جن سے ہر طرح اُسے دُکھ پہنچتا ہو - میں نے خود اپنے دل سے کئی بار پُوچھا ہے کہ مجھے اس خوشی کا اس وقت پتہ کیوں نہیں چلا جبکہ میں عیسائی تھا - اس کا جواب عجیب نظر آئیگا - اور آپ میں سے بعض اُسے تکلف کا جواب خیال کریں گے لیکن میرا ایمان ہے کہ عیسائیت نے یعنے وہ عیسائیت جو مجھے بچپن میں سکھلائی گئی تھی - یوم الآخر یعنے روز جزا و سزا کا عملی طور پر خاتمہ کر دیا ہے + آپنے قرآن شریف کی ان آیات کو سُنا ہوگا -

ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا والنصٰری والصابئین من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر وعمل صالحاً فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون +

مسیحی لوگ کسی وقت یوم الآخر پر ایمان رکھتے تھے۔ اور خیال کرتے تھے۔ کہ تمام بنی نوع کیلئے ایک روز جزا ہے۔ اور یہ اعتقاد جناب مسیح کی تعلیم کا ایک جزو تھا۔ لیکن اس مسئلہ کے اعلان سے کہ ایک خاص قسم کے اعتقادات رکھنے اور کسی خاص طرز کے رسومات بجالانے سے نجات حاصل ہو سکتی ہے کلیسیاء نے رسمی طور پر روز جزا و سزا کے مسئلہ کو قائم رکھ کر اپنے پیروؤں کے لئے یوم الآخر کو ایک فرضی بات قرار دیدیا ہے۔ اور اس صورت میں بعض لوگ تو خداوند کے حضور خاص حقوق حاصل کئے ہوئے پیش ہونگے۔ پس ان حالات کے موجودگی میں برادری و اخوت کا تو نام و نشان ہی نہیں رہتا۔ اور پھر وہ عیسائی جس نے ان خیالات کے درمیان پرورش پائی ہو کیسے خوش رہ سکتا ہے جبکہ وہ جانتا بھی ہو کہ تمام دُنیا بھر میں غیر عیسائی لوگ بھی ہیں۔ جو اس کے ایمان کے مطابق ہمیشہ کیلئے دکھ میں رہینگے۔ کیا یہ بھی ایک فرضی نتیجہ نہیں نکالا گیا۔ خدا کا فیصلہ و آخری حکم تو ایک معمولی رسم کی صورت میں دکھلایا گیا ہے۔ گویا کلیسیا کے فیصلہ کی وہ باضابطہ طور پر منظوری عطا کرتا ہے۔ اگر کوئی عیسائی ایسا پایا جائے جو اس بات پر خوش ہو کہ وہ بعض اصولوں اور رسوم کی بدولت یقیناً نجات حاصل کریگا۔ اور لکھو کھہا مخلوق خدا بالضرور ملعون قرار دی جائے۔ تو کیا اس قسم کے شخص میں برادری و اخوت کی رُوح کے ذرہ بھر بھی پائے جانے کا احتمال ہو سکتا ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ ان لوگوں کو یہ تعلیم دیجاتی ہے کہ وہ ہمیشہ یہ ذکر کریں کہ اے ہمارے باپ جو آسمان پر ہے۔ خدا کو استعارتاً باپ کہا گیا ہے۔ کیونکہ اس نے تمام مخلوق کو پیدا کیا۔ اور میرے خیال میں جناب مسیح نے بلا شک و شبہ انہیں معنوں میں اپنے حواریوں کو یہ دعا سکھلائی تھی لیکن آپ خیال کریں کہ اب اسے کیا رنگ دیا گیا ہے۔ گویا وہ ایک جسمانی باپ ہے جو اپنے ہی خاندان میں بعض کا طرفدار بن کر دوسروں کا جو ان سے اتفاق نہیں رکھتے مخالف ہو گیا ہے اور باقی دُنیا جہان کے سب لوگوں کے خلاف اس کے دل میں سخت غصہ ہے۔ پس جو معنی جناب مسیح نے لفظ باپ کے لئے وہ تو قانون قدرت کے عین مطابق ہیں لیکن دوسرے معنے جو کلیسیا نے اختراع کئے وہ خلاف فطرت ہیں۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ جو خدا تعالےٰ کے

اکرام وانعامات نظام قدرت میں سب مخلوق پر یکساں ہیں +

ہمارے آقا حضرت محمد صلعم نے عیسائیوں کی اس غلطی کو دیکھا اور اسی وجہ سے آپؐ نے اللہ تعالیٰ کی نسبت ذکر کرتے ہوئے ہمارے باپ کے الفاظ ہی استعمال نہیں کیئے تاکہ آپؐ کے متبعین اسی قسم کی گمراہی میں نہ پڑ جائیں۔ اور اسی وجہ سے ہم مسلمان اس قسم کے الفاظ سے گریز کرتے ہیں۔ اور ان سے کوسوں بھاگتے ہیں۔ گو جناب مسیح کی متذکرہ بالا دُعا کے الفاظ پر کسی مسلمان کو دل میں ذرہ بھر بھی اعتراض پیدا نہیں ہو سکتا۔ اور یہ دُعا تو درحقیقت اسلامی دعا ہے ہاں البتہ اسمیں ان مسائل کا نام ونشان نہیں ملتا جن کی وجہ سے عیسائی لوگ اسلام سے دُور جا پڑے ہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ جناب مسیح ایک مسلمان پیغمبر تھے جو مذہب انہوں نے لوگوں کو بتلایا اور جس قسم کی زندگی وہ چاہتے تھے کہ لوگ بسر کریں وہ آج کل عیسائیت میں پائی نہیں جاتی۔ ہاں اسلام میں ضرور ہے عیسائیوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کا زیادہ حق ہے کہ وہ ہمارا باپ جو آسمانوں پر ہے کہکر دُعا مانگیں۔ کیونکہ اُن میں انسانی برادری کا سچا خیال موجود ہے۔ جسے عیسائیوں نے رد کر دیا ہے۔ اور یہ خیال برادری اللہ تعالیٰ کے کُل مخلوق کے باپ ہونے پر دارومدار رکھتا ہے گو ہم یہ الفاظ کبھی استعمال نہیں کرتے لیکن اس کا مفہوم ہمیشہ ہمارے ذہن میں ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے بعض قوانین باندھ دیئے ہیں جن کا ہمیں علم ہے۔ اور ان پر کاربند ہونے کے لئے ہم ہمیشہ کوشاں ہیں۔ ہم فطرتاً ان سب کو بھائی خیال کرتے ہیں جو ان قوانین کو مانتے اور ان کی عزت کرتے اور ان پر عمل پیرا ہونے کیلئے ساعی ہیں۔ تمام وہ لوگ ہمارے بھائی ہیں جنہیں اُس باپ سے محبت ہے جو ہم سب کا مشترکہ ہے۔ اور جس سے تمام چیزیں ظہور پذیر ہوئی ہیں۔ اور جنہیں اپنے اعمال کے مطابق اُسی کے آخری فیصلہ وحکم کا انتظار ہے۔ اس قسم کے لوگوں کے لئے قرآن شریف کا یہ حکم ہے +

فلا خوفٌ علیهم ولا هم یحزنون

مجھے اس بات کا علم نہیں کہ حاضرین جلسہ میں سے کونصاحب حکومت خود مختاری اور

کون صاحب جمہوری سلطنت پسند کرتے ہیں لیکن جہاں کہیں خدائی حکومت مانی گئی ہے وہاں اس بات کی پرواہ نہیں کیجاتی کہ آیا دنیاوی سلطنت ایک شخص کے ہاتھ میں ہے یا بہتوں کے کیونکہ دنیا کے زبردست حاکم الحاکمین کے دربار میں اور اس کے فیصلہ کے دن کا خوف کرتے ہوئے ایک جابر خود مختار بھی ایک غریب سے غریب رعیت کا بھی حقیقت میں بھائی بنجاتا ہے اگر جمہوریت کے متعلق رائے قائم کرنا چاہتے ہو تو فرنچ یا رشین ایوولیوشن (انقلاب فرانس یا روس) کا جو کہ حال ہی میں ظہور میں آئی۔ اس بڑے سے بڑے انقلاب سے جو دنیا میں پیدا ہوا مقابلہ کرو۔ میرا مقصد انقلاب عظیم سے اسلام کی آمد ہے جو ہمارے پاک پیغمبر صلعم کی تعلیم کا نتیجہ ہے۔ ان ہرسہ انقلابات کی وجہ سے لاانتہا لوگ دفعتاً پرانے طرز کی جکڑ بندیوں اور قیود سے آزاد ہو گئے۔ اور اُن کا سابقہ زندگی کے ایک بالکل نئی طرز کے انداز سے جا پڑا ان تینوں حالتوں میں ہم دیکھتے ہیں کہ اخوت اور برادری کی ضرورت نظر آتی ہے لیکن اس کا کیا باعث ہے کہ پہلی دونوں صورتوں میں بیرحمی خونریزی اور بدنظمی نمایاں طور پر دکھائی دیتی ہے۔ اور کیوں اسلامی انقلاب ان تمام مکروہات سے مبرا رہا ہے۔ روسی اور فرانسی انقلاب پسندوں نے ایسی سلطنتیں قائم کیں جنہیں برقرار رکھنے کے لئے بہت سخت اور ظالمانہ طریق اختیار کرنا پڑے لیکن مسلمانوں میں کسی قسم کی حکومت کی مشین موجود نہ تھی۔ اور باایں ہمہ ان میں ایک کامل درجہ کا نظم تھا۔ اور اس سے بڑھ کر یہ لطف ہے کہ وہ بالکل مطمئن اور خوش تھے۔ اسکی وجہ صاف ہے۔ وہ سب برادری و اخوت کے پلیٹ فارم پر کھڑے تھے۔ اور یہی اخلاق کا ایک مشترکہ اصول ہے جسے سب نے قبول کر رکھا تھا۔ اس کا دوسرا باعث یہ ہے کہ یہ سب لوگ تمام جہان کے باپ کی رضا پر کامل انحصار رکھتے ہیں۔ ایکدوسرے کے سچے بھائی ہیں۔ اور ان کا ایمان کامل یوم الدین پر ہے ۔

بعض احباب کا خیال ہے کہ یوم آخرت پر ایمان لانا ایک پرانا خیال ہے۔ اور بعض تو اس قسم کے ایمان کو خطرناک خیال کرتے ہیں۔ خیر مجھ سے اگر پوچھا جائے تو میں تو ایک ذرہ بھر بھی کسی عورت یا مرد کی پرواہ نہیں کرتا جو دانستہ یا نادانستہ روز جزا و سزا کا قائل نہیں ہر ایک شخص خواہ وہ مرد ہو یا عورت جو کسی قسم کا بدفعل کر کے کامیابی حاصل کرتے کے

بجائے کسی قسم کی ملازمت یا تکلیف کی زندگی بسر کرنا پسند کرتا ہی یا لوگوں کی تعریف کی پرواہ نہ کرکے لغیر کسی معاوضہ کے بڑی کوشش سی کوئی کام کرتا ہی۔ ایک ایسے فیصلہ کی انتظار میں ہی جو کہ نہایت ہی ارفع اور پاک ہی جو کسی انسان سے تعلق نہیں رکھتا اور جو خداوند کریم ہی کی درگاہ سی صادر ہو سکتا ہے۔ میں اس پر یہاں بحث نہیں کرتا کہ اس رویّہ سی ان لوگوں کی غرض وغایت کیا ہی۔ اور میرے خیال میں ان میں بہت سے ایسے بھی ہیں جو اپنے اس طرز عمل کی وجہ بھی بیان نہیں کر سکتے۔ مجھے اس بات کی بھی پروا نہیں کہ وہ لوگ مسلمان ہیں یا عیسائی یا دہریئے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ سب فی الحقیقت یوم الآخرۃ پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور قرآن شریف کی آیت بالا یعنی فلا خوف علیھم ولاھم یحزنون ان پر عائد ہو سکتی ہے +

اب ذرہ یوم الاخر کے اعتقاد کے خطرناک ہونے پر غور کرتا ہوں میرے نزدیک تو ان تمام اصولوں اور مسئلوں سے جو نوع انسان نے قبول کئے ہیں یہ اعتقاد کہیں بڑھ چڑھ کر اپنی خوبی و خوش اسلوبی میں ہی۔ ہاں البتہ اگر کوئی انسان جج ہوتا جو ایسی ہستی جو انسان سی ہو بہو مشابہت رکھتی ہو جج ہوتی تب البتہ خطرے اور فکر کی گنجائش ہوتی کیونکہ اس صورت میں بے انصافی کا ڈر ضرور رہتا۔ کوئی انسان اس قابل نہیں کہ وہ کسی مجرم کے حالات و واقعات جرم کے متعلق فیصلہ دینے میں موروثی اثرات کا اندازہ کامل طور پر کر سکے۔ اور کوئی انسان ان حالات کو بھی نہیں جان سکتا جو کسی مجرم کے جرم کی سنگینی کو کم کرنے میں مدد دیں۔ اور وہ البتہ سوائے اُس غائب دان خدا کے کسی اور کو معلوم نہیں۔ کیا کوئی انسان کا بچہ اس خدا کے دربار سی بے انصافی کا خطرہ رکھ سکتا ہی جس نے زمین و آسمان بنایا۔ اور جسے مخلوق کی کمزوریوں اور تحریصات و ترغیبات کا علم ہی اور جو انہیں ایسا اچھی طرح جانتا ہے کہ مخلوق خود بھی اپنے تئیں نہیں جانتی۔ اور پھر اس پر یہ بھی ہی جیسا کہ ہم تمام مسلمان جانتے ہیں کہ وہ دانا و بینا خدا پُر از رحم بھی ہی۔ پس یہ مسئلہ جس پر اس قدر رنج و غصہ ظاہر کیا گیا ہی تمام بنی نوع انسان کے لئے امید افزا ہے +

میری رائے میں جو خطرہ یا نفرت اس مسئلہ کی طرف سے بعض سمجھدار لوگوں کے دل میں ہے وہ محض غلط فہمی کی وجہ سے ہے۔ وہ آخری فیصلے اور اُن خوفناک سزاؤں کو ایک ہی سمجھتے ہیں جو ہر ایک مقدس کتاب میں شریروں کے لئے لکھی گئی ہیں۔ ان کے نزدیک یہ سزائیں گویا ہر فرد بشر کے لئے مقرر کردیگئی ہیں۔ لیکن ایسا نہیں۔ اور نہ ایسا ہو سکتا ہے کیونکہ وہاں انسان جج نہیں ہیں۔ اُن کا مطلب فقط اسقدر ہے کہ اگر ہم اپنی رُوحانی اور اخلاقی ترقی و بہبودی کے یا اپنے کسی ہمسایہ کی بہتری کے خلاف فلاں فلاں بات کرینگے۔ تو ہم پر زمین و آسمان کے مالک کا عتاب نازل ہونے کا اندیشہ ہے۔ گو وہ باتیں جو ہم انسانی قانون کے خلاف سمجھتے ہیں۔ وہ جرم کی حد تک نہ پہنچیں۔ لیکن پھر میں کہتا ہوں وہاں ہم جج اور انصاف کنندہ نہیں ہیں۔ ہم میں سے ہر ایک کو خداوند تعالیٰ کے فیصلہ کا انتظار ہے۔ اور اگر ہم دیانتداری سے اپنی ذات ہی کا جائزہ لیں تو ہمیں اقبال کرنا پڑیگا کہ محض خدا ہی کے فضل سے ہم بڑے بڑے جرائم کے ارتکاب سے بچتے ہیں۔ کیا اس قسم کے امتحان کرنے کے بعد ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ ہم ان مجرموں سے بہتر ہیں جو ظاہرا طور پر اور عملاً جرم کے مُرتکب ہوتے ہیں پھر کیا ہمیں اور ایسے مجرموں کو اس خدا سے جو انسان کے دِل کے بھید جانتا ہے یکساں رحم کی درخواست کرنے کی ضرورت نہیں +

بادشاہ اور گدا۔ امیر اور غریب خواندہ اور ناخواندہ سب خدا کے رُوبرو ایک ہی طرح پیش ہونگے۔ کوئی حکمران اپنی طاقت و جبروت سے فائدہ نہ اُٹھا سکیگا۔ اور کسی عالم کو اسکی تعلیم کا فائدہ نہ پہنچیگا۔ اِلّا اس صورت میں کہ انہوں نے اپنی طاقت و جبرُوت اور تعلیم کو بھلائی کے لئے استعمال کیا ہو۔ پس اسلامی اخوت و برادری کی یہی اصل اور صحیح بنیاد ہے۔ ہمارا فیصلہ اس خیال سے نہ ہوگا۔ کہ ہم کسی خاص اتفاق سے کسی خاص فرقہ یا قوم سے تعلق رکھتے ہیں یا اتفاقاً دولتمند ہوگئے ہیں۔ لیکن اپنے افعال سے خواہ وہ نیک ہوں یا بد۔ پس اس مشترکہ قسمت اور مساوات کا اعتراف اور اقبال کرنے کی حالت میں ہم ایک دوسرے سے کیسے جُدا رہ سکتے ہیں۔ اور کس طرح ایک دوسرے کو نفرت کی نظر سے دیکھ سکتے ہیں +

اسلامی اخوت کا ایک اور بھی پہلو ہے جو آجکل کے حالات کو مدنظر رکھ کر ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اسلام نے ہمارے خیال میں قومیت کو جڑھ سے اکھاڑ ڈالا اور پُرجوش حُبّ الوطنی کو اس نے جرم قرار دیا۔ ہندوستانی مسلمان ایک مصری یا مغربی افریقہ کے مسلمان کا بھائی ہے۔ اگر کسی دوسرے مذہب کا شخص اس سے قومیت کا سوال کرے۔ تو وہ یہ جواب نہ دیگا۔ کہ میں ہندوستانی ہوں بلکہ کہیگا کہ میں مسلمان ہوں۔ کیونکہ دوسرے اسکے مذہب کو جانتے ہی ہیں۔ میں نے انگریزوں کو مسلمانوں کی نسبت کہتے ہوئے سنا ہے کہ ان میں حُبّ الوطنی نہیں بلکہ وہ صرف مذہبی جنون رکھتے ہیں لیکن مذہبی جنون سے ان لوگوں کا مطلب اپنے مذہب کے لئے پُرجوش احترام اور اس کے احکام کی تابعداری کے سواء اور کچھ نہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کس نے زیادہ اچھا کام کیا ہے۔ اور کون زیادہ عمدہ کام کرسکتا ہے جس سے کہ انسان ترقی کرسکے اور باہمی رشتۂ اخوت مضبوط ہو۔ کیا اس قسم کا قومی جوش جو آجکل عیسائیت کا ایک اعلیٰ پولیٹیکل مطمع نظر ہے۔ اور جس کی وجہ سے بڑی بڑی سلطنتیں تو حریص بن رہی ہیں اور چھوٹی سلطنتیں بڑی بھونڈی طرز پر اپنے حقوق جتلا رہی ہیں۔ اور جس کا نتیجہ گذشتہ حال اور آیندہ کی جنگ ہے یا مذہب اسلام جو ان تمام باتوں کو ایک ذلیل و حقیر تصور کرتا ہے۔ اور اسکی جگہ ایک عالمگیر اخوت قائم کرتا ہے۔ اکثر جگہ مسلمانوں کی خراب حالت نے جو بلحاظ موجودہ اصُول حفظان صحت اور انجنیری کاموں کے نظر آرہی ہے۔ اقوام یورپ کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی ہے اور وہ یہ نہیں دیکھتے کہ اسلامی دُنیا یورپ سے تمدنی اور ملکی علوم کے لحاظ سے تیرہ سو سال آگے بڑھی ہوئی ہے۔ اور ان نوجوان مسلمانوں نے بھی جو یورپ میں تعلیم حاصل کرکے ہر ایک یوروپین بات کی بغیر سوچے سمجھے تعریف کرتے ہیں اپنی آنکھیں اسلامی ترقی کے اس نہایت ضروری امر کی طرف سے بند کر رکھی ہیں۔ لیکن یہ نوجوان تھوڑی ہی دیر تک ایسا کریں گے جب تک کہ جوانی کا نشہ دُور ہو۔ ذرہ غور کرنے پر یہ سب طلسم ٹوٹ جائیگا انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ وہ بحیثیت مسلمان اس بات کے پیش کرنے کے لئے مقرر ہیں جس کا پایہ ان تمام باتوں سے بہت بڑھ چڑھ کر ہے جو یورپ میں رائج ہیں۔ پس اگر وہ اخوت کا

اعلےٰ خیال کسی ادنےٰ قومی خیال کے مقابلہ میں چھوڑ دیں گے تو وہ قرآن کریم کے حکم (قال اتستبدلون الذی هو ادنیٰ بالذی هو خیر) کے مطابق کرینگے - اسی طرح جیسا کہ بنی اسرائیل نے کیا جبکہ انہوں نے خدا کی پرستش کو چھوڑا اور سنہری بچھڑے کے آگے سجدہ کیا جو کہ انسانی ہاتھوں کا بنایا ہؤا تھا +

ایک عیسائی کہہ سکتا ہے کہ میں پہلے انگریز یا فرانسیسی یا جرمن ہوں اور بعد میں عیسائی - کیونکہ حقیقت بھی یہی ہے عیسائیت کے غلبہ سے قومیت پیدا ہوئی لیکن اسلام میں اس کے خلاف ہے - اور جو کچھ اسلامی ممالک میں قومیت کے رنگ میں نظر آرہا ہے وہ محض بناوٹی ہے اور دوسرے لوگوں کی تقلید میں کیا گیا ہے - اور اسمیں بیرونی اثر اور دباؤ اور بیرونی زر کا بہت حد تک تعلق ہے - میں قومیت کا ذکر یورپین نکتہ خیال سے کرتا ہوں - اخوت اسلام کا جو حقیقی معنوں میں اسلامی حب الوطنی ہے کئے بار غلطی سے یورپین اخبارات نے قومیت نام رکھا ہے - اور اخوت اسلامی کی تحریک کو جو بعض ایشیائی ممالک میں ہوئی ہے - اُسے غلطی سے قومی تحریک سمجھا گیا ہے - اگر اخوت اسلام کی تحریک میں دست اندازی نہ کیجائے تو یہ یقیناً پُر امن اور ترقی کی طرف لیجانیوالی ثابت ہوگی - اور تعلیم کے ذریعہ ہر ملک میں اسلامی برادری کو عروج دیگی - برعکس اس کے قومی تحریک ایک تکلیف دہ مسئلہ ہے - جس سے تمام دیگر اقوام سے حسد و بغض پیدا ہوتا ہے لیکن مذہب سے اُسے کوئی سروکار نہیں - اسلئے رُوح اسلام سے اُسے کوئی واسطہ نہیں +

ہم مسلمانوں کو اسلئے چاہئیے کہ ہم بڑی سرگرمی اور جوش سے تمام مومنوں کی اس اخوت اور برادری کی حفاظت کریں - میں اس جگہ یہ کہنے کی جُرات کرتا ہوں - کہ بعض انگریز نومسلم بعض اوقات اسلامی دُنیا کے بعض رسوم پر یا بعض ایسے مذہبی فرائض کی باریک تفصیلات پر گھبرا جاتے ہیں جنہیں ہمارے مشرقی بھائی بہت ضروری خیال کرتے ہیں - لیکن اگر آپ میں سچا اسلامی جوش ہے تو آپ اپنے بھائی کی خاطر اِن چھوٹی باتوں کا بھی بہت خیال رکھیں گے - کیونکہ وہ اُن سے محبت رکھتا ہے وہ باتیں ممکن ہے بہت چھوٹی ہوں لیکن ایک میخ یا کیل بھی تو چھوٹی ہوتی ہے لیکن یہ سب چھوٹی چھوٹی

چیزیں ہم سب کو اکٹھے جکڑے رکھتی ہیں +

اشاعت اسلام ٹریکٹ نمبر ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

ترجمہ:- اور تم میں ایک ایسا گروہ موجود رہا کرے (جس کا کام یہ ہو) کہ وہ لوگوں کو بھلائی کی طرف بُلاتا رہا کرے۔ اور انہیں اچھے کام کرنے کیلئے کہتا رہے اور بُرے کاموں سے روکتا رہے اور یہی تو وہ ہیں جو کامیاب ہونگے

برادرانِ اسلام کی خدمت میں ایک ضروری التماس

اقوام عالم میں اس وقت عجیب ہلچل مچی ہوئی ہے۔ ترقی ترقی کی صدائیں ہر طرف سے آرہی ہیں (ہر ایک قوم نہایت سُرعت اور تیزی کے ساتھ شاہراہِ ترقی پر چل رہی ہے) مگر مسلمان تنزل اور انحطاط میں پڑے سو رہے ہیں +

برادرانِ اسلام آنکھیں کھولئے اور دیکھئے کہ عظیم الشان انقلاب انسانی زندگی کے ہر شعبہ میں نظر آرہا ہے۔ گذشتہ رسم ورواج پُرانے ترتیب ونظام سب کے سب اُلٹ پلٹ ہو رہے ہیں۔ اور نئی نئی تجاویز نئے نئے سلسلے۔ نئے نئے قوانین اور نئے نئے علوم بنی نوع انسان کی اصلاح اور بہتری کیلئے مُدبّرینِ عالم اور حکمائے زمانہ اختراع کر رہے ہیں۔ اور تمام قومیں بڑی جد وجہد اور سرگرمی کے ساتھ اپنے حالات کو درست کرنے اور بہتر بنانے میں مصروف ہیں مگر مسلمانانِ عالم پر ایک غفلت کا پردہ چھایا ہوا ہے، اور وہ خوابِ خرگوش میں پڑے خراٹے لے رہے ہیں۔ زمانہ برابر تازیانوں سے اُنہیں جگاتا ہے مگر کمبخت نیند کا نشہ ایسا ہے کہ اُترنے میں نہیں آتا۔ یہانتک کہ اب لوگ

مسلمانوں کو ایک مُردہ قوم سمجھنے لگ گئے ہیں۔ اور مہذب متمدن اور شائستہ حلقوں میں مسلمان نفرت اور حقارت سے دیکھے جانے لگے ہیں۔ کیا کارکنانِ قضا وقدر ہم پر ستم کر رہے ہیں؟ کیا قدرت ہم پر ظلم کر رہی ہے؟ کیا خداوندِ عالم جسے ہم ہمیشہ رحمٰن رحیم کہہ کر پکارتے ہیں معاذ اللہ ہمارے لئے بیرحم ہوگیا ہے؟ نہیں! ہرگز نہیں بلکہ یہ سب ہمارے اپنے کئے کی سزا ہے۔ ہمارے اپنے اعمال کا نتیجہ ہے جو ہمیں اس وقت بھگتنا پڑا ہے اور یہ تمام واقعات قرآن کریم کے بتائے ہوئے عالمگیر قوانین کے ماتحت ظہور پذیر ہو رہے ہیں۔ قرآن کریم کی رُو سے انسان بحیثیت انسان کائنات عالم میں ہر وقت اور ہر آن تنزل اور خسارہ میں ہے سوائے ان مسلمانوں کے جو عملی جامہ پہن کر میدانِ کارزار میں کود آتے ہیں۔ اور زندگی کو برقرار رکھنے اور جادۂ ترقی پر گامزن ہونے کے لئے ہر وقت جدوجہد کرتے ہیں۔ زندگی اور ترقی حقیقت میں تہذیب کا لب لباب ہیں اور اگر انسان ترقی کی طرف قدم نہیں اُٹھاتا تو یقیناً نمارِ تنزل کیطرف لڑھکتا جائیگا۔ کیونکہ سکون اور قیام دُنیا میں مفقود ہیں۔ اِس عالمگیر قانونِ فنا سے بچنے کے لئے قرآن شریف نے آیہ ذیل میں چند طریقے بتلائے ہیں +

وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (ترجمہ) زمانہ کی طرف غور کرو۔ انسان حقیقت میں زیاں کار ہے سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے اور صداقت کو پھیلانے کی تلقین کی اور صبر کی تعلیم دیتے رہے +

اِس آیہ کریمہ میں انسانی نجات یا کامیابی کے لئے خداوند تعالیٰ نے چار گُر بیان فرمائے ہیں (۱) ایمان (۲) اعمالِ صالح (۳) اشاعتِ حق (۴) اور صبر +

اب عام طور پر مسلمانوں میں یہ دیکھا گیا ہے کہ وہ اپنی توجہ کو صرف پہلے دو امور میں مقید کر دیتے ہی احکامِ الٰہی کی پوری پابندی سمجھ کر اپنے ہم میں سُرخرو ہو بیٹھتے ہیں۔ حالانکہ ان کے علاوہ دو اور عظیم الشان امور ہیں یعنے اشاعتِ حق اور راہِ خدا میں تمام تکلیفوں کو صبر سے برداشت کرنا جن کو نظر انداز کرنے سے حقیقی کامیابی اور خسران سے مکمل

نہیں مل سکتی۔ ایمان سے مُراد یہ ہے کہ انسان کائنات کے خالق یعنی رب العٰلمین کے وجود۔ اس کے بھیجے ہُوئے نبیوں کی رسالت۔ کتب سماوی کے برحق ہونے اور ملائکہ اور یوم آخرت وغیرہ کو دل سے مان لے۔ اور اعمال صالح سے مُراد نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ وغیرہ کی پابندی ہے۔ نیکوکار سے نیکوکار اور زاہد سے زاہد مسلمان ایمان اور اعمال صالح کی حدود سے آگے نہیں بڑھتا۔ مگر قرآن شریف نے ان کے ساتھ دو اور نہایت عظیم الشان اصولوں پر زور دیا ہے۔ اور حقیقت میں وہ ہماری قومی ترقی کے اصل راز ہیں۔ وہ یہ کہ ہر مسلمان کی یہ تمنا اور خواہش ہونی چاہئے کہ اس کا مذہب یعنی دین متین دُنیا کے کونہ کونہ اور گوشہ گوشہ میں پھیل جائے۔ اور اس کے اندر یہ تڑپ ہونی چاہئے کہ تمام جہان اسلام کا گرویدہ ہو جائے۔ اور اس کے کان تمام اطراف و اکناف سے کلمۂ توحید کے نعرے سُننے کیلئے مضطرب رہنے چاہئیں۔ اور اشاعت اسلام میں اسے نہایت سرگرمی سے ساتھ حصہ لینا چاہئے۔ اور اس کے ساتھ ہی اِس فرض کی انجام دہی میں اسے جو جو تکالیف پہنچیں اور جو جو آلام اور مصائب اس کے سامنے رُونما ہوں وہ سب کے مقابلہ کیلئے نہایت اولوالعزمی۔ جوانمردی۔ جان نثاری۔ استقلال۔ استقامت۔ ثابت قدمی۔ خلوص اور صبر سے تیار رہے۔ جائے بس پھر وہ کامیاب ہو جائیگا۔ اسی مفہوم کو اللہ تعالےٰ آیہ ذیل میں اور بھی وضاحت کے ساتھ فرمایا ہے +

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر واولٰئک ھم المفلحون (چوتھا سیپارہ دوسرا رکوع) ترجمہ۔ اور تم میں ایک ایسا گروہ موجود رہنا چاہئے جس کا کام یہ ہو کہ وہ لوگوں کو بھلائی کی طرف بُلاتا رہا کرے۔ اور اور انہیں اچھے کام کرنے کیلئے کہتا ہے اور بُرے کام سے روکتا رہے اور یہی تو وہ ہیں جو کامیاب ہونگے

میں اِس آیۂ کریمہ کے آخری حصہ کی طرف ناظرین کی توجہ کو مبذول کرتا ہوں جہاں یہ کہا گیا ہے کہ یہی لوگ ہیں جو کامیاب ہونگے۔ لفظ کامیاب حقیقت میں وہ مفہوم ادا نہیں کرتا جو کہ عربی لفظ مفلحٗ ادا کرتا ہے جو کہ قرآن مجید میں مومنوں کیلئے کئی دفعہ استعمال ہوُا ہے۔ فلحٗ کہتے ہیں کسی چھپی ہوئی مخفی۔ پوشیدہ یا دبی ہوئی چیز کو عیاں کرنا ظاہر کرنا۔ یا

باہر لے آنا۔ فلح کے اصطلاحی معنی ہیں چھپی ہوئی انسانی قوائے اور طاقتوں کو ترقی کے اُس درجہ تک پہنچا دینا جہاں کہ وہ اپنی پوری جلالیت۔ عظمت۔ توقیر اور اہمیت کے ساتھ ایسی درخشاں طور پر نظر آنے لگیں کہ تمام دنیا انہیں دیکھے اور اُن سے متمتع ہو۔ قرآن کریم کی تعلیم کی غرض اور مُدعا صرف یہی ہے۔ کہ انسان کو ترقی کے تمام مدارج سے گذار کر عظمت کی چوٹی پر لیجائے۔ اور اُسے دنیا کیلئے مایۂ ناز بنا دے۔ اس مقام تک پہنچنے کی راہ قرآن کریم صرف یہ بتلاتا ہے کہ اشاعتِ حق میں پوری کوشش کرو خلوص دِل اور صاف نیت کے ساتھ قرآن کے احکام لوگوں تک پہنچا دو۔ اُن کو نیک کام کرنے کی ہدایت کرو۔ اور بُرے کاموں سے روکو۔ پھر تم کامیاب ہی کامیاب ہو۔ تم نے حقیقی ترقی کے تمام مدارج طے کر لیئے۔ یہی حبت ہے جو ہر مسلمان کا نصب العین ہے۔ دوسرا امر غور طلب ہمارے لئے یہ ہے کہ آیا موجودہ انقلابات اور تغیرات کو مدنظر رکھتے ہوئے بھی مسلمانوں میں کسی گروہ جماعت یا افراد کی توجہ اشاعتِ اسلام جیسے مہتم بالشان کام کیطرف مبذول ہوئی ہے یا نہیں۔ اور اگر ہوئی ہے تو انہیں کہانتک کامیابی ہوتی ہے اس کے متعلق تمام دُنیائے اسلام میں ہماری نگاہِ تجسس اس مخلص بے لوث۔ بے نفس اور جلیل القدر گروہ پر پڑتی ہے جنہوں نے "اشاعت اسلام بلاد غیر وو کنگ مشن ٹرسٹ" کے زیر اہتمام اس عظیم الشان تبلیغ اسلام کی اسلامی خدمت کو ہندوستان و دیگر ممالک اور خصوصیت سے انگلستان میں سرانجام دینا اپنی زندگیوں کا اولین فرض مقصد و مُدعا قرار دے لیا ہوا ہے۔ جنہوں نے نہایت قلیل عرصہ میں محیر العقول کارنامے کر دکھائے ہیں جس سے ایک دُنیا دنگ رہ گئی ہے۔ جس احسن اسلامی خدمت کو اس جماعت نے سرانجام دینے کا تہیہ کیا ہوا ہے۔ یہ وہ کام ہے جو ہمارے آقائے نامدار سرورِ کائنات خاتم الانبیاء احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے سرانجام فرمایا۔ اور حقیقت میں اسی کام کے لئے حضور کی بعثت ہوئی۔ تاریخ اسلام اور آنحضرت صلعم اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زندگیوں کے کارنامے اس پاک مقصد کی اہمیت کو جتانے کیلئے کافی شہادتیں ہیں +

میری عاجزانہ استدعا اب اس وقت ان مخلص برادران اسلام سے ہے جو کہ اس افضل البشر اور افضل الرسل کے متبعین ہونے کا دعا کرتے ہیں۔ اور کہ جن کی محبت اور جاں نثاری اس پاک وجود کیلئے ان کے اعمال سے آشکارا ہونا چاہتی ہے۔ اور جو کہ اسلام کیلئے ہر طرح کی قربانیاں اور ایثار کرنے کو ہر وقت تیار ہیں اور اپنے خدا کے احکام کے سامنے تسلیم خم کرنا فخر جانتے ہیں حضرات خداوند تعالیٰ نے آپ میں ایسے مخلص افراد پیدا کر دیئے ہیں جنہوں نے کہ دین متین کی تبلیغ کے لئے اپنی جانیں وقف کر دی ہیں۔ اب ضرورت ہے کہ دوسرے مسلمان بھائی انکی ہر طرح سے امداد اور اعانت فرماویں۔ وہ میدان جنگ میں قلم سے لڑنے والے سپاہی ہیں جن کو ہتھیاروں کی ضرورت ہے۔ روپیہ کی ضرورت ہے کیا ان کے بھائی اس قلمی جنگ میں ان کے پشت پناہ بن کر دین اسلام کو تمام ادیان باطلہ پر غالب کرنے میں ممد نہ ہوں گے؟ ضرور ہونگے +

ناظرین کرام! ان مجاہدین کی امداد کوئی ایسا بار گراں نہیں ہے جس کے آپ متحمل نہ ہوسکیں گے۔ خداوند تعالیٰ کسی فرد بشر کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا یعنے اللہ کسی کو اسکی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کرتا حقیقت میں یہی آیہ کریمہ ہے جس نے ان مجاہدین کی ہمتوں کو تقویت دے رکھی ہے اور جس کی بنا پر وہ اہم سے اہم اور خطرناک سے خطرناک مشکل کے سامنے سینہ سپر ہوکر ڈٹ جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ نے تبلیغ کا کام انسانوں کے سپرد کیا ہے۔ اور یہ اُن کی طاقت اور وسعت سے زیادہ نہیں خدا انہیں اس میں ضرور کامیاب کریگا۔ زمانہ کی مخالفتیں۔ لوگوں کی دشمنیاں۔ اپنے اور پرائے کی نکتہ چینیاں ان کو اس کام سے نہیں روک سکتیں۔ کیا آپ اس آیہ کریمہ کے مضمون سے گرم خیز ہوکر ان کی امداد کیلئے استادہ نہ ہوجائیں گے؟ کیا عشق محمدؐ اور محبت اسلام تم میں وہی جوش وہی اخلاص وہی تڑپ اور وہی ولولہ نہ پیدا کردیگی۔ جس نے آج سے تیرہ سو برس پہلے مسلمانان اولین میں ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمانؓ اور علیؓ جیسے لوگ پیدا کردیئے جو ضرورت کے وقت اپنے مال۔ جان۔ عزت اور اولاد کو خدا کی راہ میں ہر وقت

قربان کرنے کو صرف تیار ہی نہیں ہو جاتے تھے ۔ بلکہ کئی دفعہ حقیقۃً قربان کرکے دکھا دیتے تھے ۔ یاد رکھو یہ خدا کے کام ہیں ہر حالت میں ہو کر رہینگے ۔ آپ کو مفت کی شاباش خدا کے ہاں سے ملنے والی ہے ۵

بہ مفت ایں اجر نصرت را دہندت اے اخی ورنہ
قضائے آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا

اخیر میں میں ناظرین کرام کو نہایت مختصر الفاظ میں یہ بتاتا ہوں کہ آپ ووکنگ مشن کی کس طرح امداد کر سکتے ہیں ۔ ووکنگ مشن کے دو رسالے ایک انگریزی اسلامک ریویو انگلستان سے نکلتا ہے اور دوسرا اشاعت اسلام یعنے انگریزی رسالہ کا اُردو ترجمہ لاہور سے جاری ہوتا ہے ۔ یہ ہر دو رسالجات عزیز منزل لاہور سے مل سکتے ہیں ۔ ان دو رسالجات کے چندے ساڑھے پانچ روپے (۵ؔ۸) اور تین روپے (۳) سالانہ علے الترتیب ہیں +

خاکسار ۔ ملنگ احمد بادشاہ بی اے ۔ ۱۶-۷ اسکینڈ لین نیچ مدراس

میں اب کیا کرنا چاہتا ہوں

وما توفیقی الا باللہ

(از قلم جناب خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری)

خدا کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ میری بیماری میں بہت حد تک افاقہ ہوا ۔ کامل صحت اور مفوضہ کام کیلئے مستعدی ابھی کسی قدر دور معلوم ہوتی ہے ۔ ہاں وہ دن انشاءاللہ انشاءاللہ عنقریب ہے ۔ کہ جب میں اس کام کو اس سرگرمی کے ساتھ شروع کرونگا ۔ جو خدا پاک نے محض اپنے فضل و کرم سے میرے سپرد کر دیا ہے ۔ اور جسمیں اس نے محض بطور موہبت مجھے کامیابی عطا فرمائی ہے ۔ میری یہ بیماری ایک طرح باعث برکت ہو گئی ۔ میرے دوستوں نے جن کی اخلاقی اور عملی پشت پناہی سے میں یکہ و تنہا

اس بڑے کام کو آج تک کرتا رہا۔ آخر یہ دیکھ لیا کہ ان کے امدادی ہاتھ کی اب ضرورت پیدا ہو گئی ہے۔ اور مشن کی اہمیت اب بہت سارے ہاتھ چاہتی ہے چنانچہ انہوں نے مجھے مشن کے انتظامی معاملات سے فارغ کرنے کا ارادہ فرما کر مجھے مشورہ دیا کہ میں مشن کو ایک ٹرسٹ کی صورت میں منتقل کر دوں۔ اور اپنی کُل توجہ تبلیغ اور تصنیف کی طرف لگا دوں۔ علاوہ ازیں اسباب کی بھی اس وقت سخت ضرورت ہے کہ ہم مشن کی حدود عمل کو بڑھا دیں۔ اگر منشائے ایزدی ہو تو ایک زبردست مشن امریکہ کو جائے جس صورت میں ووکنگ مشن حضرت قبلہ مولوی صدرالدین صاحب کی سرکردگی میں بفضلہ تعالیٰ خیر و خوبی سے چل رہا ہے (اللہ تعالیٰ انکی ہمت اور کارگزاری میں برکت ڈالے) اور اب ہم نے انجمن اشاعت اسلام لاہور کے دائرہ عمل میں ایک دارالمبلغین کا اضافہ بھی کیا ہے جو کچھ عرصہ کے بعد اور مسلم گریجوایٹوں کو عملاً مبلغین اسلام بنا دیگا۔ تو پھر میں ضروری سمجھتا ہوں کہ صحت پانے پر کسی اور طرف خصوصاً امریکہ کی جانب اپنا رُخ کروں۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔ اس ارادہ کو سامنے رکھ کر ایک مینجنگ کمیٹی تجویز کر دی گئی ہے جس کے ہاتھ میں ووکنگ مشن کے علاوہ اشاعت اسلام بلاد غیر کا کُل انتظام سپرد کر دیا گیا ہے۔ ان مشنوں کے تبلیغی معاملات کو میں نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ میں کب ہندوستان کو چھوڑ سکتا ہوں سب کچھ میری صحت پر منحصر ہے۔ میں ایک طرح پابہ رکاب ہوں۔ جس وقت میں کامل صحت پا کر پلیٹ فارم پر آنیکے قابل ہو جاؤں میں چلنے کو طیار رہوں۔ بڑا اہم معاملہ انتظام کا ہے۔ میں ہی جانتا ہوں کہ مجھے ان چھ سات سالوں میں کن کن مصائب و مشکلات کا سامنا ہوا کمی گنجائش مضمون کے سبب میں یہاں اسبات پر بحث نہیں کر سکتا۔ کہ اس وقت بلاد غربیہ میں تبلیغ و اشاعت اسلام کا کام ہستی اسلام کے لئے کس قدر اہمیت رکھتا ہے۔ اس امر کو ایک طرف رکھ دو۔ کہ ہم کس قدر مسلمان بلاد غربیہ میں بنا سکتے ہیں۔ ہمارا گذشتہ تجربہ بہت حوصلہ افزا ہے۔ ان حالات حاضرہ کے ماتحت سخت ضرورت

تو اس امر کی ہے کہ ہم تعلیم اسلام کو اسلامی تمدن اسلامی اخلاق کو اسلامی اقتصادیات الغرض انسان کے ہر ایک معاملہ پر اسلامی نقطۂ خیال کو مغربی دُنیا کے سامنے پیش کریں + اور کیا ہی افسوسناک اور ساتھ ہی مزید ارباب ہو کہ ان تمام معاملات میں تعلیم اسلام جہاں ایک بہترین تعلیم ہے وہاں مغربی دنیا میں وہ ایک ذلیل سے ذلیل تعلیم سمجھی گئی ہے۔ میری اس لمبی بیماری کا اصل باعث کوئی صدمہ نہیں جو مجھے دیکھنا پڑا بلکہ در اصل وہ محنت شاقہ میری کجروی طبع کا موجب ہے جو مجھے اپنے مفوضہ کام کے علاوہ بلیغ مطالعہ میں کرنی پڑی۔ میں نے گذشتہ دو تین سال میں اُن مغربی حالات اور خیالات کو معلوم کرنا چاہا۔ جو وہاں موجب ترقی ہوئیں۔ اور اس تحقیق میں میرا دل قدم قدم پر یہ دیکھ کر خون ہؤا۔ کہ جن کیل کانٹوں پر یورپین تہذیب و طاقت کی کل چل رہی ہے۔ اس کا زیادہ اور بہتر حصہ اسلام اور قرآن ہے۔ کیا عجب معاملہ ہے کہ مسلمانوں کی تباہی کے موجب وہ اصول ہوئے۔ جو اس وقت مسلمانوں میں دائر سائر ہیں لیکن ان کا ماخذ قرآن نہیں بلکہ کلیسیا اور دیگر مذاہب باطلہ ہیں جنہیں یورپ نے نفرت سے چھوڑ دیا ہے۔ اور اسکی جگہ وہ طریق عمل اور اصول تمدن و اخلاق اختیار کیئے۔ جو آنحضرت صلعم کی طفیل دُنیا میں آئے۔ کسی قدر صحت پانے پر میں انشاء اللہ تعالیٰ ایک بسیط مضمون میں دُنیا کو دکھلاؤنگا۔ کہ اس جنگ کی فتح کا مُوجب کسی کی تلوار یا کسی کی حکمت عملی نہیں۔ بلکہ ان اصولوں کی ترویج و حمایت کا ادعا ہے جو اسلام نے مملکت آرائی اور نبرد آزمائی کے لئے وضع کئے تھے لائڈ جارج اور بالفور نے بھی عین معصیبت کے وقت جولائی ۱۹۱۸ء میں اُنہی اصول جمہوریت کو پیش کیا اور اسی کا حامی اپنے آپ کو ظاہر کر کے اور اسی کو اپنا مقصد جنگ بتا کر عین وقت پر امریکن مدد حاصل کی جس کو دُنیا میں صرف توحید لائی۔ یہ ایک لمبا مضمون ہے جس پر میں آئندہ لکھونگا۔ خلاصہ مطلب یہ ہے کہ مغربی دُنیا اور خصوصاً امریکہ جس مذہب کو جس تمدن کو جس اخلاق و تربیت کو چاہتا ہے وہ اسلامی لوگوں میں تو نہیں ہاں انکی کتاب میں ضرور موجود ہیں۔ یہ کبھی نہ بھولنا چاہئے۔ کہ جس مذہب کو آج انگلستان جیسے خطرناک قدامت و آباء پرست ملک میں پانچ چھ سال کے اندر ایک حیرت افزا کامیابی ہوئی ہے۔ وہ

ہر جگہ خیر مقدم آسانی سے حاصل کر سکتا ہے۔ دل چاہتا ہے کہ اللہ تعالےٰ جلد صحت عطا کرے۔ اور جو علم اور باریک نظر محض فضل ربی نے مجھے عطا کی ہے۔ وہ تحریر اور تقریر کے ذریعہ مغرب کی مہذب ترین قوم تک پہنچ جائے جنہیں اس وقت بھی تین چوتھائی اسلام اصولاً اور عملاً ہے گو وہ اس سے واقف نہیں مگر سوال یہ ہے کہ اس اہم کام کیلئے سرمایہ کہاں سے آئے۔ اگر قوم چاہتی ہے کہ مبلغین اسلام صرف اپنی توجہ کو تبلیغ اسلام کی طرف ہی منعطف رکھیں تو انہیں مالی خرخشوں سے آزاد کر دینا چاہیئے۔ انہیں میری طرح ان مصائب سے الگ کر دیا جائے کہ میں خود ہی اپنے ذاتی سرمایہ سے بلا امداد غیرے ایک جگہ جاؤں وہاں اپنے لئے جگہ پیدا کروں۔ اپنی ذمہ واری پر ہی رسالہ نکالوں۔ قلت سرمایہ کے باعث خود ہی اس کا اڈیٹر خود ہی مینجر۔ خود ہی کلرک۔ خود ہی پروف ریڈر بنوں پھر امامت بھی خود ہی کروں۔ پھر جمعہ اور اتوار کے خطبوں کے علاوہ پلیٹ فارم پر جاکر تقریریں بھی کروں۔ اور جب میری وسعت سے کام بڑھ جائے تو خود ہی روپے کا تہیہ کروں۔ ہندوستان جاؤں۔ سرمایہ جمع کروں پھر واپس جاؤں۔ میں تو اپنی بیماری کا باعث وہ مطالعہ کتب قرار دیتا ہوں جو مجھے دیکھنی پڑیں۔ لیکن کیا یہ سارے کا سارا کام علاوہ اس مطالعہ کے ایک قوی الطاقت انسان کو قبر تک پہنچانے کے لئے کافی نہیں۔ یہ تو خدا کا احسان ہے کہ میں پھر بھی اپنے میں وہی ہمت وجرات پاتا ہوں لیکن اب میں آئندہ اگر کام کرنا چاہتا ہوں تو صرف اسی اصول پر کہ میرا وقت اور میری توجہ صرف تبلیغ و تصنیف ہی کیطرف لگے۔ اور مالی معاملات کی انتظام اور سرانجام دہی سے میرا کوئی تعلق نہ ہو۔ اگر قوم چاہتی ہے۔ کہ یہ کار خیر سرانجام پائے۔ تو میں بفضلہ تعالیٰ اس کام کا اہل ہوں۔ اور فضل الٰہی نے میرے گذشتہ عمل کے لئے میرے اس کہنے پر مہر تصدیق لگا دی ہے میرا ایمان ہے کہ اسلام میں کوئی فرقہ نہیں۔ اور یہ وہ امر ہے جو میں نے اپنے مرشد و محسن امام الوقت حضرت میرزا غلام احمد صاحب مجدد صدی چہاردہم سے سیکھا۔ وہ نہ نبی تھے۔ اور نہ ان کا یہ دعویٰ۔ ان کے نزدیک حضرت خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد مدعی نبوت کاذب و مفتری ہے۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ وہ جماعت

جن کا یہ فرض تھا کہ اسلام کی اور شارع اسلام کی بالمقیقت خاتمیت نبوت ۔ کو دنیا کے چار کونوں میں پھیلائے ۔ ان میں کا ایک حصہ شخصیت پرستی کی ذلت تلے آکر اسی مجدد کو جو فرقہ بندی سی زہر کو اڑا نے آیا تھا اُسے ایک نبی بنا کر ایک نیا مذہب بنا دے ۔ یہ صفحات ان تنازعات کے متحمل نہیں ۔ میرا مطلب صرف اسی قدر کہنے کا ہے ۔ کہ میرے علم و ایمان میں اسلام فرقہ بندی کے تنازعات سے ارفع ہے ۔ اور ان مسئلوں کو جو بلا دغیر میں جاویں ۔ ان خرخشوں سے پاک رکھا جائے ۔ وما ارسلنا الیک الکتاب الا لتبین لھم الذی اختلفو فیہ ۔ یہ نص صریح فرقہ بندی کو ہلاک کرتی ہے ۔ اسلام میں جو نام نہاد فرقے ہیں وہ اصولاً اختلاف ایکدوسرے سے نہیں رکھتے ۔ اسلئے انہیں ان معنوں میں فرقہ کہنا ہی غلط ہے جو دوسرے مذاہب میں موجود ہیں ۔ ہمارے اختلاف فرقی تو فروعی معاملات میں اختلاف لڑائے ہیں ۔ اور یہ وہ اختلاف ہے جو ہونا چاہیئے جو حدیث شریف کے ماتحت یہی اختلاف باعث رحمت ہے ۔ اگر ہم اس حقیقت کو سامنے رکھیں کہ فرقہ جس چیز کا نام ہے ۔ وہ اصولی اختلاف کی بنا پڑ نا چاہیئے ۔ اسلئے اسلام میں کسی فرقہ کو دوسرے فرقہ کی تفسیق و تکفیر کا حق حاصل نہیں ۔ وہ خود کافر ہے جو دوسرے کلمہ گو کو کافر کہتا ہے ۔ چنانچہ حضرت ممدوح جناب مرزا صاحب نے ایک شخص پادری سکاٹ کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے اسی حقیقت کو ظاہر فرماتے ہیں:-

پادری سکاٹ ۔ آپ لوگوں میں تو بہت سے فرقے موجود ہیں +

حضرت اقدس (مرزا صاحب) مجھے تعجب ہے کہ آپ اسلام پر یہ اعتراض کرتے ہیں ۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ عیسائیوں میں کس قدر فرقے ہیں ۔ جو ایکدوسرے کی تکفیر کرتے ہیں ۔ اور اصولوں میں بھی متفق نہیں مسلمانوں کے فرقوں میں اگر کوئی اختلاف ہے تو فروعات اور جزئیات میں ہے اصول سب کے ایک ہی ہیں +

منقول از اخبار الحکم قادیان مورخہ ۲۴ دسمبر ۱۹۰۴ء

میرے نزدیک غیر مسلم دنیا میں اشاعت اسلام کے حق میں فرقہ بندی ایک سم قاتل کا حکم رکھتی ہے ۔ یہ وہ بات ہے جو میں نے ۱۹۱۳ء یا ۱۹۱۴ء میں کہی ۔ اور جس کی بناء پر

مختلف بُہتان بعض احباب نے اپنی ذاتی اغراض کو حاصل کرنے کے لئے تراشے ہیں اسی اسلام کو دُنیا میں پیش کرتا ہوں جو فرقہ بندی کی اجازت نہیں دیتا۔ اور وہ اسلام قرآن حدیث کا اسلام ہے۔ ہاں جو فرقہ بندی کا عاشق ہے اس سے مجھے سروکار نہیں۔ میں خود سُنّی المذہب حنفی مسلمان ہوں۔ اور یہی مذہب حضرت مرزا صاحب اور اُن کے حقیقی خلیفہ حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب کا تھا۔ لیکن اس کا نام فرقہ نہیں۔ یہ تو اجتہادی اختلاف آرا ہے اور بس +

میں نے ابھی ذکر کیا ہے۔ کہ اگر قوم ایسے مشن چلانا چاہے تو اُن کے سرمایہ کا مستقل انتظام کرے۔ میں اس وقت کسی قدر سفر کرنے کے قابل ہوں گو تقریریں ابھی نہیں کرسکتا اور چاہتا ہوں کہ اِس نیم بیماری کے ایام کو سرمایہ کے مضبوط کرنے میں خرچ کروں۔ میرے نزدیک ایک فنڈ مستقل ہونا چاہئیے۔ جس کے مفاد ان مشنوں کے کفیل ہوں۔ اور اسکے علاوہ ایک عامہ سرمایہ جس سے ضروریات حاضرہ چلیں میں اپنی طرف سے اس وقت یہی کرسکتا ہوں کہ اپنی خدمات کو عنداللہ قوم کے آگے پیش کروں۔ اور جس طرح میں نے آج تک اپنی ضروریات کا بوجھ مشن پر نہیں ڈالا۔ ویسے ہی آیندہ کیلئے بھی توفیق حاصل کرنے کی خدا سے دُعا کروں۔ آمین

ووکنگ مشن میں کچھ میری ذاتی جائداد بھی ہے یعنے اسلامک ریویو اور کُتب خانہ اور اثاث البیت۔ آج تک میں نے اسلامک ریویو کا منافع اپنی ذات پر خرچ نہیں کیا۔ وہ اپنی طرف سے ہمیشہ مشن کی ضروریات پر لگایا۔ جیسے کہ مشتہرہ حساب دکتا ہے ظاہر ہو چکا ہے حساب و کتاب کو میں نے ہمیشہ دوسروں کے ہاتھ میں رکھا۔ اور انہیں کی تصدیق سے حساب مشتہر کیا۔ سنہ ۱۹۱۵ء سنہ ۱۹۱۶ء اور سنہ ۱۹۱۷ء کا حساب آمد وخرچ شائع ہو چکا ہے۔ سنہ ۱۹۱۸ء کا حساب بالکل مکمل تھا۔ جب میں ابتدائے سنہ ۱۹۱۹ء میں اس طرف آیا۔ اُسے ملک عبدالقیوم صاحب نے تیار کیا تھا لیکن میری بیماری نے مجھے اسکی نظرثانی سے روکا۔ مولوی صدرالدین کو خط میں لکھ دیا ہوا ہے کہ وہ حساب مرتبہ کو بھیجدیں۔ اور ساتھ ہی سنہ ۱۹۱۹ء کا حساب بھی شائع کرنیکے لئے بھیجدیں اب اس خیال سے کہ میرے ورثا کو میری اس جائداد کے متعلق کوئی غلط فہمی نہ رہے

میں نے اسلامک ریویو کی ملکیت تو اپنے پاس رکھی ہے لیکن اُس کے مفاد کو اشاعت اسلام کے لئے الگ کر دیا ہے۔ اس کا نصف منافع تو انجمن اشاعت اسلام لاہور کے ذریعہ خالصتہً اشاعت پر خرچ ہوگا۔ جسمیں ووکنگ مشن کا پہلا حق ہوگا۔ میں خود اپنی حین حیات تک باقی نصف کو اشاعت اسلام پر خرچ کرونگا۔ اس کی سر دست تجویز ذیل میں درج کرتا ہوں اسکے علاوہ جو میرا کتب خانہ انگریزی ووکنگ میں تھا جو بہت حد تک مشن کے اخراجات کا کفیل تھا۔ اسکو بھی میں نے یکم اکتوبر سنہ ۱۹۱۹ء سے اشاعت اسلام کیلئے دیدیا ہے۔ اسکی ملکیت سے کلیتہً میں یکم اکتوبر سنہ ۱۹۱۹ء سے دست بردار ہوں۔ باقی جو اثاثات البیت تھوڑا بہت وہاں ہے۔ وہ ہاں کی اپنی ضروریات کے بعد میں ووکنگ مشن کو دیتا ہوں۔ ہاں اردو رسالہ اشاعت اسلام اسکے مفاد میں میرے ساتھ میرے چند ایک اقربا بھی ہیں جن کی ہمت اور کوشش سے ہی یہ رسالہ چلتا رہا۔ میرا تعلق تو اسلامک ریویو تک رہا۔ اسکا نصف منافع بھی آج تک میری منشاء پر ووکنگ مشن میں ہی خرچ ہوتا رہا لیکن اس معاملہ کو قطعیت کا رنگ دینے کیلئے میں نے اپنے اعزہ کو اس امر پر راضی کرلیا ہے۔ اور وہ خوشی سے میرے ساتھ شریک ہوکر اس رسالہ کا بھی نصف منافع اشاعت اسلام کے لئے وقف کرتے ہیں گویا اس طرح ان ہر دو رسالوں کی آمد کی تین چوتھائی خالصاً اشاعت اسلام کے لئے اس وقت وقف ہے۔ اور میں دعا کرتا ہوں کہ یہ میرے اقربا اپنے آپ کو خدمت اسلام کیلئے وقف کریں۔ اور اس سے بڑھ کر ایثار کی روح اُن میں پیدا ہو ✦

کیا جس غرض کیلئے میں نے ان رسالوں کی آمد کو اشاعت اسلام کے لئے وقف کیا ہے اس کام میں اگر ہمارے مسلم بھائی سر توڑ کوشش کرکے ان رسالوں کی اشاعت ہزار در ہزار کردیں تو ایک مشن کیا دس مشن آسانی سے نہیں چل سکتے۔ یہ کوئی مفید بات نہیں کہ ایک شخص کام چلتا چلاتا ہوا چھوڑ کر اسلئے ہندوستان میں آوے کہ قلت سرمایہ مشن کو خطرہ میں ڈال رہی ہے جیسے مجھے کرنا پڑتا ہے۔ اگر صرف اسلامک ریویو کے بیس ہزار خریدار ہندوستان میں پیدا ہو جائیں تو میں امریکہ اور جاپان میں ایک چھوڑ دو مشن بھیجنے کا بفضلہ تعالیٰ ذمہ وار ہوتا ہوں۔ رسالہ کی قیمت بھی اسی لئے کم کردیگئی ہے۔ کہ اس کے

خریدار زیادہ ہوں۔ گو مجھے تامل ہے۔ کہ آج کل کے بڑھتے ہوئے اخراجات طبع اس کمی کی اجازت بھی دیں گے یا نہیں۔ میرے جو بس میں تھا۔ وہ میں کر گزرا۔ اب اس سارے کام کی لاج خدا کے ہاتھ میں ہے۔ اور اس کے بعد اس کا فرض مسلمانوں کی گردن پر۔ ہمارے مشن سے دلچسپی رکھنے والے اگر اپنا فرض ٹھیرالیں کہ ان میں سے ہر ایک دس دس خریدار انگریزی یا اردو رسالہ کا بہم پہنچا دے گا تو ایکسال کے اندر ضرورت پوری ہو جاتی ہے۔ یہ روز کی دربدری اور یہ روز کی گداگری ختم ہو جاتی ہے +

بشیر بادشاہ مشنری فنڈ

سنہ ۱۹۱۶ء میں جب دوبارہ میں ووکنگ گیا۔ میں نے اپنے فرزند اکبر خواجہ بشیر احمد بی اے سے مشنری بننے کی درخواست کی۔ کیونکہ اس وقت میں نے جس کو اس کام کی طرف متوجہ کیا۔ اس نے ایک نہ ایک طرح سے انکار کیا۔ یہ بچہ اس وقت گریجوایٹ ہو چکا تھا۔ اور اسی وقت اسکی شادی بھی کر دی گئی تھی۔ لیکن دنیا کے ان تمام منافع پر جو تعلیمیافتوں کے سامنے مختلف پیشوں میں موجود ہوتے ہیں۔ اور جن کے حصول کیلئے ہمارے پاس کافی سامان تھے۔ اس نوجوان نے لات مار کر خدا تعالی کی راہ میں اپنی زندگی وقف کرنے کا مصمم ارادہ کیا۔ خدا کی عنایت نے اسے ایک صالح بی بی عطا کی جس نے اپنے شوہر کے ساتھ مشنری فقر و قناعت کی زندگی قبول کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ وہ لڑکی زیور تعلیم سے بھی آراستہ تھی۔ اور اس نے قرآن اور حدیث کو پڑھنا اسلئے شروع کیا کہ وہ اس کار خیر میں بشیر مرحوم کی رفیق بنے۔ خدا تعالی حضرت قبلہ مولوی محمد علی صاحب مترجم قرآن شریف اور حضرت مولوی صدر الدین صاحب اور صاحبزادہ جناب مولوی سیف الرحمن صاحب کو جزاء خیر دے کہ انہوں نے اس بچہ کی عربیت اور دینی تعلیم کی تکمیل میں پوری مدد دی اڑہائی سال کے عرصہ میں یہ بچہ تیار ہو کر مجھے اطلاع دیتا ہے کہ وہ میرے حکم کا منتظر ہے۔ میری یہ بیماری اُس وقت اپنے کمال پر تھی۔ میں نے غنیمت سمجھا کہ میں اُسے بذریعہ تار ووکنگ بُلالوں۔ ۲۸۔ اکتوبر سنہ ۱۹۱۸ء کو میرا ایک تار اسکے نام لاہور پہنچتا ہے۔ کہ وہ خدا کی راہ

میں قدم مارنے کیلئے پاسپورٹ لیے مشیت ایزدی اُسے دو دن پہلے یعنے ۲۶ اکتوبر ۱۹۱۹ء
کو ہمیشہ کے لئے اپنے پاس رکھنے کا پاسپورٹ دیتی ہے انا للہ وانا الیہ راجعون
مبارک ہیں وہ نوجوان جو اپنی چادر ایمان کو بشیر مرحوم کی طرح صاف و ستھرہ ہی لیجاتے ہیں
اور اس طرح دنیا کی آلائش سے بچ کر اپنے مولا کریم کے حضور جا کھڑے ہوتے ہیں۔
اس کے مرنے کے الفاظ حسب ذیل تھے۔ جو مجھے ایک دوست نے لکھے +
"ہم نے اپنا فرض پورا کر دیا۔ اب اگر ہمیں خدا بلاتا ہے تو ہم تیار ہیں"
اسکی روح نے پسند نہ کیا کہ وہ یہاں سے تنہا رخصت ہو۔ اسکی روحانی تڑپ نے مشیت ایزدی کو محرک
کر کے اپنی زوجہ کو اپنے ہمراہ لیجانے کا انتظام کیا۔ چند گھنٹوں میں یکے بعد دیگرے وہ دونوں دُنیا سے
رُخصت ہو کر ایک ہی وقت زیر خاک کیئے جاتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون +
بشیر مرحوم اور اسکی بیوی بادشاہ بیگم مرحومہ کی بھی دلی خواہش تھی کہ وہ اسلام کی راہ میں مشنری بنے
اور انکی مرتے دم یہ خواہش تھی کہ ان کا اثاثہ اشاعت اسلام میں خرچ ہو۔ اور میں اپنا فرض عین
سمجھتا ہوں کہ انکی اس خواہش کو پورا کروں۔ اسلئے میں نے یہ ارادہ کیا ہے کہ میں ایک لاکھ روپیہ کا
ایک فنڈ بناؤں جس کے مفاد سے دو یا زیادہ مشنری ان دونوں مرحوموں کی ثواب روح کیلئے اشاعت اسلام
کیلئے مستقل طور پر تجویز کروں میری اس خواہش کو بغیر کسی تحریک کے میرے ایک ہمدرد نے اپنے طور پر
محسوس کیا۔ اور انہوں نے اس واقعہ کے بعد ہی پانچ صد روپیہ اس قسم کے فنڈ بنائے جانے پر دینے کا
وعدہ کیا ہے جسمیں سے شاید مبلغ تین صد روپیہ انہوں نے اکیسال ہوا کہ بھیجدیا۔ اب اس فنڈ کے بنانے
کیلئے میں سردست تین ہزار روپیہ پیش کرتا ہوں۔ اور اسلامک ریویو کا نصف منافع جس کو میں اپنی
حین حیات میں اشاعت اسلام پر خرچ کرنا چاہتا ہوں جیسے کہ مینے اوپر لکھا۔ یہ منافع اس وقت
تک اس فنڈ میں جمع ہو گا۔ جب تک رقم تجویز کردہ پوری ہو۔ یہ ایک مشنری فنڈ ہو گا
اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو ہمیشہ کیلئے قائم رہ سکتا ہے۔ اس فنڈ کا دو تین سال کے اندر اندر مکمل
ہو جانا کچھ بھی بات نہیں۔ اگر رسالہ کی خریداری بڑھ جائے۔ رسالہ کی آمد کے علاوہ میں اپنے عزیزوں
اور دوستوں سے بھی اُمید رکھتا ہوں کہ وہ اس فنڈ کو مکمل کرنے میں میری امداد کریں۔ اور ایسا ہی ہر ایک
ایسے شخص سے جو اشاعت اسلام سے اور میری ذات سے محبت رکھتا ہے میں درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس

مستقل مشنری فنڈ میں امداد دے۔ اس فنڈ کا منافع جیسا میں نے لکھا ہے خالصاً مشنریوں کی تنخواہ پر خرچ ہوگا میں اس فنڈ کے متعلق عنقریب ایک ٹرسٹ قائم کرونگا۔ تاکہ اس فنڈ کی آمد کا انتظام ایک سے زیادہ ہاتھوں میں چلا جائے۔ اس فنڈ میں اس وقت ایکہزار روپیہ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کیمیکل اگزیمینر گورنمنٹ پنجاب اور یکصد روپیہ ڈاکٹر غلام محمد صاحب سول سرجن پارہ چنار نے دینے کا وعدہ کیا ہے۔ چند سو روپیہ اور بھی نقد وصول ہو چکے ہیں جس کی تفصیل اسی رسالہ میں درج کر دیگئی ہے جو احباب اس فنڈ میں شریک ہونا چاہیں وہ اپنے عطیات سردست فنانشل سکرٹری مینجنگ کمیٹی اشاعت اسلام بلاو غیرہ و لنگ مشن کے نام بھیجدیں۔

مشن کے سرمایہ کو مستقل کرنے کے لئے جیسا میں نے اوپر لکھا ہے دسمبر ۱۹۱۱ء سے کام کرنا شروع کیا میں ایک مدت تک پشاور میں بطور وکیل رہچکا ہوں۔ اور احباب پشاور نے سب سے اول مجھے اُس طرف آنے کی دعوت دی۔ میرے چند دوست میرے ہمراہ دورہ ضلع پشاور میں شریک ہوئے۔ اور جس فراخدلی سے میرے قدیمی احباب ضلع پشاور نے ہماری مہمانداری کی اور امداد دی خداتعالیٰ انہیں اس امر کی جزاء خیر دے۔ ذیل کے احباب کا علے الخصوص میں دل سے مشکور ہوں +

(۱) خان بہادر سعد اللہ خانصاحب پرسنل اسسٹنٹ چیف کمشنر صوبہ سرحدی رئیس عمرزئی

(۲) خان بہادر غلام حیدر خان صاحب رئیس و آنریری مجسٹریٹ تنگی

(۳) خانصاحب غلام صمدانی صاحب رئیس پشاور ای اے سی

(۴) خانصاحب مولوی غلام حسن صاحب آنریری مجسٹریٹ پشاور

(۵) خان محمد سلیمخان صاحب

(۶) شیخ خدابخش صاحب پنشنر ای اے سی سب رجسٹرار مردان

(۷) خان صفدر خانصاحب ای اے سی۔

(۸) خان اورنگزیب خانصاحب وکیل صوبہ سرحد

(۹) خان محمد عجب خانصاحب تحصیلدار نوشہرہ

(۱۰) میاں محمد زمان صاحب تاجر چارسدہ

اخیر میں میں نواب صاحب علاقہ انب کا تہ دل سے ممنون ہوں جنہوں نے علاوہ

حق مہمانداری مبلغ ایکہزار روپیہ بطور سفر خرچ امریکہ عنایت فرمایا۔ اور ایکہزار روپیہ سالانہ کا وعدہ فرماکر نصف اغراض مشن پر خرچ کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا کرے۔ چونکہ رسالہ کی اشاعت میں بہت تھوڑے دن ہیں اسلئے میں اس روپے کی فہرست سردست دیتا ہوں جو ضلع پشاور کے دورہ میں مجھے وصول ہوئے۔ ہر ماہ کی آمد اس رسالہ میں چھپتی رہیگی + اور اسی طرح اخراجات کا ماہوارہ بھی شائع ہوتا رہیگا۔ معاونین کرام کی خدمت میں یہ عرض ہے کہ وہ منی آرڈر اور روپیہ بھیجنے کے وقت تفصیلاً امور ذیل کے متعلق لکھا کریں آیا اُن کا عطیہ اشاعت اسلام بلا دغیر میں خرچ ہوتا ہے یا رسالہ کی مفت تقسیم کرتے ہیں یا اس کا تعلق بشیر بادشاہ فنڈ سے ہے۔ تاکہ مختلف مدوں میں روپیہ جمع ہو جائے +

اِس بات کی بھی سخت ضرورت ہے کہ کئی ہزار انگریزی رسالہ غیر مسلموں میں مفت تقسیم ہو۔ ہمارے مشنری ہر جگہ نہیں پہنچ سکتے! البتہ ہمارا رسالہ جہاں چاہیں جاسکتا ہے مشنری کے الفاظ وقتی ہوتے ہیں۔ ان کا اثر عام طور پر دیرپا نہیں ہوتا جو چیز تحریر میں آکر کسی کے گھر میں جاتی ہے وہ دیر تک رہ سکتی ہے ہماری کامیابی کا بڑا بھاری راز ایک یہ بھی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ امریکہ اور انگلستان کے بڑے بڑے شہروں کی لائبریریوں میں اسلامک ریویو پڑھنے والوں کی میز پر پڑا رہے۔ برادران اسلام اس امر کی طرف خاص توجہ فرمائیں + چنانچہ ان رقوم میں دو بڑی رقوم جو چارسدہ کی دو منڈیوں سے میرے کرمفرما میاں محمد زمان و میاں سید اکبر کی معرفت مبلغ الصماسے روپیہ وصول ہوئے۔ وہ اس غرض کیلئے خاص کردیگئی ہیں اسیطرح اردو رسالہ کو کو مفت تقسیم کرنے کی بھی یہاں ضرورت ہے۔ اس ضمن میں دو مثالیں خاص کر قابل تذکرہ ہیں۔ میرے مکرم صفدر علیخاں تاجر پشاور کو میرے قیام پشاور میں اپنی محترم بیوی کی مفارقت ہمیشہ کیلئے اُٹھانی پڑی اور انہوں نے بغرض ثواب روح مرحومہ مبلغ پچاس روپیہ عنایت کئے۔ اسیطرح میرے ایک عزیز رشتہ دار حاجی جان محمد صاحب نے مبلغ بیس روپیہ ماہوار میرے کہنے پر اپنی مرحومہ نور حشمی کے ثواب روح کیلئے بطور صدقہ جاریہ دینے کا وعدہ کیا۔ اور یہ خواہش کی کہ وہ مفت رسالہ کی تقسیم میں خرچ ہو۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر دے اور ان کے ارادوں کو بابرکت کرے +

خواجہ کمال الدین لاہور ۲۲ جنوری سنہ ۱۹۲۰ء

ذیل میں چندہ دہندگان کی فہرست دیجاتی ہے۔

نمبر شمار	اسمائے معطی	رقم
۱	جناب نواب صاحب بہادر ریاست انب	اکہزار
۲	جناب میاں غلام صمدانی صاحب ٹھیکیدار پشاور	یکصد ۱۰۰
۳	〃 میاں عمر بخش صاحب تاجر کریم پورہ 〃	دوصد ۲۰۰
۴	〃 نواب سر صاحبزادہ عبدالقیوم خان صاحب 〃	یکصد ۱۰۰
۵	〃 نواب محمد سلیم خان صاحب رئیس مردان 〃	سہ صد ۳۰۰
۶	〃 خان بہادر موسیٰ خان صاحب مانسہرہ	یکصد ۱۰۰
۷	〃 خان صاحب محمد حسین خان صاحب گڑھی حبیب اللہ ہزارہ	دوصد ۲۰۰
۸	〃 خان بہادر قلی خان صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ہزارہ	۵۰
۹	〃 خان بہادر غلام سرور خان صاحب ٹھیکیدار پشاور	۳۰
۱۰	〃 خان صاحب غلام حیدر خان صاحب میونسپل کمشنر پشاور	یکصد ۱۰۰
۱۱	〃 خان بہادر سرفراز خان صاحب رئیس چمکنی 〃	۲۵
۱۲	〃 قاضی میر احمد صاحب وکیل 〃	۵۰
۱۳	〃 شیخ ہدایت اللہ صاحب تاجر بوٹ صدر بازار 〃	یکصد و پنجاہ ۱۵۰
۱۴	〃 محمد عثمان خان صاحب اسسٹنٹ پولیٹیکل افسر خیبر	۵۰
۱۵	〃 اورنگزیب خان صاحب وکیل پشاور	۲۵
۱۶	〃 خان بہادر ارباب دوست محمد خان صاحب تہکال 〃	۳۰
۱۷	〃 خان بہادر عبدالرؤف خان صاحب 〃 〃	۱۰
۱۸	〃 خان بہادر عبدالکریم خان صاحب ڈسٹرکٹ جج 〃	یکصد ۱۰۰
۱۹	〃 شہاب الدین خان صاحب انسپکٹر تھانہ داؤدزئی 〃	۲۰
۲۰	〃 محمد ایوب خان صاحب سپرنٹنڈنٹ اسلامیہ کالج 〃	۲۰
۲۱	〃 محمد صفدر خان صاحب ای-اے-سی 〃	۱۵
۲۲	جناب خان صاحب شیخ محبوب علی صاحب اسسٹنٹ پولیٹیکل افسر خیبر پشاور	۳۰
۲۳	〃 شیخ عبداللطیف خان صاحب منصف پشاور	۱۵
۲۴	〃 مولوی محمد رمضان صاحب نقشہ نویس نہر مردان	۱۰
۲۵	〃 مولوی عبدالحنان صاحب پشاور	[illegible]
۲۶	〃 محمد ابراہیم خان صاحب وکیل پشاور	۱۰
۲۷	〃 ملک نخنو صاحب کاکشال 〃	[illegible]
۲۸	〃 خان صاحب غلام صمدانی خان صاحب افسر مال 〃	۵۰
۲۹	〃 میاں غلام رسول صاحب سوداگر چرم 〃	۲۵
۳۰	متفرق چندہ معرفت ڈاکٹر محمد الدین صاحب وانٹر میڈیکل ہوم پشاور	۲۰
۳۱	جناب میاں سمیع الدین خان صاحب بیرسٹر ایٹ لاء 〃	۵۱
۳۲	از جماعت راولپنڈی	یکصد ۱۰۰
۳۳	از خاندان خان بہادر سعد اللہ خان صاحب عمرزئی	۱۰۴
۳۴	جناب عبداللہ خان صاحب تنگی ضلع پشاور	۲۰
۳۵	〃 عبدالحنان خان صاحب عمرزئی 〃	۲۰۳
۳۶	〃 عبدالغفور خان صاحب 〃 〃	۱۴
۳۷	〃 ملک عادل شاہ صاحب قوم گگ زئی 〃	۵۰
۳۸	〃 میاں گل خان صاحب بازئی معرفت جناب میاں آفتاب گل صاحب مجسٹریٹ پشاور	۱۲۵
۳۹	〃 خان بہادر غلام حیدر خان صاحب تنگی	۲۰۰
۴۰	〃 ملک غلام قادر خان صاحب 〃	۱۰

باقی آئندہ

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۸

اسلامیہ سٹیم پریس بکی دروازہ لاہور میں حافظ مظفر الدین کے اہتمام سے چھپا اور خواجہ جلال الدین مینیجر اشاعت اسلام لاہور نے شائع کیا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لندن

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی — مسلم مشنری — و مولوی صدر الدین بی اے بی ٹی

قیمت سالانہ تین روپے

یہ کار ثواب ہے کہ آپ ان رسالجات کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمد بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے ½ اخراجات کی ذمہ وار ہو سکتی ہے

جلد (۶) بابت ماہ مارچ سنہ ۱۹۲۰ء نمبر (۳)

فہرست مضامین

ضروری اعلان

تمام ترسیل زر متعلقہ رسالہ ہذا و اسلامک ریویو بنام فنانشل سکرٹری اشاعت اسلام بلاد غیر
و ووکنگ مشن اور باقی کل خط و کتابت بنام مینیجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور ہونی
چاہئے +

مینیجر رسالہ اشاعت اسلام

زکوٰۃ و صدقات کا بہترین مصرف

از روئے تعلیم قرآن اشاعت اسلام ہی بہترین مصرف زکوٰۃ و صدقات کا ہے - اگر آپ صرف رقم
زکوٰۃ کو ان رسالوں کی مفت تقسیم پر یا اس اسلامی مشن کی دیگر ضروریات پر خرچ کریں تو آپ اپنے
فرض سے سبکدوش ہونگے + مینیجر

اسلام کی سخت احتیاج

اس وقت ہے یہ کہ اسکی اصل تعلیم کو بلاد غربیہ کے کونوں میں پہنچایا جاوے اور اسکے چہرے پر سے ان بُہتانوں کو
دور کیا جاوے جو پادریوں کی افترا کا نتیجہ ہے مسلمانوں ہماری اس کام میں مدد کرو + مینیجر

موسم سرما کا بے نظیر تحفہ

جو لوگ دماغی محنت کے عادی ہیں ان کیلئے یہ بے ضرر زود اثر مفرد دوائی خالص ست سلاجیت (مومیائی)
از صد درجہ مفید ہے - یہ دوائی مقوی اعصاب و معدہ و باہ ہے - گردہ و مثانہ کو مضبوط کرتی ہے - زکام - ریزش - درد کمر یا
دیگر دردوں کو بھی جو رنج یا چوٹ کے باعث ہوں دور کرتی ہے - ہر ایک قسم کی کمزوری کیلئے اکسیر ہے - وکلاء طلبا اور
دماغی کام کرنیوالوں کیلئے اکسیر مفید ہے تمام دن محنت کے بعد اس کے استعمال سے بہت کم تھکاوٹ ہوتی ہے مرد و زن
بچہ و بوڑھا ہر موسم میں استعمال کر سکتے ہیں قیمت فی تولہ (عہ ر) ایک روپیہ - خوراک ایک رتی سے دو رتی حسب مزاج ہمراہ دودھ
استعمال کریں تاجران ادویات کو ۲۵ فیصدی کمیشن ملیگی - ایجنسی کیلئے تاجر صاحبان فوراً درخواست دیں +

مینیجر کارخانہ سلاجیت عزیز منزل لاہور

CAPTAIN JALAL UD DIN DAVIDSON

I THINK one of the happiest moments of my life was experienced on the 2nd August.

It was on this very memorable day that I became a Moslem. I had been seriously contemplating this step for nearly a year, during which time I made a fair study of Islam.

The part which first became embedded in my mind was the plain straightforwardness and logical footing on which this great religion has its basis.

Oft of an evening I have been riding along the waterways in Egypt and have stood and admired the simple way in which the people worship; moreover one is struck with the devotion of the individual who realizes he is in direct communication with God.

Eventually I found I was unable to continue to follow the doctrines in which I had been brought up.

JALAL UD DIN DAVIDSON.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

ترجمۂ اردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

جلد ۶ بابت ماہ مارچ ۱۹۲۰ء نمبر ۳

شذرات

رسالہ اسلامک ریویو بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۹ء کے مطالعہ سے معلوم ہُوا ہے۔ کہ ماہ نومبر ۱۹۱۹ء میں چار کس غیر مسلمہ حلقہ اسلام میں داخل ہُوئے الحمد للہ علیٰ ذالک ان میں سے ہر ایک کے لئے یہ امر نہایت تعجب انگیز تھا۔ کہ مسلمان بننے کیلئے کوئی خاص رسومات نہیں۔ اور نہ کسی قسم کی وساطت کی ضرورت ہے۔ چونکہ اسلام ایک سیدھا۔ صاف اور مدلل مذہب ہے اسے قبول کرنے کے وقت غیر طبعی رسم ورواج کی ضرورت نہیں پڑتی۔ یہ مذہب تو فقط انسان کے خدا اور خدا کی مخلوق کے ساتھ تعلقات کا علم دیتا ہے +

موجودہ عیسائیت کی دُور از عقل اور غیر مدلل تعلیم سے عام بے اطمینانی کی وجہ سے اس کے ڈھانچے اور تعلیم کی ترمیم کی طرف توجہ ہو رہی ہے۔ اور قوموں کے اتحاد (لیگ آف نیشنز) کا خیال تو واقعی انقلاب پیدا کرنیوالا ہے۔ یہ بات ہے تو بہت مبارک اور اس سے عمدہ نتائج مرتب ہونے کی بہت کچھ اُمید ہے۔ کیونکہ اسکی وجہ سے غالباً وہ تمام حدبندیاں

دُور ہو جائیں گی۔ جو تنگدل جوشیلے لوگوں نے قائم کر رکھی ہیں پہلا جلسہ جو اس غرض کیلئے
منعقد ہوا اسمیں یہودی ہندو عیسائی مسلمان پادری و دیگر قومیں موجود تھیں سب قوموں کا اس طرح
مل بیٹھنا ہی اسلام کے عام اصولوں کی غرض وغایت ہے۔ مولوی صدرالدین صاحب نے جو کہ اس
جلسہ کے ایک رکن تھے اپنی مختصر تقریر میں سامعین پر روشن کیا۔ کہ میں نے اس قسم کے جلسہ کی
تحریک کی تائید اسلئے نہیں کی۔ کہ موجودہ حالات زمانہ مجھ پر اسکی ضرورت ظاہر کر رہے ہیں
بلکہ میرا مذہب اور اس کے صحیح اصول میرے دل کو اس اتحادی مجلس کی طرف کھینچ رہے
ہیں۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ اسلام کہتا ہے کہ خدائے واحد پر ایمان لاؤ۔ اور وہی خدا تمام
اقوام کی جسمانی اور روحانی ضروریات کا بلا کسی رو رعایت اور طرفداری کے انتظام کرتا ہے
چونکہ وہ تمام اقوام کا خدا ہے اور مشرق و مغرب کا مالک ہے۔ اس نے انسان کی روحانی غذا کا
انتظام کتب الہامی کی شکل میں اپنے رسولوں کے ذریعہ کر دیا ہے۔ اسلئے یہ مذہب اس امر کی
تصریح کرتا ہے۔ کہ تمام جہان کے لئے ایک ہی خدا ماننا اور اس پر ایمان رکھنے سے حضرت ابراہیم
حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام پر ایمان
لانا پڑتا ہے۔ وہ لوگ جو خدائے واحد پر ایمان رکھنے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن دنیا کے تمامی
انبیاء کو نہیں مانتے۔ وہ خود خیال کریں۔ کہ ان کا دعویٰ اور عمل بالکل متضاد ہیں حضرت
مولوی صاحب نے پھر بیان کیا کہ اگر تمام جہان کے لئے ایک ہی خدا ہم سچے دل سے مان لیں اور
ہر ایک قوم کے رسول کو نہایت عزت کی نگاہ سے دیکھنے کے لئے تیار ہوں۔ تو اس جلسہ اتحاد
اقوام کی بنیاد ایسے پختہ طرز پر رکھی جا سکتی ہے جو ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتی۔
اس تقریر کو سنکر پادری صاحبان اور دیگر سامعین اسلام کی آزاد خیالی پر نہ صرف
خوش ہوئے۔ بلکہ حیران بھی ہوئے دیکھئے اسکے بعد اس اتحادی مجلس میں کیا کچھ کارروائی ہوتی ہے

پادری کوئی صاحب عام انگریزوں کے دل سے اسلام کے خلاف خیالات کو دور
[illegible] ہیں کہ انگریزی قوم کو یقیناً بہت بڑا فائدہ پہنچیگا۔ وہ اسبات
[illegible] ہیں۔ کہ امام مسجد ووکنگ بھی اُن کے ساتھ ملکر اس معاملہ میں انہیں

مددویں - چنانچہ پادری صاحب مسجد میں آئے - اور امام صاحب سے وعدہ لیا کہ وہ پادری صاحب کی اس جماعت کو جو علوم آلہیات پڑھتی ہے لکچر دیں گے - چنانچہ امام صاحب نے قریباً ڈیڑھ گھنٹہ لکچر دیا جس سے بقول پادری صاحب مذکور تمام سامعین کی آنکھیں کھل گئیں - اور بعد میں پادری صاحب نے اطلاع دی - کہ لکچرار صاحب کی روانگی کے بعد ہر ایک طالب علم نے قرآن شریف کی ایک ایک جلد خریدی اور جماعت نے اُس کا مطالعہ شروع کیا - پادری گوفی صاحب نے خود بھی ایک فاضلانہ لکچر اسلام کے متعلق ایک بڑے بھاری جلسہ میں دیا جسمیں پادری لوگ اور دیگر اشخاص بھی شامل تھے - اس لکچر کا بہت نیک اثر سامعین پر ہوا - یہ لیکچر انشاء اللہ رسالہ میں درج کیا جائیگا +

جناب پادری ولش صاحب ایم اے - پی ایچ ڈی کی فراخ حوصلگی اور نیک دلی کا بھی ہم اعتراف کرتے ہیں - پادری صاحب مذکور ان تمام لوگوں میں جو ان کے گرجہ میں آتے ہیں سچی برادری اور یکجہتی پیدا کرنے کیلئے ازحد کوشاں ہیں - ان خیالات کو دل میں رکھ کر پادری صاحب نے امام مسجد ووکنگ کو لکھا کہ وہ ۳۰ نومبر کو لندن میں پادری صاحب کے سامعین کو اتوار کا خطبہ سنائیں - امام صاحب کا پادری صاحب نے جو افسر گرجا ہیں اور ان کے سامعین نے بھی بڑی محبت سے استقبال کیا - پھر امام صاحب نے کچھ مستند عما اسلام کے اصولوں پر لکچر دیا جس سے سامعین خوشی اور ذوق میں آکر تالیاں بجانے لگے - اور یہ بھول گئے کہ وہ اپنا اتوار کا گرجا کر رہے ہیں - اس وعظ کے بعد کئی ایک گرجا کے ممبر امام صاحب کے پاس گفتگو کیلئے آئے - اور اُن سے اسلام کے متعلق کتابوں کا مطالعہ کیا +

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب پشاور سے واپس آ کر دو ایک ہفتہ لاہور میں قیام پذیر ہوئے وہ بفضلہ تعالیٰ تندرست ہیں - گو بیماری نے ابھی پورے طور پر انہیں نہیں چھوڑا - اب مورخہ ۳۱ جنوری سنہ ۱۹۲۰ء کی رات بمبئی میل میں مدراس کی طرف روانہ ہوئے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اور ان کے ساتھیوں کو اپنی حفاظت میں رکھے - اُن کے نیک ارادوں کو

تکمیل تک پہنچائے۔ اور ان کے کام میں برکت ڈالے۔ یہ سفر ان کا محض اسلام کی خدمت کے لئے ہے

اسلام یا مذہب فطرت

مندرجہ اسلامک ریویو اگست ۱۹۱۹ء

از مسٹر صادق ڈڈلے رائٹ

یہ ایک نہایت تعجب انگیز بات ہے۔ اور ہر امر واقعہ کہ عیسائیت کے مختلف شعبوں اور شکلوں کے اصولی مسائل اور معتقدات اکثر پہلوؤں سے انسانی ضمیر و وجدان کے تقاضوں کے خلاف واقع ہوئے ہیں ایک معمولی سمجھ اور عقل کا آدمی بھی ان کے قبول کرنے کے لئے تیار نہیں عیسائی مذہب کے عقیدوں پر صاد کرنا اور انہیں بیچون وچرا مان لینا در آنحالیکہ وہ ان عملی باتوں اور نتیجوں کے بالکل برخلاف نظر آئیں جن پر انسانی ہستی اور تجربہ کی مُہر لگ چکی ہو۔ گویا عقل اور دماغ پر ایک ناجائز بوجھ اور دباؤ ڈالنا ہے +

ممکن ہے کہ سائنس کے بعض جدید قائم کردہ اصولوں کی روشنی میں خدائی ہستی پر ایمان رکھنا خلاف عقل دکھائی دے لیکن عملی نکتہ خیال سے اس قسم کا ایمان یقیناً فطرت کے عین مطابق ہے مثلاً جب ہم کوئی اعلیٰ درجہ کی عقلمندی کے ساتھ تیار کی ہوئی عمارت دیکھتے ہیں یا تعمیر کے متعلق کسی قسم کا نہایت محنت اور دانائی سے بنایا ہوا نقشہ ہماری نظر سے گذرتا ہے۔ یا کوئی نہایت صفائی اور خوبصورتی سے تیار کی ہوئی تصویر یا مجسمہ ہمیں دکھائی دیتا ہے تو بیساختہ قطرتاً ہمارے دل میں خیال پیدا ہوتا ہے کہ ان کے بنانے والا کوئی نہایت ہی لائق اور عقلمند شخص ہے۔ اور اگر ہم ایسے شخص کی پرستش نہ کریں تو کم از کم اسکی تعریف تو ضرور کرتے ہیں یہی حال انسان کی نوع ۔ ان اور ہستی کا بھی ہے۔ جب تمام مذاہب کے ماخذ کی تلاش کیجاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ابتداء میں سب کا یہی اعتقاد اور ایمان تھا کہ خدا واحد اور غیر فانی ہے۔ لیکن زمانہ کی ترقی کے ساتھ ساتھ خیالات ردی اور فاسد داخل ہو گئے اور ابتدائی وحدانیت کے خیالات کی جگہ شرک نے الوحدت پر تصرف کر لیا +

یہ خیال فطرت انسانی کے عین برعکس ہے کہ خدا لایزال نسل انسانی پر اسقدر برافروختہ ہو گیا۔ کہ

اپنے غصہ کے فرو کرنے کیلئے اپنے لڑکوں میں سے ایک کو قربان کرنا اس نے ضروری سمجھا تاکہ انسان جو کہ اسی کے پیدا کردہ اور اسی کے بچے ہیں عذاب سے بچ جائیں۔ انسانی عقل اور سمجھ کے بھی یہ بات خلاف معلوم دیتی ہے کہ انسانی جامہ میں خدا براہ راست حلول کر جائے۔ یہ ایک نہایت ہی پُر از تکلف نتیجہ ہے۔ اور اگر بقول البعض یہ مان بھی لیں کہ انسان آخر ش خدا ہی میں جذب ہو جاتا ہے تو تو بھی مذکورہ بالا نتیجہ مسئلہ ارتقاء انسانی ترقی کے اصلی تعلیم اسکے بالکل خلاف ہے۔ اس قسم کا اعتقاد فطرت کے مطابق نہیں اور انسان کی سمجھ پر ایک ایسا بوجھ ہے جو قابل برداشت نہیں۔ اس عقاد کا دوسرا رنگ مسئلہ کفارہ کی شکل میں نظر آتا ہے جس پر بہت سے ایسے اشخاص کا جو مذہب عیسائیوں کے نام سے پکارے جانے میں ایمان ہے۔ یہ اعتقاد کہ خدا لایزال اپنے انسانی کنبہ کو یہ جتلانے کیلئے کہ وہ ان سے کسقدر محبت رکھتا ہے اپنے ایک لڑکے کو دیدہ و دانستہ قربان کر دے نہایت ہی بودہ اور فطرت کے برخلاف ہے۔ اور یہ فعل وہ اسلئے نہیں کرتا کہ اس کا غصہ فرو ہو بلکہ وہ اس سے اپنی شفقت پدرانہ ظاہر کرتا ہے +

ایثار کا مادہ انسان کے اندر ایک قیمتی جوہر ہے لیکن اسے اس رنگ میں لینا جسمیں عیسائیت نے لیا ہے اس کے مطلب کو نہ سمجھنا ہے بلکہ انسان کے خیالات اور احساسات کے غارت کرنیوالا ہے۔ کیونکہ کوئی شخص بھی اس قسم کے فعل کو دماغ میں نہیں لاسکتا۔ وہ مذہب عین فطرت کے خلاف ہے جو نسل انسانی میں سے کسی ایک فرد کی بھی تکلیف یا قربانی کی اجازت دے +

خدا اور انسان کا تعلق براہ راست یا بذریعہ فرشتوں کے ایک ایسا امر یا اعتقاد ہے جسے انسانی فطرت چاہتی ہے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شخص جس کے ساتھ اس قسم کا تعلق اور رشتہ قائم ہوتا ہے آہستہ آہستہ مدارج حاصل کرتا ہے اور ترقی کے معراج پر پہنچتا ہے۔ یہ ترقی روحانی قواعد پر عمل کرنے سے حاصل ہو سکتی ہے۔ یہ راہ سب کے لئے کھلی ہے لیکن عام لوگ اس سے فائدہ نہیں اُٹھاتے کسی خواہش کے دل میں پیدا ہونے پر اس کے حاصل کرنے کے لئے قدم اُٹھانا اور عمل کرنا ضروری ہے۔ ان طریقوں اور عملوں میں سے ایک وہ تھا جو رسُول اکرم حضرت محمد صلعم نے اختیار کیا۔ آپ کی خدمت میں جبکہ آپ غار حرا میں ذکر فرما رہے تھے خدا کی طرف سے پیغام پہنچا۔ جو نہ صرف آپ کے لئے رہنمائی خوشی اور امن لایا بلکہ نسل انسان میں لاکھوں انسان کیلئے بھی۔ خدا ... [illegible]

عبادت نہ صرف پہلا قدم ہے بلکہ یہ بالواسطہ بھی ہے۔ عبادت کرنا تو فطرت کے مطابق ایک فعل ہے لیکن خلاف فطرت طریق پر عبادت فطرت کے مطابق نہیں کہلا سکتی یعبادت کیلئے فاخرہ لباس اور خاص قومی راگ قدرت نے لازمی اور ضروری نہیں ٹھیرائے انسان میں مذہبی زندگی کی طرف قدم بڑھانے کیلئے روزہ رکھنا ایک ضروری اور طبعی امر ہے۔ روزہ کی غرض کھانے اور پینے سے پرہیز کرنا ہی نہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ کوئی شخص جھوٹ اور برائی نہیں چھوڑتا تو خدا اس کے بھوکا اور پیاسا رہنے کی پرواہ نہیں کرتا۔ روزہ روح کی صفائی کا ایک ذریعہ ہے۔ اسکی غرض صرف بھوکا رہنا ہی نہیں بلکہ ہر ایک بدی سے پرہیز کرنا اور اس سے بچنا ہی بعض عیسائی صاحبان نے بھی روزہ داری اختیار کر رکھی ہے لیکن باوجودیکہ جناب مسیح صاف اور صریح احکام کے تمام لوگ اسکی طرف نہیں آتے وہ فرماتے ہیں۔ کہ یہ بات اس وقت تک حاصل نہیں ہوتی جب تک کہ عبادت کیجائے اور روزہ نہ رکھا جائے لیکن جنہوں نے اس روزہ کے اصول کو مانا ہے وہ بھی بجز چند ایک خانقاہوں میں رہنے والے فرقوں کے اس پر اعتقاد ہی رکھتے ہیں۔ عملاً ان میں کچھ بھی نہیں۔ انسان روزہ کے متعلق احکام کی تعمیل تو فقط گوشت چھوڑنے ہی سے کر سکتا ہے۔ اور اپنی خوراک کی اس کمی کو مچھلیاں کھا کر پورا کر سکتا ہے۔ اور وہ کسی ایسے حکم کی خلاف ورزی کرنیوالا خیال نہیں کیا جاتا۔ خواہ وہ شراب نوشی بھی جی بھر کر کرے اور اس طرح بدتہذیبی اور دیگر گناہوں کا جو اس سے ظہور میں آتے ہیں مرتکب ہو مگر اسلامی قواعد اور احکام اس قسم کی اجازت نہیں دیتے۔ چنانچہ مارکس ڈادس صاحب نے یوں ہمارے میں تحریر کیا ہے +

ماہ رمضان کے روزے صرف اعتقادی ہی نہیں اور نہ اسلئے رکھے جاتے ہیں کہ گرمی کے دنوں میں ثقیل غذا چھوڑ کر عمدہ اور ہلکی غذا کے لئے بھوک تیز کیجائے بلکہ صحیح معنوں میں تمام ماہ رمضان میں صبح سے شام تک ہر روز کھانے اور تمباکو نوشی سے قطعاً پرہیز کیا جاتا ہے۔ اور ساتھ ہی اس ماہ کو روحانی ترقی کرنے کا ایک موقعہ خیال کیا جاتا ہے +

اسلام کا نام مذہب نہیں کہ فرقہ ازمینین یا ایرین کے خلاف جھگڑے اٹھائے جائیں یا پیران سالون

کی مخالفت کیجائے۔ اور انہیں ان کی غلطیاں ظاہر کر کے۔ جھوٹا ثابت کیا جائے۔ اور نہ مذہب اُسے کہتے ہیں کہ جناب مسیح کی پیدائش کے متعلق۔ اور کسی کلیسیا کے سرگردہ یا پوپ کے بیحطا ہونے یا ان بچوں اور جوانوں کی قسمت جنہوں نے بپتسمہ نہیں لیا یا گناہ کبیرہ اور گناہ صغیرہ کی حدبندی کی نسبت اور یا تثلیث کے مسئلہ کو مدلل طور پر ثابت کرنے کے لئے بڑی بڑی کتابیں لکھی جائیں یا اس قسم کی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے۔ اس قسم کے مسائل پر برٹش عجائب گاہ میں بیسیوں کئی من وزن کی کتابیں دھری پڑی ہیں۔ کاش ان کتابوں کے لکھنے والے اپنے اس وقت کو بہتر طور پر صرف کرتے اور ان قباحتوں اور خرابیوں کو جو انسان کی زندگی اور تجارت میں دیکھے جاتے ہیں دُور کرنے یا اُن کو کم کرنے میں خرچ کرتے۔ یہ خرابیاں اکثر ان مسائل علم الٰہیات کا نتیجہ ہیں جو بالکل خلاف فطرت انسانی ہیں +

مذہب کے متعلق اسلام مسائل اور اصول ہی نہیں پیش کرتا بلکہ ان پر عمل کرنے کی راہ بھی بتلاتا ہے۔ جب سے کہ حضرت محمد صلعم نے اس مذہب کے اصول ایک خطرناک مخالفت کا مقابلہ کر کے پھیلائے۔ اس وقت سے آج تک لکھوکھا انسانوں میں یہ نہایت عزت سے دیکھے جاتے ہیں۔ جہاں ان سے اُڑ دنیاوی ترقی و تعلیم کا رواج دیا ہے وہاں ساتھ ہی عورت و مرد کیلئے پرہیزگاری اور گفتگو اور خورونوش میں اعتدال قائم کرنے کی بھی تاکید کی ہے۔ اور قماربازی و شراب نوشی کو قبیح بتلایا گیا ہے۔ اور اسلام بمقابلہ دیگر تمام مذاہب کے اُن تمام بدیوں اور خرابیوں کو جو عیسائی تہذیب کے ساتھ مستلزم ہیں جڑھ سے اُکھاڑنے میں زیادہ تر کامیاب ہوا ہے۔ اُن ممالک میں جو کہ اسلامی ہیں قمارخانوں یا عیش و عشرت کے مکانوں یا شراب خانوں کا نام و نشان نہیں +

جہاں قدیم یہودیوں کا یہ نعرہ کہ خداوند خدا ایک ہے سنائی دیتا ہے۔ وہاں کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ بھی بڑے خوش کن لہجہ میں اور بڑے وثوق کے ساتھ اور موثر طور پر کان میں پڑتا ہے۔ اس کلمہ طیب کے پڑھنے سے اس اعتقاد اور ایمان پر مُہر لگتی ہے جو کہ پڑھنے والا رکھتا ہے اور جو باوجود صدیوں گذرنے کے بھی مدلل اور فہم عامہ کے عین مطابق پایا گیا ہے +

اسلامی دُنیا کا صدا ایمان صرف اعتقاد ہی اعتقاد نہیں۔ یہ نہایت ہی پکا اور اسکی جڑھ بہت مضبوط ہے۔ اکثر لوگ کہتے ہیں کہ دُنیا کے مذاہب میں سے اسلام ہی کے عقائد نہایت صریح

ممکن ہو کہ یہ بات صحیح ہو لیکن مسلمانوں کا باری تعالے کی ہستی پر اسقدر ایمان پختہ اور راسخ ہوتا ہے۔ کہ وہ خدا کی وحدانیت میں شرکت کو نفرت سے دیکھتے ہیں بلکہ اُسے کفر خیال کرتے ہیں بھلا اللہ تعالیٰ کو کیسے گرا کر دوسرے لوگوں کے برابر کہا جا سکتا ہے۔ اور وہ کیسے اپنی صفات میں دوسروں کو شریک کر سکتا ہے۔ وہ اعلیٰ اور اکبر ہے اور اُسی کی عبادت اور پرستش ہونی چاہئے مسلمانوں کے نزدیک تین یا دو خداؤں کا جو قادر مطلق کی حیثیت رکھتے ہوں خلاف عقل اور ظاہراً لغو بات ہے۔ اور سنت اتھاناسیس کا یہ عقیدہ کہ خدا۔ بیٹا۔ اور روح القدس علیحدہ علیحدہ ہیں۔ لیکن یہ سب ایک ہی سرچشمہ خدائی ہیں لیکن ان کی شان و جلال برابر ہے۔ اور ان کی بزرگی اور شوکت ہمیشہ رہنے والی ہے۔ ان کے نزدیک بالکل بے معنی اور لغو بلکہ کفر ہے +

اللہ ہمیشہ اور ابدالآباد تک رہنے والا بادشاہ ہے۔ ہر انسانی خواہش کے اُوپر اسکی رضی ہونی چاہئے ہر مرد و عورت کا شغل اور مدعا خدا کی رضا چاہئے۔ اسلام کے دو معنے ہیں ایک تو رضا بالقضاء اور دوسرا امن اور سلامتی میں داخل ہونا یعنے پہلا امر دوسرے امر کا ایک ذریعہ ہے گویا امن اور سلامتی میں داخل ہونا ہی مقصد و مدعا ہے۔ اسلام کا خدا کسی خاص قوم یا فرقہ کا ہی خدا نہیں بلکہ یہ تمام خلق اللہ کا خدا ہے۔ اور تمام جہانوں کا مالک ہے۔ اگر کوئی اور دنیا بھی موجود ہو تو اللہ اس کا بھی مالک ہے اور وہاں کے رہنے والے اس دُنیا کے رہنے والوں کے بھائی ہیں۔ اور یہ ایک اصول اسلام کا ہی جس پر نرا اعتقاد ہی نہیں بلکہ عمل بھی ہے عیسائیت نے جو تعلیم خدا اور انسان کے رشتہ کے متعلق دی ہے اس سے خالق اور مخلوق کے درمیان ایک تعلق اور رشتہ فرض کر لیا گیا ہے۔ جو کہ روحانیت کے سخت مخالف ہے۔ اس سے خدا کی عظمت میں بہت فرق آتا ہے۔ اور پرستش و عبادت کا وجود گم ہوتا دکھائی دیتا ہے جب انسان عبادت کرتا ہے تو اُسے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی بخشش اور اس کا کرم و فضل اس پر وار د ہو رہا ہے۔ اور اُسے خدا کی قربت محسوس ہوتی ہے۔ کیا اس بات سے وہ جامہ میں پھولے نہیں سماتا۔ نہیں بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح و موزوں ہو گا کہ جتنا کہ وہ اس فضل و کرم پر غور کرتا ہے۔ اس پر خدا کی ہیبت زیادہ طاری ہوتی ہے +

رحمان اور رحیم کے معنوں میں اس قدر جلال و عظمت ہے کہ دوسرے الفاظ میں نہیں خُدا کے

افضال و برکات کی کسی طرح بھی حدبندی نہیں کیجا سکتی۔ اگر کوئی مسلمان خدا کے ان رحمتوں اور برکتوں کا خیال کر کے جن سے تمام جہان گھرا پڑا ہے۔ تمام جہان کے مالک کی عظمت و جلال کو سامنے لاکر اپنی پیشانی کو زمین پر رکھ کر اسکی عبادت و پرستش کرے تو یہ کوئی حیرت انگیز بات نہیں۔ اس تمام جہانوں کے بادشاہ کو مسلمان اللہ کہکر پکارتے ہیں۔ یہ سب اسماء سے بہتر ہے اور سوا حقیقی معبود کے کسی پر نہیں بولا جاتا۔ اور اُس کے اندر وہ تمام خوبیاں شامل ہیں جو دُنیا کے کسی نام میں پائی جا سکتی ہیں +

اسلام کوئی اعتقادی مذہب نہیں۔ یہ ایک ضابطہ زندگی ہے جس کے مطابق عمر بسر کیجانی چاہئے۔ قرآن شریف میں بعض جگہ روزمرہ زندگی کی چھوٹی چھوٹی باتوں کے متعلق ہدایا پائی جاتی ہیں لیکن وہ باتیں ادنےٰ دکھائی نہ دیں گی۔ اگر یہ چاہا جائے کہ زندگی تو خدا کیلئے بسر کرلی ہے مسلمان کو خدا کیلئے جینا ہے۔ خدا ہی تمام قسم کے اطمینان اور راحتوں کا مرکز ہے۔ وہی جائے اُمید اور وہی اصل زندگی ہے مسلمان کا مقصد خدا سے پیوستہ ہو جانا اور اسکی معرفت کا علم پھیلانا ہے خواہ وہ کسی قسم کا کام کرے۔ اور پیدائش سے دام واپسیں تک خدا اور صرف خدا ہی کے لئے اپنی عمر گزارتا ہے جونہی کہ بچہ پیدا ہوتا ہے اس کے کان میں خُدا کی عظمت کا اعلان یعنے نعرہ اللہ اکبر پہنچایا جاتا ہے کیونکہ مسلمانوں کا اعتقاد ہے۔ کہ پہلی آواز تکبیر ہی کی نومولود کے کان میں پڑنی چاہئے تا کہ نیک اور پارسایانہ زندگی کا بُنیادی پتھر مضبُوطی کے ساتھ رکھا جائے۔ اور جبکہ بچہ ذرا بڑا ہوتا ہے اور غم و غُصّہ یا کسی اور وجہ سے اسکے آرام میں خلل واقعہ ہوتا ہے تو اس کے والدین یا ولی اللہ ہی کے نام کی لوری اس کے کان تلے دیتے ہیں۔ اور اُس کی تعلیم کا آغاز بھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہی سے کرایا جاتا ہے۔ وہ دن میں پانچ وقت اذان میں اللہ اکبر سُنتا ہے۔ اور پھر اگر وہ جنگ کیلئے نکلے تو یہی رُوح کو تازہ کرنیوالے الفاظ اس کے لئے نوہ جنگ کا کام دیتے ہیں۔ اس کے تمام امور خانگی میں لا الہ الا اللہ ہی اس کا تکیہ کلام ہے اور یہی پیغام رُوح کی واپسی پر اس کے کان میں پہنچایا جاتا ہے اور جب قبر کے سپرد اس کا جسم کیا جاتا ہے تو یہی الفاظ ہر ایک شخص کے ورد زبان ہوتے ہیں +

مسلمانوں کا ایمان ہے کہ ایثار انکسار اور اللہ کے احکام کی متابعت سے اِنسان قرب الٰہی حاصل

کرسکتا ہی عیسائی معترضین کہتے ہیں کہ اسلام میں خدا سے ملنے کی کوئی راہ ہی نہیں لیکن سنو رسولکریم صلعم اس بارہ میں کیا فرماتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی کہ جس شخص سی میں پیار کرتا ہوں میں اُس کے کان بن جاتا ہوں جن سی وہ سُنتا ہے۔ میں اُس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے۔ میں اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے۔ اور میں اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے +

اِنسان خدا کے نزدیک اِس سی زیادہ تر ہو ہی نہیں سکتا۔ پادری سی الیف انڈریو عیسائی مشنری کے ذیل کے الفاظ جو اس نے اپنی کتاب نارتھ انڈیا (شمالی ہند) میں لکھے ہیں پڑھکر متعجب نہیں ہونا چاہئے۔ وہ لکھتا ہے کہ

ایک سچّے اور صحیح معنوں میں مسلمان کی شان اور خُلق نیز اس کے روزانہ ہفتہ وار یا ہوار اور سالوار کام کی ترتیب جسمیں خدا کو بُھلایا نہیں جاتا۔ یہ سب کچھ مل ملاکر ایک سچی دولت عظمیٰ ہی جس کی ہمیں کلیسیا کے لئے پھر حاصل کرنے کی ضرورت ہے +

مسلمان اللہ تعالیٰ کا حمد اور شکریہ بجالاتے ہیں کہ اُس نے آدم علیہ السلام سی حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم تک ایک لمبا سلسلہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا اُنکی ہدایات اور رہنمائی کے لئے بھیجا قرآن انہیں بتلاتا ہی کہ بعض کو بعض پر فضیلت ہے لیکن وہ سب کے سب انسان تھے۔ انمیں سی کوئی بھی اللہ کے برابر نہیں۔ اس علم سی وہ خوش ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں۔ کہ ان تمام بزرگ اور مقدس لوگوں کی سوانح پر غور کرنے سے جو آج تک گذرے ہیں۔ خدا کا قرب حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوتا ہے، اور ان جیسے اخلاق ظاہر کرنے اور ان کی طرح زندگی بسر کرنے کی انہیں ہمت پیدا ہوتی ہے +

قابل توجہ خریداران رسالہ اشاعت اسلام

ہمارے معزز خریداران کی طرف سے بعض اوقات اِس مضمون کے شکائتی خطوط موصول ہوتے ہیں کہ ہمارے دفتر سے انکے گرامی ناموں کے جواب نہیں پہنچتے یا اگر پہنچتے ہیں تو بہت دیر کے بعد۔ اور بعض دفعہ اگر پتہ صاف نہ لکھا ہو تو نئے خریدار صاحبان کو بخدمتمیں پرچہ جاری کرنے میں بہت دقت محسوس ہوتی ہی لہذا رفع شکایت کے لئے التماس کی جاتی ہی کہ آیندہ نئے خریدار صاحبان اپنا پتہ نہایت صاف اور خوشخط تحریر فرماویں اور خط وکتابت کے وقت پرانے خریدار صاحبان بھی برائے نوازش علاوہ اپنے پتہ کے نمبر خریداری سالہ بالضرور صاف تحریر فرما کر دفتر ہذا کو مشکور فرما دیں بصورت دیگر کسی فروگذاشت یا کوتاہی کا دفتر ذمہ دار نہ ہوگا۔ خاکسار مینیجر

انگلستان میں طلاق کے مقدمے

انگلش پریس میں یہ خبر چھپی ہے کہ لندن کی عدالتِ طلاق میں اس وقت دو ہزار عرضیاں دائر ہیں۔ اِس ریکارڈ کو دیکھ کر انسان کا دل کانپ اُٹھتا ہے۔ حالانکہ ابھی یہ اصل حالات کو کامل طور پر نہیں ظاہر کرتا۔ مسٹر ہوریشیو بوٹملی ایم۔ پی کی رائے میں یہ تعداد" ان بیشمار واقعات کا دسواں حصہ بھی نہیں ہے جنہیں کہ خاوند یا بیوی ایکدوسرے کی بدچلنی کی وجہ سے ہر طرح طلاق حاصل کرنے کا حق رکھتے ہیں"۔ اس بڑی عدالت طلاق کے علاوہ دوسری چھوٹی عدالتیں آئے روز بدچلنی کے واقعات کا فیصلہ کر رہی ہیں جسمیں کہ نوجوان مرد و عورت آج کل کثرت سے مبتلا ہیں اور جس کی بڑی وجہ یہ حال کی جنگ یورپ ہے۔ سو آجکل انگریزی اخبارات اس بات پر زور دے رہے ہیں" کہ جنگ کی وجہ سے جو یہ بدچلنی پھیل گئی ہے۔ اسکی کامل طور پر تحقیقات ہونی چاہئے اور تعلقات زن و مرد کو نہایت پاکیزہ اور بہتر بنانا چاہئے"۔ عام لوگوں کا یہ خیال ہے کہ عیسائی گرجے اور مذہب میں اصلاح کی سخت ضرورت ہے۔ کیونکہ عیسائی گرجا ابھی تک ان خطرناک واقعات اور معاملات کے دفعیہ کی اپنے اندر طاقت نہیں پاتا۔ عیسائی قانون بعض حالات کے ماتحت ایک اچھے چال چلن کی عورت کو بھی مجبور کر دیتا ہے۔ کہ وہ زنا کی طرف جائے کیونکہ اس کے بغیر وہ کوئی اور چارہ نہیں دیکھتی +

سب سے زیادہ ہولناک اور دل دہلا دینے والے وہ مقدمات ہیں جنمیں اُن واقعات کا انکشاف ہوا ہے جنمیں فوجی افسر نہایت افسردہ اور ٹوٹے ہوئے دل کے ساتھ جنگ سے واپس گھر آئے ہیں۔ کیونکہ اُن کی بیویوں نے علانیہ ان سے بیوفائی اور بیحیائی برتی اور اُنکی غیر حاضری میں دوسروں کے ساتھ نکل کر بھاگ گئیں۔ اُن فوجی افسروں کی ملکی اور قومی خدمات کا یہ نہایت ہی بُرا معاوضہ ہے کہ دوسرے لوگوں نے انکی غیر حاضری کا فائدہ اُٹھایا۔ اور انکی بیویوں کے ساتھ تعشق کا اظہار کیا۔ بعض بیویوں نے تو یہاں تک بیحیائی اور دیدہ دلیری دکھائی کہ اُنھوں نے اپنے خاوندوں کو صاف صاف یوں لکھ دیا" کہ چونکہ میں نے ایک اور مرد کو پالیا ہے جس سے کہ میں

نہایت محبت کرتی ہوں اور جس کے ساتھ کہ میں آجکل رہتی ہوں۔ اسلئے میں تم سے مجبوراً قطع تعلق کرتی ہوں"۔ یہ کیسا دردناک اور افسوسناک معاملہ ہے۔ وہ لیڈیاں جو کہ عیش و عشرت میں پلی ہیں ان کو لوگوں نے پھسلا کر اور طمع دلا کر اُن کے خاوندوں کی غیر حاضری میں ان ناجائز فعلوں میں ڈالدیا۔ بعض کہانیاں تو ایسی دردناک ہیں۔ اور بعض واقعات ایسی بیحیائی اور شرمناک افعال سے پُر ہیں۔ کہ وہ بیان نہیں کئے جا سکتے۔ دوسری طرف اُن سے بھی زیادہ دردناک وہ واقعات ہیں کہ جنمیں نوجوان عورتوں کو ان کے فوجی خاوندوں نے اس بنا پر چھوڑ دیا کہ اُن کو ان سے بہتر اور عورتیں مل گئی ہیں۔ اس قسم کی عورتیں نہایت بیکسی کی حالت میں ہیں۔ نہ ہی قانون سلطنت اور نہ ہی عیسائی گرجا ان کی مدد کر سکتا ہے۔ اور خاص کر آج کل کے قانون کے ماتحت جس کی بنیاد مذہب پر رکھی گئی ہے۔ وہ اپنے خاوندوں سے خلع کروا کر دوسری جگہ شادی نہیں کر سکتیں مگر شرع اسلام کی رو سے اُنہیں ایسا کرنے کا ہر طرح اختیار اور حق حاصل ہے۔ جب وہ بیچاریاں شادی نہیں کر سکتیں تو اغلب ہے کہ بعض اوقات وہ تقاضائے نفس سے مجبور ہو کر اخلاقی زینے سے نیچے گر پڑیں۔ کیونکہ ایسی خلاف فطرت زندگی (یعنی جس حالت میں کہ وہ دوسری شادی نہیں کر سکتیں) وہ کس طرح بسر کر سکتی ہیں۔ ہاں بیشک اُن میں ایسے شریف نفوس بھی ہیں جو کہ ہر قسم کے ناجائز اور بیحیائی کے فعل کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں مگر اکثر اوقات ایسا دیکھا گیا ہے۔ کہ آخر کار دامن صبر ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے۔ اور وہ نفس کے آگے مغلوب ہو جاتی ہیں۔ جو کہ اگرچہ ایک طرح قدرتی ہے مگر موجودہ قانون کے ماتحت سخت ممنوع ہے۔ وہ عورتیں جو کہ اپنے دامن عصمت اور عزت کو ہاتھ سے نہیں چھوڑتیں۔ ان کا حال نہایت تباہ و خستہ ہوتا ہے۔ اور وہ عورتیں جو کہ ایسی حالت میں دوبارہ شادی کر لیتی ہیں۔ ان کی ویسے بڑی مٹی پلید ہوتی ہے) کیونکہ اس قسم کی شادی جائز نہیں جبکہ پہلے خاوند سے طلاق نہیں حاصل کی گئی) اُن بیچاریوں کو طلاق حاصل کرنے کی بھی اجازت نہیں اور نہ ہی وہ دوبارہ شادی کر سکتی ہیں۔ یا دوسرے لفظوں میں ان کی خوشی اور عزت و عصمت کو برقرار رکھنے کا کوئی انتظام نہیں کیا گیا۔ اب ضرورت ہے کہ حکومت اسکے متعلق نہایت ضروری کارروائی عمل میں لائے۔ اور گرجے کو مجبور کرے کہ موجودہ قانون کو نرم کرے۔ کیونکہ یہ نہ صرف

فطرت انسانی کے ہی خلاف ہے بلکہ اِس کا بُرا اثر قوم پر بھی پڑ رہا ہے +

غیر ملکوں کے سپاہیوں نے خاص طور پر بدیوں میں بہت حصہ لیا ہے۔ یہ معلوم کر کے کہ اُن کے اپنے وطنوں سوسائٹیوں اور رشتہ داروں کی قیوُد وغیرہ اُن پر نہیں ہیں اُنھوں نے نفس پرستی کی باگ کو بالکل چھوڑ دیا۔ اور طرہ یہ کہ ان کی بے لگامی بدکاریوں کا پوچھنے والا بھی کوئی نہیں ہے۔ اور انگریزوں کی طبعی شرافت اور نرمی انہیں سہارت سے روکتی ہے کہ وہ اُن کے کا بدلہ کریں۔ اور اُن سے بھی اسی طرح کا سلوک کریں۔ کئی ایسی نوجوان مائیں ہیں جو کہ عجب طرح کے مخمصوں اور پھندوں میں پھنس گئی ہیں۔ اور ان کی آگے دو قسمیں ہیں:۔

ایک وہ ہیں جو کہ غیر ملکی سپاہیوں کے ساتھ بغیر کسی قسم کے نکاح کے رہتی رہی ہیں۔ اور دوسری وہ ہیں جن کا نکاح باقاعدہ گرجے میں پڑھا گیا۔ یہ آخری قسم سب سے زیادہ تکلیف اُٹھا رہی ہے۔ کیونکہ جب ایکدفعہ وہ گرجے کے قانون کے ماتحت آگئیں تو پھر وہ علانیہ طور پر دوسری دفعہ شادی نہیں کرسکتیں۔ حالانکہ پہلی قسم کی عورتیں بآسانی دوسرے خاوندوں کو تلاش کر سکتی ہیں۔ کیونکہ اُن کی پہلی شادیاں گرجے اور قانون کی قیود سے آزاد تھیں۔ اِس قسم کے دردناک اور تکلیف دہ واقعات بتارہے ہیں کہ عیسائی گرجے میں ایک بڑی ضروری اصلاح کی ازبس ضرورت ہے۔ اگر گرجا اِن واقعات کو نظر انداز کرتا رہیگا۔ اور آئے دن کی تکالیف اور پُر الم داستانوں کی کچھ پرواہ نہ کریگا۔ تو ایک وقت آئیگا کہ انسانی فطرت اور قدرت اُس سے باغی ہو جائیں گی۔ مگر انگلستان کے سچے بہی خواہ اور ہمدرد اِس معاملے کی اہمیت پر اپنی پوری توجہ صرف کر رہے ہیں۔ جو کچھ تجاویز انھوں نے اسکی اصلاح کیلئے پیش کی ہیں۔ وہ نہایت معقول اور ٹھیک معلوم ہوتی ہیں۔ اور اسلامی قانون کے عین مطابق ہیں جو کہ فطرت انسانی کے موافق ہونے کا دعویدار ہے +

مذہب اسلام تمام رُوحانی۔ مذہبی اور دُنیاوی اُمور میں عورت اور مرد کو ایک ہی درجہ عنایت کرتا ہے۔ اور مساوات اور غیر طرفدارانہ انصاف کو عمل میں لاتا ہے۔ عورت اور مرد کے لئے قوانین بھی ایک ہیں۔ اور برخلاف اسکے عیسائیت میں خاوند کے لئے ایک قانون ہے اور بیوی کے لئے دوسرا۔ شرع موسوی نے پہلے پہل عورت کو ملزم گردانا۔ اور قانون

عیسائیت بھی اسے ایسا ہی سمجھتا چلا آیا ہے۔ اگر عورت زنا کی مرتکب ہو تو خاوند کو حق حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ اسے طلاق دیدے۔ دوسری طرف خاوند چاہے اس سے بیرحمی سے سلوک کرتا ہو یا جان کر گھر میں آباد نہ کرتا ہو۔ مگر عورت طلاق نہیں لے سکتی جب تک کہ خاوند کی بدکاری کا ثبوت بہم نہ پہنچائے۔ گویا کہ اس حالت میں کہ دونوں کی آپس میں نہ بنتی ہو۔ اور آئے دن لڑائی جھگڑے ہوتے ہوں تو ایکدوسرے سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے اس کے سوا ان کے پاس اور کوئی چارہ نہیں ہے کہ وہ بدکاری کریں۔ یا دوسرے لفظوں میں ظاہرہ سادہ عیسائی قانون لوگوں کو شرمناک افعال کے ارتکاب کی ترغیب دیتا ہے۔ مگر کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ آیا ایسا کرنے سے شادی شدہ زندگی کے مصائب کا خاتمہ ہوتا ہے یا ہمیشہ کیلئے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ لگجاتا ہے کیوں نہیں۔ قانون اسلام کی طرح طلاق کی اجازت دیجاتی ؟ اور کیوں لوگوں کو شرمناک افعال کے ارتکاب کی طرف دھکیلا جاتا ہے؟ اسلامی قانون ہمیں تمام تکلیف خرچ اور بیعزتی سے بچا لیتا ہے۔ اور تمام معاملات پر ویسا ہی حاوی ہے۔ جیسا کہ یہ قابل عزت اور پر از شرافت ہے۔ حقیقت میں یہ انسانی فطرت کا ایک طرح کا مظہر ہے +

ہم نے ابھی ابھی اسلامی قانون کے کم خرچ ہونے کی ایک خصوصیت بیان کی ہے۔ ایک اسلامی ملک میں اس خوبی کا احساس ہمیں بہت کم ہوتا ہے اسلئے کہ ہم اس سے خوب واقف ہیں اور یہ بات ہمارے ہر روز کے مشاہدے میں آتی ہے۔ مگر جب ہم اس ملک میں اس کے برعکس معاملہ دیکھتے ہیں تب ہمیں اسکی حقیقت معلوم ہوتی ہے۔ یہاں پر عدالت کی ابتدائی فیس اس قدر زیادہ ہے کہ ایک معمولی انگریز عدالتِ طلاق میں جانے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ اور یہ فیس جان کر بہت بھاری رکھی گئی ہے۔ اس سے اُن نیک نیت اشخاص کی عقلمندی اور قوت تدبیر پر روشنی پڑتی ہے جن کے ہاتھ میں گرجے کی باگ ہے۔ وہ انسانی خوشی اور آرام کی قربانی سے گرجے کی حفاظت کرنا چاہتے ہیں صرف یہی ایک ذریعہ نہیں جس سے کہ انہوں نے عدالت طلاق میں آنے سے روکا ہے کسی شہر بلکہ کسی ضلع میں عدالت طلاق نہیں۔ ضلعے تو الگ رہے تمام انگلستان کے لئے ایک ہی عدالتِ طلاق ہے اور وہ لندن میں قائم کیجاتی ہے۔ ایک شریف متوسط درجے کے انگریز کے لئے سفر کے اخراجات اور صعوبتیں لندن کی گرانی اور کثیر اخراجات اور وکیلوں اور عدالتوں کی فیسیں ناقابل برداشت رکاوٹیں کھڑی کر دیتی

ہیں۔ اور یہ سب باتیں مقدس گرنت کی پاک اغراض کو حاصل کر لینے کیلئے نہایت مناسب ہیں۔
کیا ایسا قانون خدا کی طرف سے سمجھا جاسکتا ہے جو کہ غریبوں کے لئے ویسا آرام دہ اور سہل الحصول نہ ہو۔ جیسا کہ وہ امیروں کے لئے ہے؟ کیا ایسا قانون اس رب العلمین کا وضع کیا ہوا سمجھا جاسکتا ہے جو کہ اپنی تمام مخلوق کو ایک نظر سے دیکھتا ہے۔ اور سب سے ایک جیسی محبت کرتا ہے؟ کیا ایسی چیز قانون الٰہی کہی جاسکتی ہے جس کا نتیجہ ایسا گندہ اور تباہ کن ہو نہیں! اس کا نقص اسکی کوتاہ اندیشی اور عالمگیر ہمدردی کا عدم وجود اسبات کو ظاہر کرتا ہے کہ یہ قانون انسان کا خود ساختہ ہے۔ شرع اسلام کو دعویٰ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی شدہ ہے اور صرف یہی نہیں بلکہ یہ بھی کہ وہ مرد و زن۔ امیر و غریب۔ بادشاہ و رعایا غرض کہ سب سے مساوی اور ایک جیسا سلوک کرتا ہے۔ طرفین میں سے کسی کو بھی ناانصافی اور ظلم کے مصائب برداشت کرنے کی تکلیف نہیں اُٹھانی پڑتی۔ انگلستان کے مدبروں کی مجوزہ اصلاحات کو اسلام نے کبھی کا عملی جامہ پہنایا ہوا ہے۔ مذہب اسلام یا دوسرے لفظوں میں فطرتی مذہب سے لوگ چاہے کچھ مدت کے لئے غافل ہو جائیں مگر جو کوئی اُن کو رد اور باطل قرار دیگا وہ ضرور تکلیف اُٹھائیگا۔ بنی نوع انسان کی بہتری اور بہبودی اسی میں ہے کہ دُنیا ان پر عمل کرے۔ اور ہر جگہ اسی کا دور دورہ ہو +

وہ خلاف فطرت اور تکلیف دہ قیود جو کہ عیسائی قانون لوگوں پر لگاتا ہے اُن کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ بددیانت اور بدتہذیب ہو جاتے ہیں مسٹر ہوریشیو بٹوملی ایم۔ پی اپنے حال کے مضمون ہی میں رقمطراز ہیں۔ کہ پارلیمنٹ کے ایک ممتاز ممبر کو ایک نہایت تکلیف دہ اعتراف کرنا پڑا۔ یعنی ایک ناقابل برداشت شادی سے بچنے اور قانون کے گورکھ دھندے میں پھنسنے کی خاطر اس نے ارادتاً عدالت کو دھوکا دیا۔ اس نے اپنے چال چلن کو نہایت ابتر اور گندہ ظاہر کیا۔ حالانکہ وہ ایسی باتوں سے کوسوں دور تھا۔ سب سے بڑھ کر قابل افسوس بات یہ ہے کہ اس ملک کے پادری اور بشپ اس قانون سے بالکل مطمئن نظر آتے ہیں۔ حالانکہ اس کا نتیجہ فریب دھوکا اور رعونت کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا۔ کیا اب اسبات کا سوچنا اُن کے لئے کوئی مشکل رہگیا ہے کہ آیا انسان فطرتی گنہگار ہے یا عیسائی قانون اسے گنہگار بننے کی ترغیب دیتا ہے؟ اگر ایک ایسی صریح اور صاف بات کو بھی سمجھنے سے وہ قاصر ہیں۔ تو اُن سے یہ

اُمید رکھنی فضول ہے کہ وہ بنی نوع انسان کو مصیبت سے نکالنے اور ان کی فلاح و بہبودی کے لئے کچھ ہاتھ پاؤں ہلا سکیں گے۔ عیسائی قانون کی کوتاہ اندیشی اس بات سے ظاہر ہوتی ہے کہ وہ طلاق اور زنا کاری کو لازم ملزوم قرار دیتا ہے۔ یہ صرف بدمعاشی کی ترغیب اور اسی طرف اشارہ ہی نہیں کرتا بلکہ یہ اُن بیسیوں باتوں کو تسلیم نہیں کرتا جن کی وجہ سے زوجہ و شوہر دونوں کی زندگی ناقابلِ برداشت ہو جاتی ہے۔ اور طلاق ایک لازمی نتیجہ نظر آتا ہے۔ مگر اسلام ان سب حالات کو تسلیم کرتا ہے گو عیسائیت جیسا کہ پہلے لکھا گیا ہے۔ ان کو بالکل تسلیم نہیں کرتی۔ اگر ایسے حالات پیش آجائیں تو اِس حالت میں اُس نے زن و شوہر کے "فراق" یا دوسرے لفظوں میں تعلقات زن و شوہر کے قطع کر دینے اور الگ الگ رہنے کا قانون بنایا ہوا ہے۔ مگر یہ علاج بجائے فائدہ دینے کے اُلٹا نقصان پہنچاتا ہے۔ کیونکہ تجرد کی زندگی بسر کرنا خلافِ فطرت ہے۔ بلکہ جس حالت میں کہ تعلقاتِ زن و شوہر کسی طرح بھی قائم نہ رہ سکتے ہوں تو عورت و مرد دونوں کو اختیار ہونا چاہئیے کہ وہ طلاق حاصل کر لیں۔ اور اگر چاہیں تو کسی اَور سے دوبارہ شادی کر لیں۔ مگر موجودہ "فراق" کا طریقہ اور قانون نہ صرف اُنہیں دوسری شادی کرنے سے ہی روکتا ہے بلکہ اکثر حالات میں ان کو مجبور کر دیتا ہے کہ حرامکاری کریں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ولد الحرام پیدا ہوتے ہیں۔ یہ طریقے ہیں جن سے عیسائی چرچ قوم کی تربیت اور پرورش کر رہا ہے۔ یہ قانون کیونکہ خلافِ فطرت ہے۔ اسلئے اس کے پیرو اکثر اوقات اسکو توڑنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نہ صرف گرجے کی ہی ہتک ہوتی ہے بلکہ قوم کی حالت ابتر ہوتی جاتی ہے +

ہمیں کامل اُمید ہے کہ انگریزی قوم ضرور بیدار ہو کر اس اعلیٰ اخلاق۔ ارفع معیار کی ضرورت کو محسوس کریگی جو کہ ایک الٰہی قانون کے لئے ضروری ہے۔ اور وہ ضرور اس خلاف فطرت انسانی قانون کو جو کہ گرجے کے سہارے کھڑا ہے اور جس پر کہ اب تک عمل ہوتا چلا آیا ہے۔ الگ پھینکدیگی ان کی نجات اور کامیابی اسی میں ہے کہ وہ اِس انسانی ساختہ قانون کی جگہ کوئی اور قانون رکھیں اِس غرض کیلئے انہیں قانونِ اسلام سے فیض حاصل کرنا چاہئیے۔ یا اس کو ہی تسلیم کر کے اس پر عملدرآمد کرنا چاہئیے کیونکہ مذہبِ اسلام کو وہ انسانی فطرت کا ایک کامل اور سچا مذہب پائینگے۔ اور اسکے قوانین پر

عمل کر کے وہ دیکھ لیں گے۔ کہ یہ انسانی ضروریات اور حاجات کے لئے کافی اور شافی ہیں +

خلیفۃ المسلمین سلطان ٹرکی کے لئے دُعاء کا دن

بروز جمعہ مورخہ ۱۷۔ اکتوبر سنہ ۱۹۱۹ء کو (یعنی وہ دن جس کو کہ آل انڈیا مسلم کانفرنس نے جو کہ لکھنؤ میں ۲۱ ستمبر سنہ ۱۹۱۹ء کو منعقد ہوئی تھی مقرر کیا تھا) مسلم پریئر ہوس (۱۱۱ کیمیڈن ہل روڈ۔ لندن) میں ایک بڑی جمعیت اکٹھی ہوئی۔ اور نماز جمعہ کے بعد مفصلہ ذیل دعا پڑھی گئی:۔

(۱) "یا الٰہی ہم تیرے آگے دست بدعا ہیں کہ تو ہمارے خلیفہ کو جو کہ تیرے حبیب جناب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جانشین ہے تیرا خادم۔ ہمارا اسلامی بھائی اور مسلمین کا شہزادہ ہے یعنی محمد وحید الدین خان سلطان ٹرکی محافظ ملت و دین کو ہر طرح مامون و محفوظ رکھ۔ اے مولیٰ تو اس مصیبت اور ابتلا کے زمانے میں اسکی مدد اور حفاظت کر۔ اور اُس پر اپنا فضل و کرم نازل فرما۔ یا اللہ اگر تیری رضا و خوشی ہو تو تو اُس کو اور اسکی سلطنت کو ہماری خاطر برقرار رکھ اور لوگوں کے ان منصوبوں کو جو اسلام کی جمعیت اور اخوت کو پراگندہ کرنے اور اسلام میں ایام جاہلیت کی خرابیاں ازسر نو پیدا کرنے کیلئے ہو رہے ہیں پاش پاش کر دے فانصرنا علی القوم الکٰفرین۔ آمین ثم آمین"

(۲) "اے اللہ ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ اور ہم اپنے گناہوں کے معترف ہیں۔ ہمارے گناہوں کو بخش دے۔ کیونکہ تیرے سوا اور کوئی گناہ نہیں بخش سکتا۔ اور اپنے عفو و کرم سے ہمارے دلوں اور چال چلنوں کو پاک و صاف کر۔ تاکہ ہم جو کہ زمانہ ماضی میں اپنے اسلامی فرائض کو ٹھیک طور پر بجا نہیں لاتے رہے۔ آئندہ اُن کو بخیر و خوبی انجام دے سکیں۔ اور اپنی مہربانی اور قدرت سے اس اسلامی گروہ کو جو عثمانی خلیفہ کی زیر حکومت ہے ایسا بنا دے

کہ وہ حقیقت میں اِس دُنیا میں تیرے نمایندے کہلا سکیں۔ اور اُن کی سلطنت کو صلح امن نیکی اخوت اور انسانی ترقی کا مسکن بنا دے۔ تاکہ تمام دنیا کے انسانوں کیلئے باعث برکت ہو۔

اِس دُعا کے بعد ایک جلسہ منعقد کیا گیا۔ جس کے پریزیڈنٹ مسٹر محمد مارمیڈیوک پکتھال (نومسلم) مُقرر ہوئے۔ آپ نے مفصلہ ذیل تقریر فرمائی :-

"مسلمان بھائیو!

آج کا دن ہمارے ہندوستان بھر کے بھائیوں نے عثمانی خلافت کی برقراری کی دُعا مانگنے کیلئے مخصوص کیا ہے۔ تم سوال کرو گے کہ کیا واقعی خلافت خطرے میں ہے؟ ہم اُمید کرتے ہیں اور دُعا کرتے ہیں کہ ایسا نہ ہو۔ مگر بعض ایسے علامات ہیں جو کہ ہمیں فکر میں ڈالتے ہیں اس جنگ یورپ کے شروع شروع میں بعض تکلیف دہ افواہیں اُڑائی تھیں کہ بعض عیسائی سلطنتوں کے نمایندے اسلامی دنیا کی خلافت کی بولی دیتے پھرتے ہیں۔ اور خلافت ایسے لوگوں کے آگے پیش کی گئی جن کو کہ مسلمان کسی صورت میں بھی اپنا نمایندہ نہیں چن سکتے بعض عیسائی طاقتیں پہلے بھی اور اب بھی یہ کوشش کر رہی ہیں کہ اسلام میں دہریت اور وحشیانہ پن کی وہی زہر داخل کر دے جس نے نصف دُنیا کی زندگی کو تباہ کر دیا ہے اور جسے کہ اسلام نے سچے مسلمانوں میں سے نکال کر پھینکدیا تھا۔

"عیسائیوں نے ہم مسلمانوں کو یہ بات ذہن نشین کرانے کی بہت کوشش کی ہے کہ خلافت کا وارث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کو ہونا چاہئے۔ اور چونکہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عرب تھے۔ اسلئے ان کا خلیفہ ایک عرب ہونا چاہئے۔ مگر حقیقت یہ ہے۔ کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے خاندان میں خلافت قائم کرنے کا کبھی شان وگمان بھی نہ تھا۔ بلکہ آپ نے اِس مسئلے کو مسلمانوں پر چھوڑ دیا۔ کہ جس شخص کے حق میں جمہور کی رائے ہو۔ وہی خلیفہ بنایا جائے۔ آپ نے فرمایا کہ ایک نیک عمل حبشی سرداری کے زیادہ لائق ہے بہ نسبت بد عمل قریشی کے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُن عربوں میں سے نہیں تھے۔ جو کہ قومی پاس کرتے تھے۔ جس دن کہ وحی الٰہی نے آپ کو رسالت کا اہم فرض عطا فرمایا۔ اسی دن سے اس قسم کی باتیں آپ کے دل سے بالکل اُڑ گئیں۔ آپ نے اہل عرب ہونے کے فخر کو اپنے سب پیرووں میں سے اُڑا دیا۔

اور اسکی جگہ وہ عالمگیر اسلامی اخوت قائم کردی جو کہ خدا تعالیٰ کے سچے مذہب ہونے کی نشانی ہے۔ اور جسمیں کہ ایک حبشی اور ایک قریشی ایک درجہ رکھتے ہیں۔ جیسا کہ یہ آیت ظاہر کرتی ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم (ترجمہ۔ اللہ کے نزدیک تم میں بڑا شریف وہی ہے جو تم میں بڑا پرہیزگار ہے) +

عیسائی سلطنتوں کی اِن کوششوں کو جو کہ سراسر اسلامی اصولوں کے برخلاف ہیں اور اسکی افواہوں نے اسلامی دُنیا میں سخت ناراضگی اور غصہ پیدا کردیا ہے عیسائیوں کو مسئلہ خلافت سے ویسی ہی بے تعلقی ہے جیسا کہ مسلمانوں کو پوپ رُوم کے انتخاب سے ہے۔ اور اُن کا خلافت کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں ہے۔ تمام اسلامی دنیا عثمانی سلطان کو نہایت صدق دل اور جوش ہمدردی کے ساتھ خلیفۃ المسلمین مانتی ہے۔ اور عیسائی سلطنتوں کو یہ معلوم ہو جانا چاہئیے۔ کہ ان کا کوئی اور خلیفہ کھڑا کرنا یا اس کو کسی طرح کی مدد دینا اسلامی دُنیا میں ایک خطرناک تفرقے کا باعث ہوگا۔ جس کا نتیجہ سوائے خونریزی بغض و عداوت کے اور کچھ نہیں ہو سکتا ہم نے عیسائیوں کا کیا بگاڑا ہے۔ کہ وہ اِس طرح کی کارروائی کر کے ہماری ہتک کرتے ہیں مسلمان نہایت امن پسند اور بے شر ہیں۔ اگر ان کو چھیڑا نہ جائے۔ اور اُن کی بڑی خواہش یہی ہے کہ اُن کے اتحاد و اخوت کو قائم رہنے دیا جائے۔ تاکہ وہ امن کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے صراط المستقیم پر قدم ماریں اور رُوحانی اور مذہبی ترقی حاصل کریں۔ اللہ تعالےٰ کی منشاء کے مطابق تاریخ عالم میں ایک ایسا وقت آیا جبکہ خلافت عربوں کے ہاتھ سے نکلکر ترکوں کے ہاتھ میں چلی گئی۔ اور فی زمانہ مسلمانوں کی ترقی اور خلافت عثمانیہ ایک لازم ملزُوم چیزیں ہو گئی ہیں۔ اور اس بات کا ثبوت کہ اسلامی احساسات و خیالات اسمعاملے میں یُورپ کے حق میں مُضر نہیں ہے اس بات سے ملتا ہے کہ ہماری دلی خواہش یہ ہے کہ ہمارا خلیفہ بھی یورپ کی طاقتوں میں سے شمار ہو۔ ہم صرف اِتنا چاہتے ہیں کہ یُورپ اس کو آئے دن کی ایذادہی سے باز آجائے۔ تاکہ اس وجہ سے ہمیں بھی تکلیف نہ ہو۔ اور جو حقوق دوسری قوموں کے ہیں وہی اسے اور ہمیں بھی دیئے جائیں۔ خلافت عثمانیہ کے برقرار رہنے کی دُعا مانگنا گویا مشرق اور مغرب کے آئینہ ہ

امن و صلح اور بہتری کی دُعا مانگتا ہے۔

خلیفۃ المسلمین ہز امپیریل مجسٹی سلطان ٹرکی کی خدمت میں تار کا بھیجا جانا

مفصلہ ذیل ریزولیوشن اتفاق رائے سے پاس ہُوئے :۔

(۱) یہ جلسہ اس بات کو تحریر میں لاتا ہے کہ سلاطین ٹرکی پچھلی کئی صدیوں سے اسلامی دُنیا کے خلیفے اور خادمانِ حرمین الشریفین تسلیم ہوتے چلے آئے ہیں۔ اور اسلام کی عزت کے اور مقامات مقدسہ کے محافظ رہے ہیں۔ اور یہ کہ موجودہ سلطانِ ٹرکی کا رتبہ اور درجہ بھی وہی ہے جو کہ اس سے پہلے سلاطین ٹرکی کا تھا +

(۲) اور یہ جلسہ اس بات کی اہمیت پر زور دیتا ہے کہ اسلامی خلیفہ کا سیاسی اقتدار اور خود مختاری بحال رہنی چاہئے۔ اور غیر مسلم طاقتوں کی اُن کوششوں کے برخلاف جو کہ وہ خلیفہ کے متعلق کر رہے ہیں نہایت زور سے صدائے احتجاج بلند کرتا ہے +

(۳) اور یہ جلسہ اپنے بڑے پُر زور الفاظ کے ساتھ ان یورپین اخبارات کے برخلاف آواز بلند کرتا ہے۔ جو اُن ترکی محبانِ وطن کو بُرا بھلا کہتے اور ذلیل کرتے ہیں۔ جو آج کل اپنے پُرانے نقائص کو دُور کرنے اور گذشتہ غلطیوں کی تلافی کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اور جو کہ اسلامی سرزمین پر یورپین طاقتوں اور عیسائی قوموں خاص کر یونانیوں اور آرمینیوں کی بلا ضرورت دست اندازی کے خلاف اپنی پوری کوشش اور طاقت صرف کر رہے ہیں +

(۴) اور یہ کہ مفصلہ ذیل مضمون کا ایک تار خلیفۃ المسلمین ہز امپیریل مجسٹی سُلطان ٹرکی کی خدمت میں بھیجا جائے :۔

" لندن کی اسلامی جماعت جسمیں مختلف اقوام کے سُنّی اور شیعہ دونوں شامل ہیں آج کے دن یور مجسٹی کے لئے دُعا کر رہے ہیں۔ اور یور مجسٹی کو خلیفۃ المسلمین ہونے کی حیثیت سے اپنی دِلی اور دائمی محبّت اور ہمدردی کا یقین دلاتے ہیں" +

مسٹر محمد مارمیڈیوک پکتھال کو بحیثیت پریزیڈنٹ جلسہ اس تار پر دستخط کرنے

اور اسکو روانہ کرنے کا اختیار دیا گیا۔ چنانچہ یہ تار اسی شام کو قسطنطنیہ بھیجے جانے کی غرض سے سوتھ ویسٹرن ڈسٹرکٹ پوسٹ آفس میں دیگئی۔

سُلطان کا جواب

مورخہ ۱۰ نومبر ۱۹۱۶ء کو سلطان کا یہ شفقت آمیز جواب اسلامک بورڈ (دفتر) واقع ۳۳ بیلیس سٹریٹ ایس۔ ڈبلیو میں موصول ہُوا :-

" بنام مارمیڈیوک پکتھال - چیرمین مسلم کانگریگیشن - لنڈن

وہ تار جو کانگریگیشن لندن کی طرف سے جسمیں سُنّی شیعہ اور دیگر اسلامی فرقے شامل ہیں بھیجی گئی تھی موصول ہوئی اور بابعالی میں پیش کر دیگئی۔ وہ خیرخواہی دلی عقیدت۔ محبت اور ہمدردی جو کہ حضور سلطان و خلیفۃ المسلمین کے لئے ظاہر کی گئی ہے۔ وہ مذہب اسلام کے ساتھ کامل عقیدت اور لگاؤ کا ہمیں کامل یقین دلاتی ہے۔ میرے آقائے نامدار ہز امپیریل میجسٹی سلطان ٹرکی کو آپ کی تار سے نہایت خوشی اور دلجمعی حاصل ہوئی ہے۔ حضورِ عالی کے حکم سے میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ کانگریگیشن کے تمام ممبروں کو یہ پیغام پہنچا دیا جائے۔

علی رضا - وزیر اعظم"

یہ پُر از شفقت جواب بروز جمعہ مورخہ ۱۴ نومبر ۱۹۱۶ء کو بعد از نماز جمعہ تمام حاضرین کو سُنا دیا گیا۔ اور سب نے دلی خوشی اور نہایت تعظیم کے ساتھ اسکو سُنا اور سب نے اس تجویز سے اتفاق کیا۔ کہ اس ٹیلیگرام کو چوکھٹے اور شیشے میں لگوا کر محفوظ رکھا جائے +

شکریہ جن اصحاب علاقہ لپنا دور نے اشاعت اسلام بلاد غیر کی امداد کیلئے اپنی فیاضی اور ہمدردئیے اسلام کا ثبوت زر کی صورت میں دیا ہے ان کا تہ دل سے شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔ خدا ایسے نیک دل لوگوں کو جزاء خیر عطا کرے۔ اور ان کے مال و جان میں برکت ڈالے۔ رسالہ اشاعت اسلام بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۲۰ء میں بعض اصحاب لپنادور کے اسمائے گرامی معہ رقوم عطیہ درج کئے گئے تھے۔ اس سالہ میں باقی اصحاب کے اسماء معہ رقوم عطا کردہ درج کئے جاتے ہیں۔ اور دعا کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے نیکدل اصحاب کو دین کے کام میں حصہ لینے کی زیادہ تر توفیق دے +

خاکسار - سیکرٹری اشاعت اسلام بلاد غیر و وکنگ مشن

اشاعتِ اسلام

بعض لوگوں نے اسلام کے متعلق بہت سے جھوٹے الزام پھیلا رکھے ہیں جنمیں سے ایک یہ بھی ہے کہ اسلام شمشیر یا تلوار کے زور سے پھیلایا گیا ہے۔ اور یہ عجیب بات ہے کہ باوجودیکہ سینکڑوں مسلمانوں نے اور ساتھ ہی اس کے دیگر مذاہب کے لوگوں نے مدلل تردید کی ہے۔ یہ ایک مسلمہ اعتراض اسلام پر روا رکھا گیا ہے۔ اگر معترضین اپنی آنکھوں سے تعصب کی عینک اُتار کر انصاف اور تحقیق کی نظر سے دیکھیں تو یہ اظہر من الشمس ہے کہ اسلام نے کسی حالت میں بھی اور کسی صورت سے بھی اس خونخوار مسئلہ کی کہیں تعلیم نہیں دی ہے۔ اسلام کی دن دُگنی رات چوگنی ترقی دیکھ کر مشنریوں کی آنکھیں چُندھیا گئی ہیں۔ اور حیران ہیں کہ دُنیا نے اپنے گل عقائد باطلہ اور اوہام پرستی کو کس طرح یکلخت ترک کر دیا۔ اور دین اسلام کو کیوں اس قدر پرجوش لہجہ میں خوش آمدید کہا۔ یہ کسی پر مخفی نہیں ہے کہ اسلام کی تعلیمات کسقدر پاکیزہ اور فطرت کے مطابق ہیں۔ اسلئے چند ہی دنوں میں دنیا کے اس سرے سے اُس سرے تک کے لوگوں نے اس کی پکار پر لبیک کا نعرہ بلند کیا۔ اسلام کسی جگہ جبر اور تشدد سے اشاعت اسلام کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ صاف لفظوں میں لا اکراہ فی الدین یعنے مذہب میں کوئی جبر نہیں کہکر تمام مخالفوں کے مُنہ کو بند کر دیا ہے۔ مسلمانوں پر اسلام یہ فرض ٹھیراتا ہے کہ غیر مذہب والوں کی بہبودی اور فلاح کا لحاظ رکھیں۔ انہیں کامل آزادی دیجائے اور انکے تمام معبدین برقرار رکھے جائیں۔ اس تعلیم پر مسلمانوں نے کس طرح عمل کیا اسکی شہادت خود تاریخ دیتی ہے۔ البتہ اگر چند مسلمان حاکموں نے اسکے خلاف کیا ہو تو اس کے عام مسلمین ذمہ وار نہیں ہوسکتے قرآن شریف چلا چلا کر کہہ رہا ہے کہ تمام مسلمان مشنری ہیں۔ اور یہ ہر مسلم کا فرض ہے کہ جہاں کہیں جائے پیغام آلہی لوگوں کو سُنائے۔ اگر وہ مان لیں تو فبہا ورنہ اُن کی مرضی

پر چھوڑ دے۔ چنانچہ ارشاد ہے ما علی الرسول الا البلاغ یعنے نہیں ہے رسول پر
مگر سُنا دینا۔ آپ نبی برحق تھے۔ آپ کو اپنے مشن کی کامیابی پر پورے طور سے یقین
تھا۔ آپ کی تقریر نہایت موثر اور سنجیدہ تھی اور آپ کے اخلاق حمیدہ اور افعال پسندیدہ
کے لوگ مشتاق تھے۔ پھر آپ کے لئے اس کی کیا ضرورت تھی کہ آپ تلوار سے کام
لیتے اور لوگوں کو بزور مسلمان کرتے۔ صرف اسلام کی صداقت اور سچائی کی برکت ہے،
کہ جوق درجوق لوگ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ اور اپنی تشفی دین اسلام کی اعلیٰ
تعلیمات اور خداداد خوبیوں سے مجھانے لگے۔ آپ کہ سکتے ہیں۔ کہ یہ بھی تلوار کے
زور سے تھا کہ قریش کے کفار غریب مسلمانوں کو پکڑ کر دوپہر کے وقت عرب جیسے ملک
میں جلانیوالی ریت پر لٹا دیتے تھے۔ اور ان کے سینے پر تپی ہوئی سلیں رکھ دیتے
تھے۔ اور طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا کئے جاتے تھے۔ اور ان سے کہا جاتا تھا
کہ اب بھی محمدؐ کے خدا کو چھوڑ دو تو ہم تم کو اس عذاب سے رہائی دیتے ہیں۔ لیکن ان کے
منہ سے اللہ اللہ کے سوا اور کچھ نہ نکلتا تھا۔ کہاں ہیں مخالفین اسلام اور معترضین دین
برحق آئیں اور ثابت کریں کہ یہاں انہیں دین اسلام کے چھوڑنے پر کونسی چیز مانع تھی؟
کیا یہ بھی تلوار کا کرشمہ تھا؟ یا اسلامی صداقت کا نمونہ۔ ان لوگوں کو چاہئے کہ واقعہ کے
دونوں پہلوؤں پر غور کریں اور بعد میں فیصلہ کریں۔ ... آنحضرت پر یہ الزام عائد کیا جاتا ہے،
کہ آپ نے مختلف لڑائیاں ناحق کی ہیں۔ لیکن آج تک یہ کسی کے قلم سے نہیں نکلا کہ کفار
نے بھی آنحضرت پر ناحق ظلم وستم روا رکھی تھی یہاں تک کہ مکہ معظمہ کو چھوڑنا پڑا۔ کیا انسان
مدت العمر ظلم وستم سہتا رہے۔ اور اس کے ازالہ کے لئے کوئی تدبیر نہ کرے۔ اور مسیحی تعلیم
کے مطابق ظالم کے سامنے ہمیشہ سر تسلیم خم رکھے۔ جس پر نہ مسیحیوں کا عمل ہے اور نہ دنیا اس پر
عمل کر سکتی ہے۔ اسلام کو اس بات کا دعویٰ ہے کہ آج تک جسقدر جنگ اس نے کی ہیں وہ
سب مدافعت کی خاطر تھیں اور مدافعت کے لئے ہوگی۔ ایک مٹھی بھر جماعت کا
ملک عرب کی مخالفت میں ایسے نازک وقت میں کھڑا ہونا اگر مدافعت کے لئے نہیں تھا
تو کس غرض سے تھا؟ اگر اسلام ببروز تشدد روا رکھتا تو فتح حاصل ہونے کے بعد وہ مراعات

اور وہ حقوق غیروں کو نہ دیتا جن کے برباد کرنے کے لئے جنگ کی گئی تھی بلکہ تاریخ اور کچھ بتلاتی ہے
کہ غیروں کو وہ حقوق دیئے گئے کہ تاریخ میں آج تک اسکی نظیر نہیں ملتی اور نہ مل سکیگی.....
فتح مکہ کے دن آپ نے جو عام معافی نامہ کا اعلان کیا تھا اور حضرت عمر فاروق نے جو سلوک
عیسائیوں کے ساتھ کیا تھا۔ اس کو ابھی لوگ بھولے نہیں ہیں۔ البتہ میں زور کے ساتھ
کہہ سکتا ہوں کہ اسلام کی تلوار قرآن ہے۔ جہاں گیا شرک و بدعت کو جڑ سے کاٹ کر ڈالدیا
اور اوہام پرستی اور باطل پرستی کا قلع قمع کر دیا۔ اسلام پر ہمیشہ دشمنوں کے حملے ہوتے رہے
ہیں۔ اگر اس زمانے کے کفار تلوار کے ذریعے سے اسکی بنیاد بیخ و بن سے اُٹھا دینا
چاہتے تھے تو آجکل کے مہذب اقوام قلم و دوات کے ذریعے سے علانیہ حملے کر رہے ہیں
لیکن جس طرح کفار کے حملے سے اسلام کا بال بھی بیکا نہیں ہوا اسی طرح انشاء اللہ اس سے
بھی کچھ گزند نہیں پہنچ سکتا لیکن پھر بھی ہاتھ پاؤں ہلانا شرط ہے ؎

خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے ۔۔۔ جب آتی ہے تو پھر عالم کو اک عالم دکھاتی ہے
وہ بنتی ہے ہوا اور ہر خس راہ کو اُڑاتی ہے ۔۔۔ وہ ہو جاتی ہے آگ اور ہر مخالف کو جلاتی ہے
کبھی وہ خاک ہو کر دشمنوں کے سر پہ پڑتی ہے ۔۔۔ کبھی ہو کر وہ پانی ان پہ اک طوفان لاتی ہے

اسکی مدافعت کیلئے ووکنگ مشن ہے۔ اب یہ ہمارا کام ہے کہ اس مشن کی ترقی کیلئے کوشاں ہوں
اور معقول ذرائع سے اسکی امداد کیجائے۔ آنریبل حاجی محمد اسمٰعیل خان صاحب رئیس علیگڈھ
نے اپنے رسالہ جوش مذہبی میں اس سوال کے جواب میں کہ "آیا مسلمان پھر بھی ترقی کر سکتے ہیں یا نہیں"
ذیل کے دو اصولوں کو ترقی کی بنیاد بتلایا ہے (۱) موجودہ مسلمانوں کے دماغوں کی
ترقی کی کوشش کرنا (۲) ترقی کردہ انسانوں کو مسلمان بنانا +
آپ لوگوں سے مخفی نہ ہوگا کہ یہ مشن دونوں کام بخوبی انجام دے رہا ہے۔ ایک طرف
تو اسلامی لٹریچر کا انگریزی میں ایک کافی ذخیرہ جمع کر دیا ہے اور ہمارے انگریزی مذاق
کے شائق اس کے دلدادہ ہو رہے ہیں تو دوسری طرف غیروں کے دلوں سے وہ تمام
اوہامات جو اسلام کے متعلق چھائے ہوئے تھے دھو دیا ہے۔ اور اسلامی صداقت
کا آئینہ ان کے سامنے پیش کر دیا ہے اور وہ جوق جوق اسلام کے پُرامن جھنڈے کے

تلے جمع ہوئے ہیں۔ اور میں وثوق کے ساتھ کہ سکتا ہوں کہ یہ مشن اسلام کی اشاعت کے لئے جو کام کر رہا ہے اسکی نظیر آج ایک بھی پیش نہیں کیجا سکتی۔ اگر آپ واقعی اسکو اسلام کا حامی مانتے ہیں اور مدافعت کا طریقہ جو اس مشن نے اختیار کیا ہے پسند کرتے ہیں تو بس آپ پر فرض ہے کہ اسکی امداد حتے المقدور کریں اور جو فرض آپ پر باریتعالی نے عائد کیا ہے اس سے سُبکدوش ہو جائیں ؎

گر ترا داد خدا دولت و جاہ و حشمے | بایدت کز بہر خستہ نگاہ کرمے
تا توانی بجہاں حاجتِ محتاج برآر | بدرمے یا درمے یا قدمے یا قلمے

نایت ارزنگون

جزاءکم اللہ احسن الجزاء۔ اڈیٹر

رسم ختنہ

بنی اسرائیل میں ختنہ کی رسم ضروری سمجھی جاتی تھی۔ اس کا ضروری ہونا اس عہد پر مبنی ہے جو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا تھا۔ پیدائش باب ۱۷ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس عہد کی پابندی انکی اولاد پر بھی لازمی تھی۔ دسویں آیت میں اس عہد کا مضمون اس طرح بیان کیا گیا ہے ؛

"اور میرا عہد جو میرے اور تمہارے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان ہے جسے تم یاد رکھو سو یہ ہے کہ تم میں سے ہر ایک فرزندِ نرینہ کا ختنہ کیا جائے۔"

چنانچہ یہودیوں نے نہایت سختی سے اسکی پابندی کی۔ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپکے حواریوں نے اس پر عمل کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس پر عمل کیا۔ اور آپ کی اُمت اُس پر آج تک عمل کرتی چلی آئی ہے۔ مگر ابراہیم کی نسل میں سے عیسائی فرقہ ہی ہے جو کہ اس پر عامل نہیں ہے جس سختی کے ساتھ یہودی اسکی پابندی کرتے تھے۔ اُسی سختی اور نفرت کے ساتھ عیسائیوں نے اسکو رد کر دیا۔ مگر یہ لاپرواہی اور بھی زیادہ افسوسناک معلوم ہوتی ہے

جب ہم اُن خالص اخلاقی اور صحت کے اصولوں کو دیکھتے ہیں جن پر کہ یہ رسم ختنہ مبنی ہے۔ اور یہ کہ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس پر عمل کیا۔ کیا ایک جوشیلا مذہبی پادری لوقا باب ۲ آیت ۲۱ میں یہ نہیں پڑھتا۔

" جب آٹھ دن پُورے ہُوئے اور اُس کے ختنے کا وقت آیا تو اس کا نام یسوع رکھا گیا"

سوا اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد کو پُورا نہیں کرنا تھا تو کم ازکم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سُنت کو ہی پُورا کر دیتے۔ چنانچہ حضرت عیسیٰؑ کے پہلے حواریوں نے اس بات سے بے پرواہی اور غفلت نہیں برتی۔ پطرس نے "رسم ختنہ" کے حامی ہونے کا بیڑا اٹھایا اور پولوس کے غیر مذہبی رویہ پر سخت اعتراض اور اظہار ناراضگی اور بیزاری کیا۔ اور اس ختنہ کے مخالف کے برخلاف اپنی کمر کس لی۔ پولوس کے عام اصول اس کے اس فقرے سے ظاہر ہوتے ہیں۔ کہ "تمام اشیا تمام آدمیوں کے لئے" یہی اس کی مذہبی چالیں اور تدبیریں اگرچہ عقلمندی کو ظاہر کرتی ہیں۔ مگر اس کے ساتھ ہی خود حضرت عیسیٰؑ کے عقائد اور اصولوں سے مختلف اور اجنبی معلوم ہوتی ہیں۔ وہ کامل طور پر اپنے اُستاد کا پیرو نہ تھا۔ اور وہ اُن کے بارہ حواریوں میں سے بھی نہ تھا۔ مذہب کے مشتہر کنندے اور پھیلانے والے کی حیثیت سے ہم اس سے اُمید نہیں کر سکتے۔ کہ وہ حضرت عیسیٰ کی تعلیم پر پورے طور پر عامل ہوگا۔ اس نے حضرت عیسیٰ کی اصلی تعلیم کو کبھی نہیں پھیلایا کیونکہ جن عیسائی اصولوں کی وہ تعلیم دیتا تھا وہ حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں کے سخت ناگوار طبع تھی۔ وہ پولوس کے بیدھڑک اقوال کو سُنکر حیران رہجاتے تھے۔ کیونکہ پولوس کبھی بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صحبت میں نہیں رہا۔ ان سے کبھی گفتگو تک نہیں کی بلکہ اُن کو کبھی دیکھنے کا بھی اتفاق نہیں ہؤا۔ وہ اپنے آپ کو "نا ختنہ" کا حواری خیال کرتا تھا۔ اور ختنہ کے حواری یعنی پطرس کا اپنے تئیں مخالف سمجھتا تھا۔ یہ وہ پطرس ہے جس کی نسبت حضرت عیسیٰ نے فرمایا کہ یہ ایک چٹان ہے جس پر میرا مشن اور چرچ قائم ہے۔ مگر ہمیں یہ بات دیکھ کر سخت نا اُمیدی ہوتی ہے۔ کہ وہ چٹان اور اس کے ساتھ وہ چرچ بھی خاک میں ملگیا اور اسکی جگہ پولوس کا کردہ ایک مصنوعی گرجا

کھڑا ہو گیا۔ پولوس کی بڑی غرض لوگوں کو باڑے کے اندر جمع کرنا تھا۔ نہ کہ صحیح اور مسلمہ اصولوں اور عقائد کی تعلیم دینا۔ جب کسی یہودی سے معاملہ پیش آجاتا تو نہایت پرہیزگار عیسائی بن جاتا تھا۔ اور جب کبھی کسی غیر یہودی کو عیسائی بنانا ہوتا تھا تو اس خوبی سے اسکے موافق بن جاتا تھا کہ تعجب ہوتا ہے۔ ہم اس زیر بحث معاملے پر صرف ایک ہی مثال دینے پر کفایت کرتے ہیں۔ اور وہ ٹائیموتھی۔ اور ٹیٹس کے عیسائی بننے کا واقعہ ہے۔ اپنے مشہور الفاظ کے عین موافق اس کا دونوں معاملات میں مختلف رویہ ہے۔ کتاب اعمال باب ۱۶ آیت ۳ میں لکھا ہے۔ پولوس نے چاہا کہ یہ (یعنی ٹائیموتھی) میرے ساتھ چلے۔ پس اُسکو لے کر اُن یہودیوں کے سبب جو اس نواح میں تھے۔ اس کا ختنہ کر دیا"۔

دوسری جگہ کتاب گلتیوں باب ۲ آیت ۳ میں لکھا ہے "لیکن ٹیٹس بھی جو میرے ساتھ تھا اور یونانی ہے۔ ختنہ کرانے پر مجبور نہ کیا گیا"۔

اِس قسم کے واقعات ہیں جو کہ پولوس پر کسی قسم کا بھی اعتبار کرنے سے ہمکو روکتے ہیں کیونکہ وہ اپنی دُھن میں ایسا محو ہو جاتا ہے۔ کہ اس کو آگے پیچھے کا بالکل خیال نہیں رہتا جتنی سختی سے یہودی رسم ختنہ پر پابند تھے۔ اتنا ہی پولوس نے مختلف ذرائع سے اسکو مٹانے کی کوشش کی۔ مگر یہ مخالفت بہت حد تک پہنچ گئی۔ اور اس نے ایک فائدہ مند رسم کو نقصان پہنچایا۔ مگر اسی اپنی خاک سے وہ پھر زندہ ہو جائیگی۔ اور اُٹھ کھڑی ہوگی۔ کیونکہ یہ فائدہ مند ہے۔ اسلئے روشن خیال اور تہذیب یافتہ عیسائیوں کے دلوں کو یہ ضرور اپیل کریگی طبی ضرورت اس رسم کو پھر بحال کر دیگی۔ کیونکہ سب ڈاکٹر اُس کے فائدے پر متفق ہیں۔ اور اس کے جاری کرنے کے حامی ہیں۔ یہ حمایت اور تائید صرف ڈاکٹری اور طبی رسالوں تک ہی محدود نہیں ہے۔ بلکہ اب یہ عام پبلک پریس میں بھی نمودار ہو گئی ہے۔ یہ مفصلہ ذیل نوٹ جو کہ لندن ٹائمز کے قیمتی کالموں میں چھپا ہے اس بات کو ظاہر کرتا ہے۔

"لازمی ختنہ

بریگیڈیر جنرل۔ اے سی۔ کرٹھلی سی۔ ایم۔ جی۔ ڈی ایس او۔ آر۔ اے الیف۔ جو کہ رائل ایرفورس (ہوائی فوج) کے رہنماؤں کی ابتدائی تعلیم اور مشق پر مامور ہیں۔ اور جو کہ

۱۸ برس سے ۳۰ برس تک کے پچیس ہزار (۲۵۰۰۰) سپاہیوں وغیرہ پر افسر اپنی اپنی گواہی یا
اس طرح بیان کرتے ہیں۔ اگر گورنمنٹ اس معاملہ کو اپنے ہاتھ میں لینا چاہتی ہے اور سنجیدگی
سے اِس پر غور کرنا چاہتی ہے۔ تو میں آتشک اور سوزاک وغیرہ بیماریوں کے انسداد کیلئے
ایک نہایت ضروری مشورہ پیش کرتا ہوں۔ وہ یہ کہ ہر ایک بچے کا اسکی پیدائش
کے ایک سال کے اندر ہی ختنہ کردینا قانوناً لازمی قرار دیدیا جائے۔ ایسا کرنے سے آتشک
اور سوزاک میں بہت بڑی کمی واقع ہو جائیگی"۔

سو وہ قانون جو کہ پولوس کی کوششوں سے متروک الاستعمال ہو گیا تھا۔ اب پھر زندہ
ہونے لگا ہے۔ یہ بھی قسمت کا ایک کھیل ہے۔ قانونِ قدرت کب تک بے پرواہی اور ضد
سے توڑا جاسکتا تھا۔ جس بات کو ایک لعنتی فعل قرار دیا جاتا تھا۔ وہی اب ایک رحمت
خیال کیا جاتا ہے۔ اور ہر قانون قدرت ایک رحمت ہے۔ خود عیسائیت نے کسی قانون
قدرت کو نہیں توڑا۔ بلکہ پولوس اور اس کے ساتھی ایسا کرنے کے ذمہ وار ہیں کسی خدائی
قانون کو توڑ کر جو کوئی بھی انسانی قانون انہوں نے بنایا وہ نہایت فضول اور تکلیف دہ ثابت
ہُوا۔ اور اکثروں کو تو پچھلی نسلوں نے اُڑا کر پھر پہلے والے خدائی قانون کو رائج کیا۔
مسلمان نہ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد کے برخلاف چلتے ہیں۔ اور نہ ہی اس کو
حد سے زیادہ بڑھاتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل ہونے کے لحاظ سے انہوں نے
سنت کو قائم رکھا ہے۔ مگر اس سختی کو اُڑا دیا ہے جو کہ یہودیوں میں برتی جاتی ہے کسی شخص کے
مذہب اسلام میں داخل ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے۔ کہ وہ ختنہ کرائے جیسا کہ یہودیوں
میں ہے۔ ہمارا یہ عقیدہ نہیں ہے۔ کہ جن کا ختنہ نہیں ہوا ہُوا وہ گندے لوگ ہیں۔ اور
نہ ہی ہم یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ تمام رحمتیں اُن پر بند کردی گئیں ہیں۔ ہم یہودیوں کی طرح یہ
یقین نہیں رکھتے کہ ختنہ اللہ تعالےٰ کے قرب کا موجب ہوتا ہے۔ اور جو ختنہ نہ کرائے وہ
کسی قسم کی عبادت میں شامل نہیں ہوسکتا۔ اسلام ان باتوں سے بہت بالاتر ہے کہ وہ ایسی
خلاف عقل باتوں کو منوائے۔ ہاں ہمارا یہ خیال ہے کہ ہم ختنہ ایک فائدہ مند چیز ہے اور صحت
اخلاقی اصولوں پر مبنی ہے۔ یہ صفائی کو بڑھاتی ہے۔ اور انسان کو خاص قسم کی بیماریوں سے محفوظ

رکھتی ہے۔ اور ہمیں اسبات پر فخر ہے کہ ہمارا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد پر قائم رہنا
بیفائدہ نہیں گیا۔ بیعہدی کی ضرور سزا ملنی چاہئے جیسی کہ مل رہی ہے نیز ضرورت ان یہودیوں
کو مجبور کریگی کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے عہد کو پھر تازہ کریں ہمیں یقین ہے کہ انگریز نومسلم
اپنی نرینہ اولاد کے ختنے کرا کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد کو پورا کرینگے۔ اور اس
طرح ان کو خاص قسم کی بیماریوں سے محفوظ رہنے میں مدد دینگے +

اللہ ہی نور ہے

از اسلامک ریویو دسمبر ۱۹۲۰ء

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ ط
اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ ط اَلزُّجَاجَۃُ کَاَنَّھَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَۃٍ
مُّبٰرَکَۃٍ زَیْتُوْنَۃٍ لَّا شَرْقِیَّۃٍ وَّلَا غَرْبِیَّۃٍ یَّکَادُ زَیْتُھَا یُضِیْٓءُ وَلَوْ
لَمْ تَمْسَسْہُ نَارٌ ط نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ط یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ ط
وَیَضْرِبُ اللّٰہُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ط وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ہ فِیْ بُیُوْتٍ
اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْکَرَ فِیْھَا اسْمُہٗ لا یُسَبِّحُ لَہٗ فِیْھَا بِالْغُدُوِّ
وَالْاٰصَالِ لا رِجَالٌ لَّا تُلْھِیْھِمْ تِجَارَۃٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَاِقَامِ
الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَآءِ الزَّکٰوۃِ لا یَخَافُوْنَ یَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِیْہِ الْقُلُوْبُ
وَالْاَبْصَارُ لا لِیَجْزِیَھُمُ اللّٰہُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَیَزِیْدَھُمْ مِّنْ فَضْلِہٖ ط
وَاللّٰہُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ہ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَعْمَالُھُمْ
کَسَرَابٍ بِقِیْعَۃٍ یَّحْسَبُہُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ط حَتّٰٓی اِذَا جَآءَہٗ لَمْ یَجِدْہُ
شَیْئًا وَّوَجَدَ اللّٰہَ عِنْدَہٗ فَوَفّٰىہُ حِسَابَہٗ ط وَاللّٰہُ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ۙ
اَوْ کَظُلُمٰتٍ فِیْ بَحْرٍ لُّجِّیٍّ یَّغْشٰہُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِہٖ مَوْجٌ مِّنْ
فَوْقِہٖ سَحَابٌ ط ظُلُمٰتٌ بَعْضُھَا فَوْقَ بَعْضٍ ط
اِذَآ اَخْرَجَ یَدَہٗ لَمْ یَکَدْ یَرٰىھَا ط وَمَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰہُ لَہٗ نُوْرًا

فَمَا لَهٗ مِنْ نُوْرٍ۔ ترجمہ۔ اللہ (ہی کے نور سے) آسمان وزمین کی روشنی ہے۔ اسکے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق ہے (اور) طاق میں ایک چراغ (رکھا ہے (اور) چراغ ایک شیشے کی قندیل میں ہے (اور) قندیل (اسقدر شفاف ہے کہ) گویا وہ موتی کیطرح چمکتا ہوا ایک ستارہ ہے (وہ چراغ) زیتون کے ایک مبارک درخت (کے تیل) سے روشن کیا جاتا ہے کہ جو نہ پورب کے رُخ واقع ہے اور نہ پچھم کے رُخ۔ اس کا تیل (اسقدر صاف ہے کہ) اگر اُس کو آگ نہ بھی چھوئے تاہم معلوم ہوتا ہے کہ (آپ سے آپ) جل اُٹھیگا (غرضکہ ایک نور نہیں) بلکہ نورٌ علےٰ نور (یعنے نور پر نور) اللہ اپنے نور کی طرف جس کو چاہتا ہے راہ دکھاتا ہے اور اللہ لوگوں کے (سمجھنے کے) لئے مثالیں بیان فرماتا ہے۔ اور اللہ ہر چیز (کے حال) سے واقف ہے (اور ہاں وہ چراغ خدا کے) ایسے گھروں (یعنے عبادتگاہوں) میں (روشن کیا جاتا ہے) جن کی نسبت خدا نے حکم دیا ہے کہ اُن کی عظمت کیجائے۔ اور ان میں خدا کا نام لیا جائے۔ اور ان (عبادتگاہوں) میں صبح وشام ایسے لوگ خدا (کے نام) کی تسبیح (وتقدیس) کرتے رہتے ہیں جن کو سوداگری اور خرید وفروخت خدا کے ذکر اور نماز کے پڑھنے اور زکوٰۃ کے دینے سے غافل نہیں کرنے پاتے (کیونکہ وہ لوگ) اُس دن سے ڈرتے ہیں جب (مارے خوف کے) دل اُلٹ جائیں گے اور آنکھیں (پھری کی پھری رہ جائیں گی۔ اور اسی خیال سے یہ لوگ عبادت میں لگے رہتے ہیں) کہ اللہ ان کو اُن کے عملوں کا بہتر سے بہتر بدلہ دے اور انکو اپنے فضل سے کچھ اور بھی دے۔ اور اللہ جس کو چاہتا ہے بیحساب دیتا ہے۔ اور جو لوگ منکر (اسلام) ہیں . . . . اُن کے اعمال (نرے دھوکے کی ٹٹی ہیں) جیسے چٹیل میدان میں چمکتا ہوا ریت کہ پیاسا اسکو (دُور سے) پانی خیال کرتا ہے یہانتک کہ جب اس کے پاس آیا تو اس کو کچھ بھی نہ پایا (اور پیاسا تڑپ تڑپکر مر گیا) اور (دیکھا تو) خدا کو اپنے پاس موجود پایا اور اس نے اُس (کے اعمال) کا حساب پورا پورا چکا دیا۔ اور اللہ جھٹ پٹ میں حساب کرنیوالا ہے۔ یا (اُن کے اعمال کی مثال) بڑے گہرے دریا کے اندرونی اندھیروں کی سی (ہے) کہ دریا کو لہر نے ڈھانک رکھا ہے اور (لہر بھی ایک نہیں بلکہ لہر کے اُوپر لہر اس کے اوپر بادل (غرض) اندھیرے ہیں۔ ایک کے اُوپر ایک کہ (دریا کی تہ میں

کوئی آدمی) اپنا ہاتھ نکالے تو توقع نہیں کہ اس کو دیکھ سکے اور جس کو اللہ ہی نُور (یعنے ہدایت) نہ دے تو اُس کو (کسی طرف سے بھی) نور (کا سہارا) نہیں +

اللہ نور السموات والارض مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح۔ یہ آیت قرآن شریف کی نہایت ہی خوبصورت ہے۔ اور اس کے متعلق شارحین نے بہت کچھ محنت سے لکھا ہے۔ اس کے معنے اس قدر گہرے اور باریک ہیں کہ انسانی علوم اس کا مطلب و معنے پُورے طور پر بیان نہیں کر سکتے۔ یا بالفاظ دیگر اس کے معنے اسقدر وسیع ہیں اور جسمانی اور رُوحانی علوم کے اس قدر مختلف شعبوں پر روشنی ڈالتے ہیں کہ اسکی مکمل طور پر تشریح کرنا ناممکن ہے۔ اللہ ہی کے نور سے آسمان و زمین کی روشنی ہے یعنے خدا کے سوا کوئی اور ذریعہ اور منبع روشنی نہیں اور اندھیرا بھی گویا اُسی کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ روشنی کے بالمقابل اندھیرا ہی ہے۔ جو اندھیرا ہمیں دکھائی دیتا ہے۔ وہ ان چیزوں کی سے ہے جو روشنی یا نُور کے اور ہمارے درمیان حائل ہیں۔

مثل نورہ میں نور سے مراد خود وہ ہستی و ذات باری تعالیٰ نہیں۔ کیونکہ اسکی تو مثال ہی کوئی نہیں ملتی۔ بلکہ اس سے اللہ تعالیٰ کے ایک پرتو کا حصہ مراد ہے۔ خود وہ ہستی و ذات باریتعالیٰ نہیں۔ کیونکہ اس کی تو مثال ہی کوئی نہیں ملتی۔ بلکہ اس سے اللہ تعالیٰ کے ایک پرتو کا حصہ مراد ہے جو ہم دُنیا کی تاریکیوں میں دیکھ سکتے ہیں۔ یعنے دنیا ایک طاق ہے (کمشکوٰۃ) اور طاق میں ایک چراغ ہے (فیہا مصباح) چراغ ایک شیشی کی قندیل میں ہے۔ اور قندیل اس قدر شفاف ہے کہ گویا وہ موتی کی طرح چمکتا ہوا ایک ستارہ ہے۔ وہ چراغ زیتون کے ایک مبارک درخت (کے تیل) سے روشن کیا جاتا ہے کہ جو نہ پورب کے رُخ واقع ہے اور نہ پچھم کے رُخ۔ اس کا تیل (اس قدر صاف ہے کہ) اگر اُس کو آگ نہ بھی چھوئے تاہم معلوم ہوتا ہے کہ آپ سے آپ جل اُٹھیگا۔ غرضکہ ایک نُور نہیں بلکہ نُور علے نور ہے +

اگر وہ شخص جس نے اپنی عمر بھر میں تکالیف ہی کا سامنا کیا ہو اور ہمیشہ سردی اور طوفان ہی میں زندگی بسر کی ہو۔ کبھی کسی معتدل مُلک میں خوشگوار موسم بہار کی صبح کا لُطف اُٹھائے۔ چنانکہ آسمان فیروزہ کی رنگت یاد دلانے اور ہوا میں گرد و غبار

اور وہ طبیعت کو ابھارے تو اس نظارہ سے اسکی جان میں جان آجاتی ہے اور اسکی ڈھارس بندھتی ہے۔ تب اسکی فطرت تقاضا کرتی ہے۔ کہ وہ تنہائی میں اس تمام نظارہ پر غور کرے۔ اور اس کا دل چاہتا ہے۔ کہ اس خوبصورتی کی جو اچانک اس پر ظاہر ہوئی ہے پرستش کرے۔ اور ہر ایک چیز کو چھوڑ کر اس کے آگے جُھک جائے۔ گویا کہ مدت تک خطرات سے اور اندھیرے میں راہنما کے نہ ملنے سے تکلیف اٹھانے کے بعد اس نے اس طاق کو پالیا ہے جہاں کہ روشنی دکھائی دیتی ہے۔ تمام صناع مصوّر اور شاعر اور ہر ایک شخص جو اپنی قوت متخیلہ سے کام لیتا ہے۔ اس قسم کے احساسات سے واقف ہے۔ اور ہر ایسا شخص اپنے طریق پر پرورش بھی کرتا ہے لیکن وہ کونسی بات ہے انکو خوشی و راحت ملتی ہے۔ صرف اس قندیل ہی ہے۔ وہ قندیل موتی کی طرح چمکتا ہوا ایک ستارہ ہے۔ یہ چراغ قندیل کے پیچھے ہے اور ایک مبارک درخت کے تیل سے روشن کیا جاتا ہے نورٌ علےٰ نور ہے۔ اور مومن ہی اس کی کیفیت سے واقف ہوتا ہے۔ قدرت کی خوبصورتی اور نظارہ کی تعریف کرنا خواہ وہ مقامی و عارضی ہو اور اتفاقیہ دکھائی دے بالکل اس عبادت اور پرستش سے مختلف ہے جو قدرت کے اس لازوال خدا کی کیجاتی ہے جس کے نور کے آگے وہ روشنی یا نور جو ہم دیکھتے ہیں محض ایک ادنےٰ مثال کے طور پر ہے اور اس نور کا گویا ایک بعیانہ ہے جو ان لوگوں کے حصہ میں آئیگا جو اس کی تلاش صحیح طور پر کرتے ہیں۔ اور یہ نور ہمیشہ قائم رہنے والا ہے مصوّر اور شاعر کے لئے تو قدرتی نظارہ اور نور یا تو مشرق اور یا مغرب کی طرف سے آتا ہے۔ اور یہ روزمرہ کا مشاہدہ قدرت ہے لیکن زیتونۃٍ لا شرقیۃٍ ولا غربیۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک مومن کو زمین ہی پر اُسے یہ نورٌ ملتا ہے لیکن وہ چراغ زیتون کے ایک مبارک درخت (کے تیل) سے روشن کیا جاتا ہے جو کہ پورب کا ہے نہ پچھم کا۔ جس کا تیل خواہ اُسے آگ چھوئے یا نہ آپسے آپ جل اُٹھیگا۔ وہ نورٌ علےٰ نور ہے۔ اور اس دنیا کی تاریکی ان چیزوں کا سایہ ہے جو ہم میں اور اس نور میں حائل ہیں۔ ان آیات کی تشریح کرنا اپنی قدرت سے باہر ہے میں ان کا لطف اور کیفیت خوب محسوس کرتا ہوں لیکن بیان نہیں کرسکتا۔ میں

صرف اُن سلسلہ خیالات کی طرف رہنمائی کرتا ہوں جن سے آپ ان آیات کے وہی معنی اور مطلب سمجھ لیں جو میرے ذہن میں ہے۔ اللہ ہی جسے چاہے نور کی طرف لیجائے۔ یھدی اللہ لنورہٖ من یشاء میں اللہ تعالیٰ کی مرضی کی طرف اشارہ ہے لیکن اسکی مرضی کے متعلق صاف صاف قرآن پاک کے ہر ایک صفحہ پر لکھا ہے۔ یعنے جو ایمان لاتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کا دوست بن جاتا ہے اور پھر اُنہیں اندھیرے میں سے نکالکر نور کی طرف لیجاتا ہے۔ اللہ ولی الذین امنوا یخرجھم من الظلمت الی النور۔

اللہ تعالیٰ کے نور کی مثال کی نسبت بعد کی دو آیتوں میں لکھا ہے کہ وہ نور ایسے گھروں (عبادتگاہوں) میں (روشن کیا جاتا ہے) جن کی نسبت خدا نے حکم دیا ہے کہ ان کی عظمت کیجائے۔ اور ان میں خدا کا نام لیا جائے۔ ان (عبادتگاہوں) میں صبح وشام ایسے لوگ خدا (کے نام) کی تسبیح (وتقدیس) کرتے رہتے ہیں جن کو سوداگری اور خرید وفروخت خدا کے ذکر اور نماز کے پڑھنے اور زکوٰۃ کے دینے غافل نہیں کرنے پاتے (کیونکہ وہ لوگ) اس دن سے ڈرتے ہیں۔ جب (مارے خوف کے) دل (اُلٹ جائیں گے۔ اور آنکھیں پھری کی پھری رہجائینگی۔ اور اسی خیال سے یہ لوگ عبادت میں لگے رہتے ہیں) کہ اللہ انکو انکے عملوں کا بہتر سے بہتر بدلہ دے۔ اور ان کو اپنے فضل سے کچھ اور بھی دے۔ اور اللہ جس کو چاہتا ہے بیحساب دیتا ہے۔

اِس امر کی تشریح کہ اللہ کس کو چاہتا ہے قرآن شریف میں جا بجا واضح طور پر لکھا ہے کہ اللہ اسی کو چاہتا ہے جو ایمان لاتے اور اعمال صالح کرتے ہیں۔ پس جس طرح مومنوں اور اعمال صالح کرنیوالوں کو نور، علے نور اور بیحساب انعامات ملتے ہیں۔ اسی طرح کفر اور اعمال بد کی سزا تاریکی اور گمراہی دیجاتی ہے۔ مُنکر تو صرف قدرت کی خوبصورتی کا، جہاں تک کہ وہ اُس کی ذات سے تعلق رکھتی ہے مُشاہدہ کرتا ہے۔ موسم بہار کی عُمدگی اُسے فصلوں کے مُتعلق یا اپنے کاروبار وسیر وشکار کی نسبت رائے زنی کرنے کا موقعہ دیتی ہے۔ اس کے تمام کام خود غرضانہ ہیں۔ اور اُن کی حالت آخرش یہ ہوجاتی ہے

کہ کوئی خوبی بھی جو اُسکی ذات سے تعلق نہ رکھتی ہو۔ اُس کے دل میں جوش پیدا نہیں کر سکتی
اس کے کام ہی اس کا مدعا و مطلب ہیں۔ وہ انہیں ہی اپنا انتہائی مدعا خیال کرتا ہے۔
لیکن کیا ان باتوں کو قیام و پائداری ہے ہرگز نہیں۔ ایسے لوگوں کے اعمال (نری دھوکے
کی ٹٹی ہیں) جیسے چٹیل میدان میں چمکتا ہُوا ریت کہ پیاسا اس کو دُور سے پانی
خیال کرتا ہے۔ یہاں تک کہ جب اس کے پاس آیا تو اُس کو کچھ نہ پایا۔ اور پیاسا
تڑپ تڑپ کر مر گیا۔ اور دیکھا تو خدا کو اپنے پاس موجود پایا اور اس نے اعمال کا
حساب پُورا پورا چکا دیا۔ اور اللہ چٹکی بھر میں حساب کرنے والا ہے۔ یا اُن کے اعمال
کی مثال بڑے گہرے دریا کے اندرونی اندھیروں کی سی ہے۔ کہ دریا کو لہر نے ڈھانک
رکھا ہے اور لہر بھی ایک نہیں بلکہ لہر کے اُوپر لہر اس کے اُوپر بادل۔ غرض اندھیرے ہیں
ایک کے اُوپر ایک کہ (دریا کی تہ میں کوئی آدمی) اپنا ہاتھ نکالے تو توقع نہیں کہ اسکو دیکھ سکے
اور جس کو اللہ ہی نور یعنے ہدایت نہ دے تو اس کو کسی طرف سے بھی نُور کا سہارا نہیں +

قرآن کریم میں جگہ جگہ ایسے شخص کی نسبت جسے نُور یا ہدایت نہیں ملتی لکھا ہے مُنکر
لوگ وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے کلام پر ہنسی اُڑاتے ہیں۔ اور اس کے احکام کو رد کرتے ہیں
اور ہدایت کی بتلائی ہُوئی راہ کے خلاف چلتے ہیں پس نُور کا خلاف اندھیرا اور گمراہی
ہی ہے۔ اور اسی لئے ایک طرف تو نورٌ علیٰ نور ہے اور دوسری طرف ظلمت
بَعۡضُهَا فَوۡقَ بَعۡضٍ +

مومن کو یہ نُور اُس کے نیک اعمال کے تناسب سے نہیں ملتا۔ یہ ایک خدا کا فضل ہے اور بخشا ب
دیا جاتا ہے۔ ایک خاص طرز عمل اختیار کر کے اور ان پردوں کو دُور کر کے جو اُس کے اور خدا کے نور
کے درمیان واقع ہیں وہ ایک ایسی شانِ خوبی کے درجہ پر پہنچتا ہے جو اسکی قابلیت سے بالاتر ہوتی ہے
لیکن تاریکی اور گمراہی جو مُنکر کے لئے مقرر ہے۔ وہ اسے بالکل اُس کے اعمال کے مطابق ملتی ہے۔ یہ
گمراہی پر گمراہی اس کے اپنے ہاتھ کی کمائی ہے یعنے وہ اسباب کا نتیجہ ہے کہ اس نے دیدہ و دانستہ
ایسی باتیں اختیار کی ہیں جو نُور کو روکتی ہیں اور خدا اور اسکے درمیان ایک دیوار کا کام دے رہی ہیں
انسان کیلئے عروج پر پہنچکر نورِ الٰہی سے محروم رہنے کا زیادہ تر خطرہ ہے جو انسان اپنے آپ کو نیک

خیال کرتا ہے۔ اور خدا کے فضل ہی اور اُس کی عبادت کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ وہ یقیناً ایک وسیع اور نہایت ہی گہرے سمندر پر اندھیرے اور گمراہی میں ہے +

برادران اللہ کے نور کے لئے ہماری خواہش و تڑپ ہے اسلئے ہمیں خیال رکھنا چاہئے کہ کوئی ایسی چیز پیدا نہ ہو جائے جو ہم میں اور اس نور میں حائل ہو۔ اور ہمیں پھر ہمیشہ کی تاریکی اور ضلالت میں رہنا پڑے۔ منکروں کی راہ میں البتہ ناامیدی اور مایوسی کا اندھیرا ہے ہمارے لئے تو نور کے بعد نور ہے حتٰے کہ ہم پر انشاء اللہ وہ فضل اور رحمت نازل ہوگی کہ ہم ہمیشہ کیلئے نور ہی میں رہینگے۔ اور دائمی خوبصورتی اور خوشی ہمیں حاصل ہوگی +

کیا ہم جناب مسیح کے دشمن ہیں؟

از قلم جناب منشی ظہور احمد صاحب بی اے

(از رسالہ اسلامک ریویو ماہ دسمبر ۱۹۲۰ء)

کسی مسلمان کی نسبت یہ خیال رکھنا کہ وہ جناب مسیح کا دشمن ہے اسکی ایک طرح ہتک کرنا ہے جناب مسیح اُن عظیم الشان پیغمبروں میں سے ہیں جن کی رسالت پر ایمان لانا اسلام کا اصل اصول ہے قرآن مجید نے اسلام کے معنے یہ بتلائے ہیں کہ خدا کے تمام رسولوں کے آگے خواہ وہ کسی ملک اور کسی زمانہ میں مبعوث ہوئے ہوں اور اُن کی تعلیم اور تمام آسمانی صحیفوں کے آگے سرِ تسلیم خم کردیں پس کوئی مسلمان بھی قرآن شریف کی اس تعلیم کے خلاف پیغمبروں میں فرق نہیں کر سکتا۔ لا نفرق بین احد من رسلہ اور سب کی یکساں تعظیم و تکریم کرنا اس کا فرض ہے اس مذہب کے ہوتے ہوئے ایک نادان ہی یہ خیال کر سکتا ہے کہ قرآن مجید پر ایمان رکھنے والا اور اسکی تعلیم کو تمام دُنیا میں پھیلانے والا جناب مسیح کا دشمن ہے۔ کیا قرآن شریف میں اُن کی تعریف و توصیف کی وجہ سے مسلمانوں کے دِل میں اُن کی عزت اور تکریم نہیں ہو سکتی +

اِن واقعات اور صداقتوں کی موجودگی میں ایک جرمن کا رہنے والا مشنری رسالہ اسلامک ریویو

کے قابل نامہ نگاروں کو جناب مسیح کا دشمن کہتا ہے۔ اسکی تہ میں صرف یہ بات ہے۔ کہ اسلامک ریویو کی اشاعت سے اس مشنری کی تجارت کا جو وہ مذہب کی آڑ میں کر رہا ہے بالکل ستیاناس ہو رہا ہے۔ لوگ تو اسلام کے خوبصورت چہرہ پر دھبہ لگانے کی کوشش میں تھے۔ اور اس مذہب کو جو انسانی فطرت کے عین مطابق ہے مغربی دنیا کے سامنے نہایت بُرے سے بُرے رنگ میں پیش کرتے تھے + اول تو ایسے لوگوں کو معلوم ہی نہیں کہ مغربی کلیسیا جس مذہب کو جناب مسیح کی طرف منسوب کرتا ہے وہ اس کے معلم کیطرف سے نہیں۔ اور دوسرا اسمیں فلسفہ اور منطق ایسے بے ڈھب طرز پر ملایا گیا ہے کہ ایک معمولی عقل کا انسان بھی اُسے سمجھ نہیں سکتا۔ علوم جدیدہ نے انسانی دل ودماغ کو ایسا صاف کر دیا ہے اور اُسے اُس حد تک پہنچا دیا ہے کہ ہر ایک فرد بشر کو ایک سچے مذہب کی تلاش ہے مشنری لوگ بخوبی جانتے ہیں کہ اس مذہب سے جو سینٹ پال (پولوس) نے جاری کیا فطرت انسانی کو نفرت ہے۔ اور گرجا کی اختراع کردہ رسُوم سے تنگ آ کر انہیں ایسے مذہب کی پیاس ہے جو عین فطرت کے مطابق ہو کسی قسم کا بیجا بوجھ قوی عقلیہ پر نہ ڈالے۔ بلکہ اُن کی تربیت اور ترقی میں مدد دے۔ اور انسان کی اخلاقی اور رُوحانی حالت کو بلند تر کرے +

یورپ پر ویسا ہی وقت آیا ہے جو آج سے پہلے ہر ایک مُلک اور قوم پر آتا رہا ہے جب کہ ایک نظام دوسرے نظام یا طریق انتظام کی جگہ پر قائم کیا جاتا ہے۔ پولوس کا مذہب تو اب تقویم پارینہ ہو گیا ہے۔ اور مغرب اس کی جگہ ایسا مذہب اختیار کرنے کو ہے جس کی سادہ اور صاف تعلیم میں کسی قسم کی بیہودہ مسائل نہ ہوں۔ اور جو فطرت انسانی کے خلاف واقعہ نہ ہوا اور جس کے احکام انسان کے قویٰ کے نشوونما میں مدد دیں +

رسالہ اسلامک ریویو کے ذریعہ جو عین وقت پر جاری کیا گیا ہے۔ یہ بات کُھل گئی ہے کہ مغربی کلیسیا نے جو مذہب اختیار کیا ہے وہ بالکل جناب مسیح کی تعلیم کے برخلاف ہے حقیقت میں وہ مصری۔ فارسی یونانی اور اہل روما کے پُرانے قصوں کا ایک مجموعہ ہے۔ جناب مسیح دُنیا کے لئے وہی اسلام لائے جو حضرت موسیٰ اور دیگر انبیاء علیہم السلام نے وقتاً فوقتاً اپنے متبعین کو سکھلایا اور جسکی تکمیل حضور خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے ہوئی اسلامک ریویو نے

نہ صرف ان مشنریوں کی خلاف اسلام تحریروں کو ہی جھوٹا ثابت کر دیا ہے۔ جو کہ کسی غلط فہمی کی وجہ سے نہیں بلکہ دیدہ دانستہ مغالطوں اور گالیوں سے پُر تھیں۔ بلکہ اس رسالہ میں قرآن کی وہ تعلیم بھی دکھلائی گئی ہے جس سے انسان کو عروج مل سکتا ہے اور اس کے قویٰ اور قابلیتیں ترقی پاسکتی ہیں۔ اور اس بات کا ہمارے غیر مسلم ناظرین پر بہت اچھا اثر پڑا۔ اس سے انکی طبیعت اس تعلیم کی طرف مائل ہوئی ہے۔ اور وہ اس نتیجہ پر آ رہے ہیں کہ جو مذہب اس رسالہ میں بتلایا جاتا ہے وہی اس قابل ہے۔ کہ دُنیا اسے قبول کرے۔ کیا اس مُلک میں گذشتہ دو تین سال کے عرصہ میں اسلام کو مختلف طبقوں کے لوگوں نے خوشی سے خوش آمدید نہیں کہا؟ کیا اسلامی لیکچروں اور وعظوں کو عام طور پر قبولیت نہیں ہوئی؟ یہ جرمن تاجر مذہب اور اسکے بھائی بند اس تیز رو کو جو مغرب میں اسلام کے حق میں چل رہی ہے روک نہیں سکتے۔ اُن کی تمام بیہودہ گوئیوں کو عوام پر ظاہر کیا گیا ہے۔ اور اب سوائے اس کے اُن کے پاس کوئی ہتھیار نہیں۔ کہ وہ اب کوئی نئی طرز اختیار کریں۔ چنانچہ انھوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ جس مذہب کا اسلامک ریویو میں ذکر ہے وہ اسلام سے جُدا ہے اور اس کے اڈیٹر کے دماغ سے نکلا ہے لیکن جسے وہ اختراع کردہ مذہب کہتے ہیں اُسکی خوبیوں اور رسالہ کے کارکنوں کے نیک ارادوں کا خیال کیئے بغیر انہیں بن ہی نہیں پڑتی۔ چنانچہ علماء ہندوستان نے اس قسم کے دھوکا اور فریب کو دیکھ کر ارادہ کر لیا ہے کہ مغربی دُنیا کو اس سے آگاہ کیا جائے اس غرض کیلئے ایک بڑا بھاری جلسہ کلکتہ میں منعقد کیا گیا اور وہاں تجویز قرار پائی کہ اس امر کا اعلان کیا جائے۔ کہ رسالہ اسلامک ریویو صحیح اصُول اسلام کا نمائندہ ہے۔ اس پر ان مشنریوں نے اپنا رنگ گرگٹ کی طرح پھر بدلا اور لکھا کہ اسلامک ریویو کا پیش کردہ اسلام وہ اسلام نہیں جو عرب اور فلسطین میں دیکھا جاتا ہے بلکہ وہ ہندوستان کا اسلام ہے۔ اس تحریر سے نومسلموں کے دل میں شبہ پیدا کرنا مقصود تھا۔ تاکہ وہ اسلامک ریویو کے پیش کردہ اسلام کو ایک ایسا اختراع سمجھیں کہ جسمیں ابتدائی اسلام کی بو بھی نہیں۔ اور اس طرح وہ ٹھیک طور پر تحقیقات کرنے سے رُک جائیں۔ اور اہل مغرب کی تحریرات پر ہی اپنا انحصار رکھیں جنمیں اسلام کے خلاف زہر اُگلا گیا ہے۔ مگر ہمارے ناظرین رسالہ کو اس امر کا یقین ہو گیا ہے کہ ہمارے رسالہ کے مضامین قرآنی آیات پر ہی مبنی ہیں۔ اور ان کا ترجمہ ہم اسی طرح لکھتے ہیں جس طرح اہل مغرب نے

لکھا ہے۔ اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ ان ترجمہ کرنیوالوں نے صحیح ترجمہ نہیں کیا۔ وہ زبان کی خوبی نہ سمجھنے کی وجہ سے کئی ایک جگہ غلطیاں کر گئے ہیں۔ اور اسی وجہ سے ہمیں یورپ کے سامنے اپنے ترجمہ کے ساتھ قرآن مجید پیش کرنا پڑا اور وہ خدا کے فضل سے بہت جلد مقبول عام ہو گیا ہے۔ مگر ہم ان مترجمین کا شکریہ بھی ادا کرتے ہیں۔ کیونکہ ہم نے اکثر قرآن مجید کی خوبی کا اظہار کرنے کیلئے انہیں کے تراجم سے کام لیا ہے اس سے ہمارے نکتہ چینوں کا راز افشا ہوا ہے۔ اور وہ اس امر کے ثابت کرنے میں کہ اسلامک ریویو ایک نیا اسلام پیش کر رہا ہے بالکل ناکام ہوئے ہیں +

ہر طرح سے ناکامی کا منہ دیکھ کر چند ماہ سے ان مشنریوں نے ایک نیا راگ چھیڑا ہے یعنے یہ کہ مسلمانوں کو جناب مسیح سے عناد ہے یہ ایک کُفر ہے اور اس کے معنے یہ ہیں کہ ہم مسلمان نہیں اور قرآن کریم کی تعلیم پر ہمارا اعتقاد نہیں۔ حالانکہ اس کی تعلیم کے ماتحت جیسا کہ اس مضمون کے شروع ہی میں ہمنے لکھا ہے ہم مسلمانوں کا یہ فرض ہے کہ وہ جناب مسیح کی رسالت پر اسی طرح ایمان رکھیں جس طرح حضرت محمد صلعم پر۔ پس ہمارے الزام دہندگان آگاہ رہیں کہ جو مسلمان کسی ایک پیغمبر سے بھی عناد رکھتا ہے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اسلئے ہم مسلمان ہونے کی حیثیت سے کسی طرح بھی جناب مسیح سے بغض و عناد نہیں رکھ سکتے۔ ہاں اسمیں شک نہیں کہ ہمارا بالکل یہ اعتقاد نہیں کہ جناب مسیح خدا تھے اور ان کے متعلق ہمارا ایسا کوئی بھی اعتقاد نہیں جس سے ایک انسان خدا بن جائے۔ الوہیت مسیح کی تکذیب اور اس مسئلہ کی بیہودگی کے متعلق جو مضامین ہمنے لکھے ہیں انہیں کو ان بیوقوف مشنریوں نے جناب مسیح کے ساتھ دشمنی کا ایک ثبوت قرار دیکر دُنیا کی آنکھوں میں مٹی ڈالنے اور لوگونکو دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے۔ یہ امر قابل غور ہے۔ اور اسمیں کوئی شک نہیں کہ انجیل میں ایسی تحریریں ہیں جو ہمارے نکتہ خیال سے جناب مسیح پر ایک قسم کا بہتان لگاتی ہیں۔ اور اسمیں بعض بعض واقعات اُنکے ایسے متعلق ذکر کئے گئے ہیں جو ہمارے نزدیک ایک پیغمبر کی شان کے شایاں نہیں۔ اور جو عزت ایک خدا کے مُرسل کو دیجانی چاہئے اور جو کافی ہیں۔ اور بدقسمتی سے انہیں واقعات پر جُھلانے جناب مسیح کی الوہیت کا ڈھانچہ قائم کیا ہے۔ ایک سچا اور دیندار مسلمان تو شراب اور ایسی مسکر استعمال کرنیوالے کو نفرت سے دیکھتا ہے۔ پس اس کے نزدیک [illegible] عیسیٰ صاحب

اور پاکیزہ چیز کو شراب میں تبدیل کرتا ہے اور پھر وہی شراب دوسروں کو پلاتا ہے کیا خیال کیا جا سکتا ہے۔ اور اس کے دل میں شراب جیسی چیز کو جائز رکھنے والے کی نسبت کس قسم کے خیالات پیدا ہو سکتے ہیں۔ کیا اس زمانہ میں شراب ایک لعنت اور ربناہ کن چیز خیال نہیں کیجاتی اور لوگ اُسے خراب نہیں سمجھتے پھر اس شخص کے متعلق کیا رائے قائم کی جائیگی۔ اور اُسے کیا سمجھا جائے جس کی اُلوہیت کا دارومدار اور خدائی کا انحصار اسی معجزہ شراب پر رکھا جاتا ہے

ایک مسلمان کے لئے اسلام کی تعلیم کے رُو سے خداوند تعالیٰ کی عبادت کے بعد یعنے اللہ تعالےٰ کی پرستش سے دوسرے درجہ پر والدین کی عزت و تعظیم ہے لیکن جب وہ اس سلوک کا ذکر جو جناب مریم کے ساتھ اس کے بیٹے نے کیا انجیل میں پڑھتا ہے۔ تو وہ حیرت زدہ ہو کر جناب مسیح کے متعلق ششن و پنج میں پڑ جاتا ہے۔ اور اس کے متعلق رائے قائم کرنے میں متامل ہوتا ہے۔ انجیل میں بھی دو ایک مثالیں نہیں بلکہ اور بھی بہت سی ایسی مثالیں ہیں جن سے مسیح کا رتبہ بہت کم ہو جاتا ہے۔ اور مسلمان کی نظر میں تو اُلوہیت تو کجا بلکہ پیغمبر کے رُتبہ سے بھی کم درجہ دکھائی دیتا ہے۔ چونکہ قرآن شریف نے ہمیں آج سے تیرہ سو سال پیشتر ہی انجیل میں تحریفات و تغیرات کے متعلق بتلا رکھا ہے۔ اور اس امر کا اعتراف اس وقت کلیسیا بھی کر رہا ہے اسلئے ہم ایسی تمام باتوں کو جھوٹھ سمجھتے ہیں اور اُنہیں جناب مسیح علیہ السلام کی ذات پر بہتان قرار دیتے ہیں۔ ان امور پر ہم نے پہلے بھی اچھی طرح روشنی ڈالی ہے۔ اور اگر اس کم سمجھ جرمن مشنری نے ان باتوں سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ ہم مسلمان جناب مسیح کے دشمن ہیں تو یہ اسکی غلط منطق و لغو طریق استدلال کی دلیل ہے +

ترجمہ خط جناب حافظ محمد علی صاحب سابق ایڈیٹر کامریڈ

بنام

جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب متعلقہ انگریزی ترجمۃ القرآن شریف

ترجمہ اسلامک ریویو — از چھندواڑہ سی پی مورخہ ۲۲ فروری ۱۹۱۸ء — بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۹ء

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

میرے پیارے مرزا یعقوب بیگ

سب سے پہلے میں بھائی شوکت کی طرف سے اور اپنی طرف سے معافی کا ازحد خواستگار ہوں۔ کیونکہ ہمنے آپکے مرسلہ گرانقدر تحفہ کی رسید بھیجنے میں بہت دیر کی۔ مجھے آپ کو اس امر کے یقین دلانے کی ضرورت نہیں کہ آپ ہمیں میرے ہمنام و نہایت معزز مولانا محمد علی صاحب کے ترجمہ شدہ قرآن مجید کی خولصورت جلدوں سے بہتر اور زیادہ تر قیمتی تحفہ نہیں بھیج سکتے۔ رسالہ اسلامک ریویو میں جو ہمارے بہادر پیارے خواجہ کے یورپین مشن کی ایک خوش آیند یاد دہانی ہے۔ میں نے فرقان حمید کے چند صفحوں کو جو ہمیں بطور نمونہ دیئے گئے تھے پڑھا تھا۔ اور میں بڑے اضطراب سے اس دن کا منتظر تھا۔ جبکہ میں سنوں کہ ترجمہ مکمل ہو کر ہندوستان اور انگلستان میں بھی مل سکتا ہے۔ جب ہندوستان کے اخبارات نے اِس مبارک ترجمہ کا اعلان کیا تو میں نے بھائی شوکت سے عرض کی کہ وہ آپ کی خدمت میں لکھیں کہ دو جلدیں بذریعہ وی پی ہمارے نام بھیجدی جاویں۔ وہ آپ کی طرف لکھنے ہی کو تھے کہ دو جلدیں جمعہ کے روز ہمارے پاس پہنچیں۔ چھاپہ اور جلد نہایت خولصورت ہے۔ میں قرآن شریف لے کر مسجد میں پہنچا۔ تا کہ نہ صرف شوکت کو دکھلاؤں جو مجھ سے پہلے وہاں موجود تھے بلکہ دیگر مسلمانوں کو بھی۔ اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم سب کو قرآن شریف دیکھ کر اسقدر خوشی حاصل ہوئی۔ کہ کسی دوسری چیز سے نہیں ہو سکتی تھی۔ اس نادر تحفہ کا شکریہ میں نے اسی روز ہی ادا کرنا تھا لیکن چونکہ آپنے لکھا تھا کہ میں اس عظیم الشان کام کے متعلق اپنی رائے بھی ظاہر کروں لہذا ادائے شکریہ بھی التواء میں ڈالا گیا۔ اس دن سے آج تک میں بخار میں مبتلا رہا۔ اور اگر میں تمام ترجمہ اور نوٹ کے ختم کرنے کے بعد خط لکھنے کا ارادہ

کروں تو آپ کو بہت دیر تک انتظار کرنا پڑیگا - یہ خط میرا ایک معذرت نامہ ہے - اس تاخیر کے متعلق جو میں نے قرآن شریف کی جلدیں پہنچنے کی اطلاع دینے میں کی - اور اسی کو آپ ہمارا سپاسنامہ بھی خیال کریں گو شکریہ پورے طور پر ادا نہیں ہوسکتا - بہرحال جو کچھ اثر میرے دل پر اس مقدس کتاب کی ظاہری صورت - اعلےٰ قسم کا غذ - خوبصورت چھپائی لطیف لچکدار و سبز مراکو چمڑے کی جلدبندی اور نہایت عجیب خط طغریٰ سے ہوا ہے اس کا اظہار لازمی ہے - ان سب باتوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے - کہ جن لوگوں نے اس مہتم بالشان کام کو سرانجام دیا ہے انہیں اس پاک کتاب سے جو ہر ملک اور ہر زمانہ میں یکساں مفید ہے کس قدر محبت و اُلفت ہے - مجھے اسبات کا فخر ہے کہ میں ایسے معاملات میں ایک حد تک نقطہ چین ہوں - اور غالباً آپ بھی اس امر سے واقف ہیں کہ مجھے بھی قرآن مجید سے بہت ہی پیار ہے - اسلئے فطرتاً میں نے آپکے مرسلہ تحفہ کو تنقیدی بلکہ رشک کی نگاہ سے دیکھا - اور یہ پڑھکر آپ خوش ہونگے کہ مجھے اس نے پورا پورا اطمینان دیا - خیالی لفاظی نہیں - بلکہ یہ ایک رشک کرنیوالے شخص کی طرف سے اس محبت اور پیار کا اعتراف ہے جو دوسرے لوگ اس چیز سے رکھتے ہیں جسے وہ خود نہایت ہی عزیز سمجھتا ہے - قسم دوم جو کسی قدر موٹے کاغذ پر ہے اور جس کی جلد کسی قدر موٹی اور چمڑے کی ہے وہ بھی نہایت ہی اچھا ہے اور دونوں قسموں کی ضرورت ہے، میں نے دیباچے کا مطالعہ کیا ہے - اور سورتوں اور ان کے نوٹوں کے ابتداء میں جو تمہیدیں لکھی گئی ہیں ان میں سے بھی چند ایک کو بھی پڑھا ہے - اور ہر ایک رکوع کی سُرخی اور فہرست مضامین کو بھی دیکھا ہے میں اس تمام ترتیب کو نہایت ہی قابل تعریف سمجھتا ہوں جسقدر ترجمہ کہ میں نے پڑھا ہے وہ مجھے نہایت ہی سلیس اور شیریں معلوم ہوتا ہے اور اسبات کا اثر بھی مجھ پر ہوا ہے - کہ ترجمہ میں کسی تاویل سے کام نہیں لیا گیا۔ اور اسی سے خدا کے پاک کلام کی تعظیم و تکریم جو ایک سچے مومن کو کرنی چاہیے ظاہر ہوتی ہے - اس قسم کی قیمتی اور پُرمعنی کتاب کو میں تھوڑا تھوڑا پڑھا کرتا ہوں - اور قرآن شریف کو توجہ سے ساتھ ختم کرنے کیلئے ابھی کچھ وقت لگیگا - لیکن میں یہ بھی کہہ دیتا ہوں کہ مجھے عربی زبان کا عالم و فاضل ہونے یا علم الٰہیات جاننے کا دعویٰ نہیں اور بعد میں جو کچھ بھی میں رائے ظاہر کرونگا - اُسے ایک فاضل اجل مولوی کی رائے نہ سمجھنا چاہیئے - یہ ایک عظیم الشان کام تھا جس کی تکمیل کی گئی ہے - اور اب کم از کم یورپ کی ایک زبان میں تو ایسا ترجمہ موجود ہے جو کسی تمسخر اُڑانے والے کی قلم سے نہیں ہوا بلکہ ایک ایسی مسلمان کے ہاتھ سے جس کا

ایمان ہے کہ قرآن مجید کا ایک ایک لفظ خدا کی طرف سے ہے۔ اور ان میں صداقت اور نور بھرا ہوا ہے۔ اور ماضی و مستقبل کے واقعات کے عین مطابق ہیں۔ اور ان کا ترجمہ بلا کسی تکلف و تاویل کے ہو سکتا ہے، یہ ترجمہ خدا کے فضل سے ایسے شخص نے نہیں کیا جس کا اصل مدعا اور غرض یہ ہو کہ وہ یوروپ کے سامنے اس کلام پاک کو اس طرح پیش کرے کہ گویا یہ (نعوذ باللہ) ایک جاہل پریشان خیال کی بنائی ہوئی ہے جو اپنے آپ کو بطور پیغمبر پیش کرتا ہے۔ اور موقعہ سے فائدہ اٹھانے کی تلاش میں ہے +

یہ فرق ہر ایک صفحہ پر نظر آتا ہے اور امید ہے کہ اہل یورپ پر یہ بات فوراً کھل جائیگا۔ آپ میرے کہنے پر یقین رکھیں کہ اس لڑائی کے بعد یورپ بالکل بدل جائیگا۔ یہ امر ان لوگوں پر ظاہر ہے جو یورپ کی طرز اور وہاں کے خیالات و رجحان طبیعت اور تمام ایسی باتوں کو جانتے ہیں اور جن پر ظاہر ہوتا ہے کہ وہ وقت نزدیک ہے جبکہ یوروپ اپنے مذہبی خیالات کو خیر باد کہیگا عیسائیت نے جسے مختلف قومی کلیسیا نے مختلف طور پر سمجھا ہوا ہے۔ اس خطرناک طوفان جنگ کو نہیں روک سکی۔ اور نہ ہی خطبہ پہاڑ ان سختیوں کو کم کرنے میں مدد دے سکا جو کہ اس جنگ کے ساتھ لازم و ملزوم تھیں۔ اور طرفہ یہ کہ ہر ایک عیسائی حریف کے ملک میں گرجوں کے اندر جناب مسیح سے دعا مانگی جاتی تھی کہ وہ انہیں ان کے مقدس کام میں کامیاب ہونے کے لئے مدد دیں ان سب باتوں کو دیکھ کر خیال پیدا ہوتا ہے کہ آیا یہی عیسائیت ہے۔ اور کیا یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم ہو سکتی ہے۔ اور کیا کروڑہا لکھے پڑھے اہل یورپ اس قسم کے اعتقاد سے تسلی پا سکتے ہیں جو تغیر پذیر ہے اور جسے کسی طرح بھی یقین کے ساتھ بیان نہیں کیا جا سکتا۔ کیا یہ لوگ ایسے گرجوں کے قیام کے لئے لکھوکھہا روپیہ خرچ کرتے چلے جائیں گے۔ جو یورپ کے پولٹیکل معاملات کا حل جناب مسیح کی تعلیم سے نہیں کر سکتے۔ خیر جیسا کہ میں نے اوپر ذکر کیا ہے۔ اس وقت مجھے ہزارہا باتیں ایسی نظر آتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یوروپ بحیثیت عیسائی ہونے کے اس جنگ کے بعد ہی اپنے گرجوں ان کے عقاید وغیرہ کا جائزہ لیگا۔ اور اس روحانی انقلاب کے ساتھ ہی جو وہاں پیدا ہوگا ایک عظیم پولٹیکل تغیر بھی ہو جائیگا۔ اگر جیسا کہ قرآن شریف میں لکھا ہے کہ مسلمان ایک خاص غرض کیلئے پیدا کئے گئے ہیں تو پھر ہمیں یوروپ کی کشتی کو اسلام کے پرُ از امن بلند گاہ کی طرف لانا چاہئے۔ تا کہ قوموں کے علیحدہ علیحدہ گرجے اسی طرح نیست و نابود ہو جائیں

جس طرح کہ وحشی قوموں کے مختلف خدا ہو گئے - اور سیاہ و سفید و زرد رنگ کی تمیز اُٹھ جائے اور سب کے سب ایک قوم بن کر ایک ہی واحد خدا کی عبادت کریں - اور سب امرا و غربا ایک ہی مالک کے خادم ہو جائیں - اور اس طرح حکومت خود اختیاری اور جمہوری کی بجائے تمام عالم میں خدائی سلطنت ہو کر تمام پولیٹیکل و سیاسی لڑائیوں کا خاتمہ ہو - اور خدا ہی شاہنشاہ و پاپائے اعظم اور پارلیمنٹ سمجھا جائے - یہی ایک ابدی آرام کی صورت ہے جس کا نام اسلام ہے یعنے اپنے آپ کو خدا کی رضا کے ماتحت کر دینا - اور اُٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے اسی کی خدمت اور عبادت کرنا - آپ یہ خیال نہ فرماویں - کہ تین سال تک ایک ویرانہ میں بند رہنے سے میرا دماغ پھر گیا ہے نہیں بلکہ ہزارہا قسم کے خرخشوں سے جو دماغ کو پراگندہ کر دینے والے ہوتے ہیں علیحدہ کیا جا کر میرے دماغ کو اس تنہائی میں غور و فکر کرنے کی مشق ہو گئی ہے - ایک تماشائی کی طرح جو سب کا سب کھیل دیکھتا ہے جیسے یورپ اور ایشیا پر بغیر کسی جنبہ داری اور تعصب کے نظر ڈالی ہے - اور مجھے زمانہ مستقبل کے پردہ پر اسلام لکھا ہوا نظر آتا ہے - مسٹر اقبال کو بھی تو دس سال ہوئے یہی دکھائی دیا - جس کا اعادہ انہوں نے قریبًا پانچسال ہوئے اپنے بے مثال طرز پر یوں کہا ؎

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں
محو حیرت ہوں کہ دُنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

خیر قرآن شریف کا یہ ترجمہ اس انقلاب عظیم کا پیش خیمہ ہے - جو اس جنگ کے بعد ہونیوالا ہے - اور اگر اس وقت تک میں زندہ رہا - تو میں خدا سے دعا مانگتا ہوں کہ مجھے وہ اپنے دین کا خادم بنا دے - تاکہ میں تمام عالم میں اُسی کے لئے اپنے مال و جان کو فدا کرنے کی منادی کرتا پھروں - پیارا خواجہ تو پہلے ہی سے سابقون الاولین کی صف میں آچکا ہے - اور میرا فرض اولین یہ ہو گا کہ میں اُسکے نقش قدم پر چلوں - میری اس تمنا نے تمام چھوٹی چھوٹی آرزوؤں اور خواہشوں کو بھسم کر دیا ہے - اور اب میں اس کام کو شروع کرنے کے موقعہ کی تاڑ میں ہوں - ایک محدود دائرہ کے اندر اس فرض کی ادائیگی سے میں باز نہیں رہا - اور دو سال سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سوانح اور تعلیم کے متعلق یہاں کے لوگوں کو برابر سُنا رہا ہوں لیکن سیاح واعظ کے لئے میدان

وسیع ہونا چاہئے۔ اور نہ مجھے اس بات کی بھی ضرورت نہیں کہ میرے سامعین نہایت ہی روشن دماغ اور تعلیم یافتہ بھی ہوں۔ اور میں اُمید کرتا ہوں کہ مجھے کسی باضابطہ مشنری کمیٹی کی امداد کی حاجت نہ رہیگی۔ اسلام تو انہیں لوگوں نے پھیلایا جن کے اندر تڑپ تھی اور انہیں کسی باضابطہ کمیٹی کی طرف سے امداد کی احتیاج نہ تھی۔ نہ مجھے اسبات کا تو علم نہیں کہ آیا اس جنگ کے خاتمہ تک میں زندہ بھی رہونگا یا نہیں۔ کیونکہ بیماری کی وجہ سے میں بہت ہی کمزور ہو گیا ہوں۔ اور بیماری وقتاً فوقتاً مجھ پر حملہ کرتی رہتی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ میری زندگی کا خاتمہ ہونے کو ہے لیکن خواہ میں زندہ رہوں یا نہ میرا مالک جو ہمارے ارادوں اور دُنیا میں ہمارے کاموں کو خود دیکھتا ہے۔ وہ ضرور میرے اس مصمم اور سچے ارادہ کو پسند کریگا۔ اور دُعا ہے کہ وہ اس پُر از گناہ خرابہ دنیا میں میرے کسی ایک چھوٹے سے گناہ کے عوض میں میرے اس ارادہ کو قبول کرے +

اب میں خط کو یہاں ختم کرتا ہوں۔ اگر آپ مولوی محمد علی صاحب سے ملیں تو میری طرف سے ان کا شکریہ ادا کریں۔ اور کہیں کہ مجھے بھی اس بیعزضانہ اور بار آور محنت پر ناز ہے۔ اور کم از کم اس نام میں میری بھی شراکت ہے۔ جو تمام دُنیا میں سب سے پیارا نام ہے ع

بلبلہا ہمیں کہ قافیۂ گل شود بس است

اگر آپ میرے خواجہ پہلوان کی طرف لکھیں تو میری طرف سے لکھیں کہ میں اُن کی سفید گُچھے دار ریش مبارک کو بوسہ دینا چاہتا ہوں +

میرے طرف سے اور شوکت کی طرف سے بہت بہت سلام علیکم آپ کو پہنچے +

آپ کا صادق اور شکر گذار

محمد علی

ہاں مولوی محمد علی صاحب کیخدمت میں میری طرف سے عرض کر دیں کہ قرآن شریف کے دوبارہ طبع ہونے پر وہ رسول الکریم صلعم کی سوانح عمری۔ اور اسلام کی ابتدائی تاریخ بھی مختصراً لکھ دیں۔ اور ساتھ ساتھ فقط قرآن شریف ہی آیات کا حوالہ دیں اور قرآن شریف میں مختلف قصص کا خلاصہ معہ ایک نوٹ متعلقہ طبعی حالت ملک بھی ازدیاد کر دیں +

چٹھی خواجہ کمال الدین صاحب

بنام

سکرٹری مینجنگ کمیٹی اشاعت اسلام بلاد غیر و ووکنگ مشن کا اقتباس

ہز ہائنس نواب صاحب منگرول اُن برگزیدہ مسلمانوں میں سے ہیں جن کو ملت بیضا سے خاص اُنس اور جن کے دل میں اسلام کیلئے خاص درد ہے۔ مجھ سے اُنہیں للہی محبت ہے۔ اور یہ صرف اسلئے کہ وہ مجھے اسلام کا ایک ادنےٰ خادم سمجھتے ہیں۔ ان کے ارشاد پر میں میر مدثر شاہ صاحب گیلانی کی معیت میں منگرول پہنچا۔ قریبًا ایکہفتہ وہاں قیام رہا۔ میری علالت طبع نے مجھے اجازت نہ دی۔ کہ میں یاد لیکچر دے سکوں۔ یہ کام بھی ایک حد تک میر صاحب کو کرنا پڑا +

نواب صاحب کے اخلاق کریمانہ کے ذکر کرنے کی مجھے ضرورت نہیں۔ میری موجودہ علالت طبع کو دیکھ کر انہوں نے مجھے اجازت دی کہ میں حسب پسند خود کسی مسلم بھائی کو بطور سکرٹری اپنے ساتھ رکھوں جس کی تنخواہ وہ خود عطا فرماوینگے۔ انہوں نے میرے کہنے پر مبلغ ما ۱۵ ماہوار مقرر کی ہے۔ یہ سکرٹری بظاہر تو تصنیف میں مجھے مدد دیں گے لیکن دراصل وہ مسلم مشنری کا کام میرے ساتھ کرینگے۔ اللہ تعالیٰ حضور نواب صاحب کو جزائے خیر دے۔ اور خدا تعالےٰ مجھے توفیق عطا فرمائے۔ کہ میں اُن کی منشا کو جلد پُورا کرسکوں۔ رخصت کے وقت بطور رخصتانہ مبلغ ایکہزار روپیہ اسکے علاوہ عطا فرمایا جسے میں امداد مشن میں جمع کراتا ہوں۔ حضور نواب صاحب کی صاحبزادی صاحبہ جو ریاست مانہ بدرو اکی رئیسہ ہیں مبلغ دوسو روپیہ بطور رخصتانہ عطا فرمایا جو میں مفت تقسیم رسالہ انگریزی میں داخل کرتا ہوں رئیسہ موصوفہ ہمیشہ سے ہمارے مشن کی مدد فرماتی ہیں اللہ تعالےٰ انہیں بھی جزائے خیر دے +

خواجہ کمال الدین مورخہ ۱۴ فروری سنہ ۱۹۲۰ء

اسمائے گرامی چندہ دہندگان ضلع پشاور برائے وگنگ مشن ولایت وغیرہ

نمبر شمار	نام معطی	رقم
	میزان سابق	للعہ ۱ ۳ ۴
۴۱	جناب صفدر علی خانصاحب تاجر لنگی قصہ خوانی بازار پشاور	۵۰
۴۲	معلوم الاسم تاجر کابلی معرفت خان بہادر قلیخان صاحب ہزارہ	۴۰
۴۳	جناب عزت شاہ صاحب تنگی ضلع پشاور	۲۵
۴۴	جناب حاجی امیر گل صاحب	۵۰
۴۵	جناب حلیم اللہ صاحب عرف کاکے تنگی	۲۰
۴۶	جناب غلام احمد جان خانصاحب	۲/-
۴۷	جناب محمد شاہ خان صاحب	۲
۴۸	جناب میاں ذکر اللہ صاحب	۲
۴۹	جناب قیر از خانصاحب وغیرہ	۵۰
۵۰	جناب حسن علیخان صاحب	۳۰
۵۱	جناب ملک عبد الرحمن خان صاحب	۱۰
۵۲	جناب ملک نور محمد صاحب	۳۰
۵۳	جناب غلام محے الدین خان صاحب	۶۰
۵۴	جناب عبد الاکبر خان صاحب	۱/-
۵۵	جناب خان بہادر محمد افضل خانصاحب	۲/-
۵۶	جناب سعادت خان صاحب	۱۰
۵۷	جناب شیر دل خان صاحب	للعہ
۵۸	جناب خانصاحب فضل الرحمن خان صاحب شبقدر	۱۸۰
۵۹	جناب عبد الغنی خانصاحب	۱/-

نمبر شمار	نام معطی	رقم
۶۰	جناب محمد اکرم خانصاحب شبقدر پشاور	عہ ر
۶۱	جناب عنایت اللہ خان صاحب مہمند شبقدر پشاور	عنہ ۱۰
۶۲	جناب عبد الصمد خان صاحب اکسٹرا اسٹنٹ کمشنر	۱۰۰ ناز
۶۳	جناب عبد اللہ شاہ خان صاحب ٹیلگرام پشاور	۱۰۰ ناز
۶۴	جناب خان صحبح صاحب	عنہ ۲۰
۶۵	جناب سرفراز خان صاحب رئیس مردان ضلع	۱۰۰ ناز
۶۶	جناب عثمان علیخان صاحب سب انسپکٹر	۳۵
۶۷	جناب محمد فضلخان صاحب رئیس مردان وعدہ یکصد وصول یکصد	۱۰۰
۶۸	جناب دوست محمد خان صاحب انسپکٹر سی۔ آئی۔ ڈی خصتی مردان	۱۰۰ ناز
۶۹	جناب غلام حیدر خان صاحب برہ خان خیل مردان	عنہ ۱۰
۷۰	جناب ناسر خان صاحب	صہ ر
۷۱	ملک مکرم خان صاحب	صہ ر
۷۲	جناب محمد انور خان صاحب مترہ دار	صہ ر
۷۳	جناب مسٹر اجرج رام صاحب بیرسٹر	صہ ر
۷۴	جناب میاں غلام صمدانی صاحب تاجر لنگی بازار ہوتی	عنہ ۲۰
۷۵	جناب میاں فیروز شاہ صاحب نوشہرہ وعدہ	۲۵
۷۶	جناب میجر محمد اکبر خان صاحب ہوتی	۱۵۰
۷۷	جناب محمد یعقوب خان صاحب رئیس ہوتی	۱۰۰ ناز
۷۸	جناب میاں فضل حق صاحب آنریری مجسٹریٹ مردان	۱۰۰ ناز
۷۹	جناب معرفت میاں محمد زمان خانصاحب منڈی چارسدہ	۱۳۴۳
۸۰	جناب معرفت میاں سید اکبر شاہ صاحب روشن	۳۰۰
۸۱	جناب سردار مغلباز خان صاحب اسٹنٹ پولیٹکل ایجنٹ	۱۴۱

نمبر شمار	نام معطی	رقم
۸۲	جناب میرزا مظفر احمد صاحب جمعدار باڈر مالاکنڈ	عـه ۱۰
۸۳	جناب سید فقیر بادشاہ صاحب صوبیدار " "	عـه ۱۰
۸۴	جناب راجہ بدر الدین صاحب ناظر عدالت چارسدہ	صہ/
۸۵	جناب غلام حیدر خان صاحب آنریری مجسٹریٹ حرکی چارسدہ پشاور	صـه ۵۰
۸۶	جناب رجون خان صاحب نمبردار نکبالہ تحصیل چارسدہ ضلع پشاور	عـه ۱۰
۸۷	جناب ارباب محمد سرور خان صاحب سکنہ ملک مغل خیل تحصیل چارسدہ	۱۵
۸۸	جناب خان صاحب عبد الجبار خان صاحب آنریری مجسٹریٹ تحصیل "	۱۰۰
۸۹	جناب خان بدر خان صاحب سکنہ ترنگ زئی تحصیل چارسدہ	صـه ۵۰
۹۰	جناب شیخ خدا بخش صاحب سب رجسٹرار مردان ضلع پشاور	عـه ۱۰
۹۱	جناب شیخ نیاز احمد صاحب تاجر وزیر آباد - پیشگی کرایہ	۱۵
۹۲	جناب حاجی جان محمد صاحب محلہ شاہ عباسی پشاور	۸۵
۹۳	جناب شاہ زمان صاحب برادر جناب زادہ محمد صاحب	عـه ۱۰
۹۴	جناب غلام حیدر خان صاحب رئیس شیرپاؤ چارسدہ پشاور امداد مشن ۹ چندہ رسالہ اردو میں	۱۰۰
	میزان کل	۸۷۴

بشیر بادشاہ مسلم مشنری فنڈ

اس فنڈ میں علاوہ ان رقوم کے جو سالانہ جلسہ انجمن اشاعت اسلام لاہور میں جمع ہو کر بدست سکرٹری صاحب انجمن مذکور ہیں ذیل کی رقوم جناب خواجہ کمال الدین صاحب کے ذریعہ وصول ہوئیں +

۱- جناب شال خان صاحب تاجر چارسدہ پشاور ۵ — (۴) جناب سیف الرحمن صاحب بنوں اگر چارسدہ پشاور عـه ۱۰

۲- جناب میر اسلطان خان صاحب انسپکٹر مدارس ... وصول — (۵) مستری محمد ملی صاحب پشاور عـه ۱۰

۳- میرزا رمضان علی صاحب ریڈر عدالت پشاور عـه ۱۰ — (۶) عزیز خان شال خان صاحب تاجر ۱۵

(۷) محمد غوث ماندھی پٹ ٹمکور میسور ۵

میزان کل رقم وصول شدہ ۱۰۷

آئندہ چندہ دہندگان کی خدمت میں التماس ہے کہ اس میں زر امداد بنام فنانشل سکرٹری صاحب ورکنگ کمیٹی اشاعت اسلام بلاد غیر آنی چاہیئے ماہوار ترسیل زر کے وقت اس فنڈ کی تصریح کردینی چاہیئے +

خاکسار سکرٹری ورکنگ کمیٹی اشاعت اسلام بلاد غیر و ووکنگ مشن

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

وَلْتَكُنْ مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

اشاعتِ اسلام

اُردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لندن

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی — مسلم مشنری — مولوی صدرالدین بی اے بی ٹی

قیمت سالانہ تین روپے

یہ کار ثواب ہے کہ آپ ان رسالجات کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمد بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے اخراجات کی ذمہ دار ہوسکتی ہے۔

جلد (۶) بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۲۰ء نمبر (۴)

فہرست مضامین

ضروری اعلان

تمام ترسیل زر متعلقہ رسالہ ہذا و اسلامک ریویو بنام فنانشل سکرٹری اشاعت اسلام بلاد غیر و ووکنگ مشن اور باقی کل خط و کتابت بنام مینیجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور ہونی چاہیئے +

مینیجر رسالہ اشاعت اسلام

زکوٰۃ و صدقات کا بہترین مصرف

از رُوئے تعلیم قرآن اشاعت اسلام ہی مصرف زکوٰۃ و صدقات کا ہے۔ اگر آپ صرف رقم زکوٰۃ کو ان رسالوں کی مفت تقسیم پر یا اس اسلامی مشن کی دیگر ضروریات پر خرچ کریں تو آپ اپنے فرض سے سبکدوش ہوں گے + مینیجر

اسلام کی سخت احتیاج

اِس وقت یہ ہے کہ اسکی اصل تعلیم کو بلاد غربیہ کے کونوں میں پہنچا دیا جائے اور اس کے چہرے پر سے ان بدنما داغوں کو دُور کیا جاوے جو پادریوں کی افترا کا نتیجہ ہے مسلمانو ہماری اس کام میں مدد کرو۔ مینیجر

بینظیر تحفہ

سلاجیت

جو لوگ دماغی محنت کے عادی ہیں ان کے لئے یہ نئے مفرد دوائی خالص سلاجیت (مومیائی) از حد مفید ہے۔ یہ دوائی مقوی اعصاب و معدہ و باہ ہے۔ گردہ و مثانہ کو مضبوط کرتی ہے۔ زکام، درد سر، درد کمر یا دیگر درد جو کہ ضرب یا چوٹ کے باعث ہوں دُور کرتی ہے۔ ہر ایک قسم کی کمزوری کے لئے اکسیر ہے۔ وکلاء طلباء اور دماغی کام کرنیوالوں کے لئے مفید ہے۔ تمام دن محنت کے بعد اس کے استعمال سے بہت کم تھکاوٹ ہوتی ہے۔ مرد و زن بچہ و بوڑھا ہر موسم میں استعمال کر سکتے ہیں۔ قیمت فی تولہ (عہ) ایک روپیہ خوراک ایک سے دو رتی ہمراہ دودھ استعمال کریں تاجران و ایجنٹوں کو ۲۵ فیصدی کمیشن ملیگی ایجنسی کیلئے تاجر صاحبان درخواست دیں۔

مینیجر کارخانہ سلاجیت عزیز منزل لاہور

A few Burmese Muslims keenly desired to be photographed with their British and Indian Brothers in Islam

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

ترجمۂ اُردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لندن

جلد (۶) بابت ماہ اپریل ۱۹۲۰ء نمبر (۴)

شذرات

معزز ناظرین رسالہ ہذا غالباً ہمارے مکرم بھائی خالد شیلڈرک کے نام نامی سے واقف ہونگے یہ صاحب انگلستان کے ایک مشہور نومسلم ہیں۔ رسالہ اسلامک ریویو و مسلم لنڈیا میں اکثر اُن کے مضامین اسلام کی تائید میں دیکھے جاتے ہیں اُن کی قابلیت اور علمیت مسلمہ ہے اور انکی اسلامی محبت کا ثبوت اُن کے مضامین سے بخوبی ملتا ہے۔ اسلام کی موجودہ حالت زار کو محسوس کرکے اور ان بیرونی حملوں کو دیکھ کر جو اسلام پر چاروں طرف سے ہو رہے ہیں اُنھوں نے ایک مضمون رسالہ مذکور میں زیر عنوان اُمید مستقبل لکھا ہے جسمیں ان غلط افواہوں کی طرف اشارہ ہے جو عیسائی مشنریوں نے اسلام اور بانئ اسلام صلعم کے خلاف پھیلا رکھی ہیں۔ اور اسبات کی ضرورت ظاہر کی ہے کہ ہر ایک مسلمان قرآن کریم کے حکم کے ماتحت اپنے آپ کو مشنری سمجھے اور دُنیا پر اسلام کی صداقت اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بے نفسی اور سچی رسالت کو ظاہر کرے۔ اور ووکنگ مشن میں کام کرنیوالوں کا ہاتھ بٹائے۔ یہ مضمون مسٹر مذکور کے اس اسلامی جوش کو ظاہر کرتا ہے جو اُن کے دل میں بھرا ہوا ہے اے کاش ہمارے بھائی جو صدیوں سے مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں [illegible] کے آباؤ اجداد نے اسلام

کی خدمت تن من اور دھن سے کرکے اسے دنیا کے کناروں تک پہنچایا اس مضمون کو پڑھ کر نادم
ہوں اور فروعی جھگڑوں کو چھوڑ کر جن سے کہ اسلام کھوکھلا ہو رہا ہے اور جن سے عیسائی مشنریوں نے
بہت کچھ فائدہ اٹھایا ہے۔ پھر ایکدفعہ قرآن کی خدمت کے لئے اٹھ کھڑے ہوں۔ یہ ضروری نہیں
کہ ہر ایک شخص تبلیغ کا کام خود کرے۔ اور یہ ہو بھی نہیں سکتا۔ طبائع مختلف ہیں اور قابلیتیں یکساں
نہیں لیکن ہر ایک شخص تبلیغ اسلام میں کچھ نہ کچھ حصہ تو لے سکتا ہے جو صاحب مبلغ بن کر خدمت
کرنا چاہتے ہیں وہ اپنے علم وفضل اور لیاقت کو دین حق کی خدمت میں صرف کریں اور جن کے
پاس خدا کا فضل زر کی صورت میں آیا ہے وہ دین کے پھیلانے میں یا یوں کہئے کہ دین پر حملوں
کے اندفاع میں مال سے مدد دیں۔ تاکہ وہ فلاح اور خوشحالی حاصل کریں۔ جیسا کہ قرآن شریف فرماتا ہے
ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون
کسی دوسری جگہ اسی رسالہ میں مضمون متذکرہ صدر کا ترجمہ برائے افادۂ ناظرین رسالہ دیا جاتا ہے۔
اور دعا کیجاتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ خواب غفلت میں سوتے ہوئے مسلمانوں کو جگائے اور دنیا کی محبت
ان کے دل سے دور کرکے دین کیلئے تڑپ ان میں ڈال دے +

حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی مترجم قرآن مجید اور جناب خواجہ کمال الدین صاحب
بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری ۱۷ فروری سنہ ۱۹۲۰ء کو مدراس پہنچے۔ ان ہر دو بزرگوں کے استقبال کیلئے
ریلوے سٹیشن پر اس قدر ہجوم تھا کہ تل رکھنے کی جگہ نہ تھی۔ ہمارے مکرم جناب ملک احمد بادشاہ صاحب
بی اے تاجر پریس اعظم مدراس نے ان عاشقان دین اسلام کو بلا کر اور عوام کو ان کے علوم سے فائدہ
پہنچا کر اپنی روشن خیالی وہمدردی خلق اللہ اور اسلامی محبت وجوش کا بین ثبوت دیا ہے حضرت خواجہ صاحب
کے تین لیکچر انگریزی میں ہوئے۔ انہوں نے ایک لیکچر میں جو زیر صدارت عالیجناب جسٹس عبدالرحیم صاحب
ٹون ہال میں ہوا دین فطرت پر بحث کی۔ اور اسلام کے تقدس اور رعب کو دلوں پر مستولی کیا۔ اور ظاہر
کیا کہ کائنات کا ذرہ ذرہ ہر وقت شاہراہ ترقی پر قدم مار رہا ہے اور رنگا رنگ کی شکلوں میں فتبارک اللہ
احسن الخالقین کا راگ الاپ رہا ہے۔ یہ سب کچھ کسی قانون کے ماتحت ہے ہر ایک کائناتی ذرہ کی ترقی کا
راز اطاعت وضوابط میں ہے یعنے قدرت کی ہر ایک شے کی ترقی قانون کی پابندی پر منحصر ہے! در اسی بات

کا اظہار لفظ اسلام میں کیا گیا ہے کیونکہ اسلام قانون کی اطاعت اور فرمانبرداری کا نام ہے اسلئے تمام مخلوقات خداوندی کا مذہب اسلام ہے۔ جسے قرآن کریم نے اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَام کے الفاظ سے ادا کیا ہے۔ انسان چونکہ قدرت کا ایک معجزہ ہے لہٰذا اس کا مذہب بھی اسلام ہی ہو سکتا ہے۔ اور پھر ان قوانین وضوابط فطرت کی تشریح کے لئے قرآن مجید کی ضرورت بتلائی۔ اس لیکچر کا مضمون اردو دانوں کی استدعا پر خواجہ صاحب نے اردو میں بھی دُہرایا۔ لیکچر کے اختتام پر ایک انگریزی اخبار "ہندو" کے اڈیٹر نے نہایت پرزور الفاظ میں لیکچر کی تعریف کی اور خواجہ صاحب کا شکریہ ادا کر کے اسلام کی وسعت اور رفعت کا اعتراف کیا +

حضرت مولوی صاحب محترم کی دینی واقفیت اور علم سے فائدہ اُٹھانے کے لئے بھی مدراس کے لوگ از حد شائق تھے لیکن افسوس ہے لکھا جاتا ہے کہ آپ مدراس پہنچنے کے دوسرے دن بخار میں مبتلا ہو گئے۔ اور مصلحتِ ربی نے یہ چاہا کہ آپکے کلام کے جواہرات سے وہاں کے لوگ کسی دوسرے وقت مالا مال ہوں۔ جناب مولانا صاحب الحمد للہ اب بالکل خیریت سے ہیں اور ۴ مارچ سنہ ۱۹۲۰ء کو بخیریت شام کی گاڑی لاہور واپس تشریف لے آئے تھے +

جناب خواجہ صاحب ابھی مدراس ہی میں تشریف رکھتے ہیں۔ اُنکی صحت بہ نسبت سابق اچھی ہے۔ مدراس میں ایک لائق اور تجربہ کار ڈاکٹر سے جو اعصابی بیماریوں کے علاج میں کامل و ماہر ہے علاج کرا رہے ہیں۔ اللہ تعالےٰ انہیں کامل شفا عطا کرے۔ اور انہیں دین کی خدمت کرنے کی بیش از بیش ہمت اور توفیق دے +

حضرت خواجہ صاحب کے دوسرے لیکچروں کے متعلق انشاءاللہ آیندہ رسالہ میں لکھا جائیگا۔

ہم اپنے قارئین کرام سے اس رسالہ کے ذریعہ جناب شیخ عبدالرحمن حامد شفیع صاحب نومسلم کا تعارف کراتے ہیں شیخ صاحب مذکور ملازمت کے تعلقات کے باعث اس وقت بغداد شریف میں مقیم ہیں اُن کے اور دیگر احباب کے خطوط سے جو آجکل بغداد شریف و دیگر ملحقہ علاقجات میں تشریف رکھتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ عیسائی مشنریوں نے بڑے زور و شور سے اسلام کے خلاف لیکچر دینے شروع کر دیئے ہیں لیکن مسلمانوں کی طرف سے کوئی ایسا معقول انتظام نہیں جو عیسائیت کی زہریلی ہوا کو اسلامی ممالک میں

پھیلنے سے روکے۔ اُدھر مسلمان ہیں کہ ان کو اپنے اندرونی جھگڑوں ہی سے جس کی تہ میں کوئی معقولیت نہیں خلاصی نہیں ملتی۔ اُدھر عیسائی مشنری ہیں جو مسلمانوں کی اِس کوتاہ اندیشی سے فائدہ اُٹھا کر ہمارے رسُول اکرم صلعم کے نام لیواؤں کی تعداد کو کم کر کے ان کے دشمنوں اور گالیاں دینے والوں کا شمار بڑھا رہے ہیں۔ اِس قسم کی رنج اور تکلیف دینے والی باتوں کو دیکھ کر ہندوستان کے مسلمانوں نے جو وہاں اِس وقت کسی نہ کسی تعلق سے رہتے ہیں ایک انجمن اسلام قائم کی ہے جس کے پریزیڈنٹ جناب شیخ صاحب موصُوف مقرر کئے گئے ہیں شیخ صاحب کے ایک خط سے معلوم ہوا ہے کہ شہر بغداد میں جاہل مسلمان عیسائیت کا جامہ پہن رہے ہیں۔ لہٰذا عیسائیت کے پُرزور سیلاب کو روکنے کیلئے انجمن مذکور مختلف قسم کی تدابیر سوچ رہی ہے چنانچہ اس کے متعلق شیخ صاحب مذکور نے ایک اشتہار اشاعت اسلام کے نام سے شائع کیا ہے جس کی نقل کسی دوسری جگہ درج کیجاتی ہے۔ خداوند تعالیٰ اِس قسم کے پُرجوش اور باحمیت مسلمانوں کو عمر دراز عطا کرے۔ اور انہیں خدمت اسلام کی زیادہ توفیق دے۔ اور دیگر مسلمانوں کو بھی اُن کی مثال پر قدم مارنے کی ہمت عطا کرے۔ کیا مسلمان اس وقت بیدار ہونگے جبکہ ایک خدا کے ماننے والے اپنی جہالت وغیرہ کے باعث تثلیث اور کفّارہ پر ایمان لاکر اسلام کو زیادہ ضعف پہنچائیں گے۔ اور تمام اسلامی دُنیا کے لئے مشکلات کا ایک پہاڑ کھڑا کر دینگے +

جناب مولوی مصطفےٰ خان صاحب بی اے جو اشاعت اسلام کا نیک کام کرنے کیلئے انگلستان تشریف لے گئے تھے ۴ مارچ سنہ ۱۹۲۰ء کو جیسا کہ اُن کی تار سے . . . ظاہر ہوتا ہے ووکنگ بخیریت پہنچ گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں بخیر و خوبی اور صحت و تندرستی سے رکھے۔ اور جس ارادہ پر وہ گئے ہیں اسمیں انہیں کامیابی دے۔ مولوی صاحب مذکور تبلیغ کا زیادہ تر کام خاص لندن میں کریں گے۔ لیکن ووکنگ بھی اُن کی قابلیت سے فائدہ اُٹھائیگا +

جناب منشی فضل کریم صاحب بی اے بھی ۱۸ فروری سنہ ۱۹۲۰ء کو لاہور سے جزیرہ ٹرینیڈاڈ (امریکہ) کی طرف بمبئی میل میں روانہ ہوئے۔ منشی صاحب بمبئی سے ووکنگ تشریف لے جاویں گے۔ اور پھر وہاں سے ٹرینیڈاڈ جاکر تبلیغ اسلام کا کام شروع کرینگے۔ امریکہ میں بھی دیگر مغربی ممالک کی طرح اسلام کے خلاف

سخت غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ اور مسلمانوں کو ایک ایسے مذہب کا پیرو خیال کیا جاتا ہے جو ظلم و ستم سکھلاتا۔ مستورات کو ذلت کی نگاہ سے دیکھتا اور بجائے ایک یا تین خدا کے سورج کی پرستش کراتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اہل امریکہ پر اگر اصلیت و معقولیت اسلام کھل گئی تو امید ہے کہ وہ بھی اسلام کے حلقہ بگوش جلد ہونگے۔ دعا ہے کہ منشی صاحب مذکور پر اللہ تعالیٰ اپنا خاص فضل نازل کرے اور اُن کی زبان میں ایسا اثر ڈالے کہ صلیب کے پرستار خدائے واحد کی پرستش کرنے لگ جاویں۔ اور انجمن اشاعت اسلام بلاد غیر و ووکنگ مشن کو ایسے اہم اور نیک کام بڑے وسیع پیمانے پر کرنے کی زیادہ تر توفیق دے +

اُمید مستقبل

ازقلم جناب خالد شیلڈرک صاحب (نومسلم)

اب اسلام کے لائق بچّو میں کہتا ہوں کہ کمر ہمّت باندھو کیونکہ صُبح طلوع ہونیکو ہے۔ اور آنے والے دن کی خبر دے رہی ہے

برطانیہ کلاں کے ایک نہایت ہی خوش لیف الشان بچے النصر یارکمنس (نومسلم) مرحوم کے قلم سے نکلے ہوئے اشعار جن کا ترجمہ شروع میں دیا گیا ہے۔ بڑے زور شور سے اب بھی سُنائی دیتے ہیں اور اس امر کا تقاضا کرتے ہیں۔ کہ ہر ایک مسلمان کے دِل سے اسی قسم کی صدا اُٹھے۔ اس وقت اُفق میں ہمیں گھرے بادل دکھائی دیتے ہیں۔ اور ہمیں اپنے پیارے مذہب کے مستقبل سے متعلق اضطراب پیدا ہو رہا ہے۔ اسلئے ہمیں خلوص دل سے دُعا مانگنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ بہت جلد ہمیں اطمینان اور تسکین بخشے۔ ہمنے دُنیا کی ایک نہایت ہی عظیم جنگ دیکھی ہے اور ایک بہت بڑی سلطنت کا زوال بھی ہماری نظروں سے گذرا ہے۔ جس سے کہ رومن کیتھولک حکومت کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے ہیں۔ اور ساتھ ہی اسلامی سلطنت کی قسمت کے فیصلہ کی انتظار کر رہی ہے۔ یہ وقت خاموش بیٹھے کا نہیں۔ بہت کچھ سوچنا چاہئے اور بڑی ہمت سے کام کرنا چاہئے۔ پہلے تو ہمیں اپنے گذشتہ کارناموں کا جائزہ لینا چاہئے اور دیکھنا چاہیئے کہ زمانہ ماضی میں ہم نے کیا

بھول چوک ہوئی ہو۔ اور کہاں ہم نے لغزش کھائی۔ تاکہ آیندہ سال زیادہ تر کوشش اور ہمت سے کام کرنے کا ارادہ کر لیا جائے۔ ہم تو فی الحال ایک نا معلوم مستقبل کی دہلیز پر کھڑے ہیں۔ اور ہمیں علم نہیں کہ ہم میں سے ہر ایک کے لئے آیندہ کیا ہونا ہے۔ تاہم ہمیں ایک مشترکہ کام یعنے ترقی و تہذیب انسانی میں حصہ لینا چاہیئے +

زمانۂ قدیم میں بزرگان اسلام نے بڑی بڑی مصائب کا سامنا کیا۔ بیشمار دشمنوں کے مقابلہ میں آئے۔ تمام تکالیف کو دُور کیا۔ اپنے خون سے مومنوں کو بچایا۔ اور اسلام کی روشنی کو دُور دراز ملکوں میں پھیلایا۔ اب بھی ایسے لوگ موجود ہیں۔ جنہوں نے اپنا ملک اپنے اہل و عیال اور اپنے گھر کے آرام و آسائش کو خیرباد کہہ رکھا ہے تاکہ اہل یورپ تک ان روشن اور بین صداقتوں کو پہنچایا جائے۔ جنہیں حضرت محمد صلعم نے آج سے تیرہ سو سال پہلے دُنیا پر ظاہر کیا۔ کیا اس قربانی کو جو یہ لوگ کر رہے ہیں۔ ہم محسوس کرتے ہیں؟ اور کیا ہم ان کے کام میں ان کا ہاتھ بٹا رہے ہیں؟ اس وقت خوب یاد رکھو کہ تمام دُنیا کی آنکھ اسلام کی طرف لگی ہوئی ہے۔ ہمارا اسلئے فرض ہے کہ یورپ کو اپنے مذہب کا خوبصورت چہرا دکھائیں۔ اور اسکی پاکیزہ تعلیم اُن تک پہنچانے میں حصہ لیں ہمیں یہ اُمید نہ کرنی چاہیئے کہ مولوی صدرالدین صاحب کی قسم کے لوگ رات دن ہمارے لئے کام کریں۔ اور ہم ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نکمے بیٹھے رہیں۔ دُنیا کے ہر ایک حصہ کے ہر ایک مسلمان کے دل میں اس کام کی بہت بڑی عزت چاہیے۔ یہ نہایت ضروری ہے۔ کہ اسلام کی نسبت غلط فہمیوں کو انگلستان والوں کے دل سے نکالا جائے۔ اس وقت بھی ایک کثیر التعداد مخلوق ہمیں سُورج پرست خیال کرتی ہے۔ اور سمجھا جاتا ہے۔ کہ مسلمان سینکڑوں بیویاں رکھتے ہیں اور جاہل وحشی و کافر ہیں۔ پہلا کام تو یہ ہے کہ ہم انہیں بتلائیں اور یقین دلادیں کہ ہم خدائے واحد کے پرستار ہیں +

اس کے بعد نہایت استقلال اور ثابت قدمی سے ہمیں انہیں بتلا دینا چاہیئے کہ ہم کافرانہ مذہب نہیں۔ ہمارے پاس الہامی کتاب ہے اور ہم اخوت اور صلح و آشتی کی تعلیم پھیلاتے ہیں۔ عیسائی مشنریوں نے اپنے بیرونی مشنوں کی امداد کے لئے ممالک مغرب میں نہایت ہی خطرناک قصے مشہور کر رکھے ہیں جن سے مسلمانوں کو ایک ذلیل اور پرجوش قوم ظاہر کیا گیا ہے۔ ان مشنریوں نے ہمارے

رسُول پاک صلعم کو نہایت ہی گندے الفاظ سے یاد کیا ہے اور دیدہ و دانستہ صداقت کو چھپایا ہے
اس وقت مغرب میں انگریز مسلمانوں کا ایک جتھا بطور نمونہ اتحاد موجود ہے۔ اے مسلمانو! تم
کاش کچھ ایثار کرنے کیلئے تیار ہو جاتے۔ اور کم از کم اپنے ہی مسلم مشنری کو اس نیک کام میں مدد دیتے
تمہیں خیال رہے کہ یہ شخص اپنے وطن سے ہزاروں میل دور آکر اسلام کے لئے جنگ کر رہا ہے جہانتک
ہو سکے اسکی مدد کیلئے اُٹھو۔ سال کا آغاز ہے اور ہمیں تازہ کام کے لئے ہمت باندھنی ہے۔ لوگ تو
مذہب کلیسیا سے مُنہ موڑ رہے ہیں۔ اور اکثر روشنی کی تلاش میں سرگردان ہیں ہم میں سے
ہر ایک قرآن کے حکم کے ماتحت خود مشنری (مبلغ اسلام) ہے اسلئے ہر ایک کا فرض ہے کہ اسلام کی تعلیم
غیر مسلموں تک پہنچائے اور دوسروں کی امداد کرے۔ خوف و خطر ہرگز ہمارے نزدیک نہ آنا چاہئے۔ اور
نہایت مستعدی سے کام کرنا چاہئے یہانتک کہ اللہ تعالی اپنے فضل و کرم سے ہماری کوششوں کا
ہمیں عمدہ ثمرہ دے۔ یہ بات کو بھی خوب ذہن نشین کر لو کہ عمل ہی کام آسکتے ہیں۔ خالی لفاظی بمعنی
اور بیہودہ ہے +

اے میرے مسلمان بھائیو! اب جلد بیدار ہو کر کام میں لگجاؤ۔ اور صداقت اسلام کے فتح و
کامیابی کیلئے سال نو میں پوری ہمت و زور سے کام لو +

معجزات

(از قلم جناب محمد حسن صاحب بی اے)

عوام کے نزدیک معجزہ ایک ایسا امر ہے جو خلاف قانون قدرت ہے۔ وہ کسی ضابطہ کے ماتحت نہیں
آسکتا علت و معلول کے سلسلہ سے بالکل باہر ہے اور عقل اس کے بیان کرنے سے قاصر ہے۔ اور معجزہ وہی
شخص دکھلاتا ہے جس نے اپنا تعلق خدا سے بتلانا ہو اور اپنی پیغمبری کا ثبوت دینا ہو لیکن سوال تو یہ ہے
کہ آیا اس قسم کے معجزات سے ہی کسی صداقت کو قبول کر لینا چاہئے۔ اس کے متعلق دو اعتراض ہمارے
سامنے دکھائی دیتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ واقعات جو معجزات کی صورت میں نظر آتے ہیں دوسری دفعہ
کبھی ظہور میں نہیں آتے۔ روئے زمین پر کوئی ایسا شخص نظر نہیں آتا جس نے گذشتہ زمانہ کے سے

حالات کو جمع کر کے اسی قسم کے واقعات دکھلا دیئے ہوں جو اس سے پہلے نظر آئے۔ دوسرا امر یہ ہے کہ ان کے وقوعہ کا کوئی معتبر ثبوت بھی موجود نہیں۔ ہر ایک شخص اپنے اپنے مذہب کے بزرگوں کے متعلق معجزات و کرامات پیش کرتا ہے لیکن اُن میں سے بہت تھوڑے ہیں جو محک پر صحیح اُترتے ہیں۔ اکثر تاریخ بھی ان کی تصدیق و تائید نہیں کرتی۔ اور قانون قدرت بھی اُن کے خلاف شہادت دیتا ہے۔ انسان اوّل تو نہیں سمجھ سکتا کہ یہ واقعات کس طرح زمانہ ماضی میں میں آئے۔ اور پھر ان کے متعلق کوئی ایسا ثبوت بھی موجود نہیں جس سے معلوم ہو کہ اس دنیا کے تماشا گاہ پر کبھی ایسا واقعہ پیش آیا ہے +

افسوس سے دیکھا جاتا ہے کہ دُنیا میں بعض پُرانے مذاہب باوجود اپنے بہت کچھ دعووں کے توہم پرستی کے زہر آلود کیڑوں کو لوگوں میں پھیلانے میں مدد دیتے ہیں۔ یہ کیڑے چونکہ ایک متبرک آب وہوا یا مقدس دُنیا میں پرورش پاتے ہیں یعنے ان توہمات کو چونکہ ایک مذہبی رنگ میں رنگا جاتا ہے اسلئے وہ مضبوط اور زبردست ہو جاتے ہیں اور مذہب کے عالیشان درخت کو کھوکھلا کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ پھر وہ درخت اِس طرح ایک معترض کی ٹھوکر کے سامنے فوراً گر کر چور ہو جاتا ہے۔ یہ توہمات معتقدان مذہب کے دل و دماغ ہی میں نہیں رہتے بلکہ مذہبی کتابوں میں بھی جگہ پا لیتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اُسے ایک مذہبی سند قرار دیا جاتا ہے۔ اور اس مذہب کے ہر ایک پیرو کے لئے اسکے آگے سر تسلیم خم کرنا لازمی ہو جاتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کے معجزات و کرامات بعض بزرگوں کی وفات کے بعد ان کی طرف منسوب کئے گئے ہیں۔ بلکہ اس وقت جبکہ اُن کی ہڈیاں بھی خاک میں ملکر خاک ہو گئی تھیں۔ اِس طرح جُوں جُوں زمانہ بڑھتا گیا ایسے معجزات کی تعداد میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔ اور ان کی صداقت اور سچائی پر بھی مضبوط مُہر لگتی گئی +

خورہ وید کا مطالعہ کیجئے اسمیں بڑے بڑے رشیوں کے سامنے درختوں کا سجدہ کرنا اور پہاڑوں کا دو زانو بیٹھنا ہمیں بتلایا جاتا ہے اور ہم پڑھتے ہیں کہ دریا ندی نالے۔ پہاڑ اور جنگل بھی اُن کی راہ میں کسی قسم کی رُکاوٹ نہ ڈال سکتے تھے۔ شیروں چیتوں۔ بھیڑیوں اور دیگر اسی قسم کے درندوں کو اُن کے ساتھ رہنے پر ناز ہوتا تھا۔ اور سانپ

اور بڑے بڑے زہریلے اور خطرناک اژدہاؤں کے گلے کیلئے زیور کا کام دیتے تھے۔ اور انکی چھڑی کا کام بڑھ کے درخت کے تنہ سے لیا جاتا تھا بعض ان رشیوں میں سے ایسے ہیں جو چاند کی اولاد اپنے آپ کو بتلاتے ہیں۔ اور بعض اپنا نسب نامہ سورج تک پہنچاتے ہیں پھر بعض ایسے ہیں جو سیدھا آسمان سے اُترے اور خدا کی اولاد خیال کئے جاتے ہیں۔ اور بعض ایسے بھی ہیں جو نصف زمینی ہیں اور نصف آسمانی۔ گویا انہیں نصف حصہ خدائی دے کر رضامند کیا جاتا ہے۔ اسی طرح آؤ انجیل کو بھی دیکھیں۔ وہاں ایک طومار اس قسم کی باتوں کا نظر آتا ہے جو توہمات سے پُر ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے کہ اس نے (یسوع نے) ایک فالج زدہ سے کہا کہ اُٹھ اپنی چارپائی اُٹھا اور اپنے گھر چلا جا۔ چنانچہ وہ اُٹھ کر اپنے گھر چلا گیا۔ پھر اس نے (یسوع نے) لوگوں سے کہا کہ ہٹ جاؤ۔ کیونکہ یہ لڑکی مری نہیں بلکہ سوتی ہے۔ وہ اس پر ہنسنے لگے۔ مگر جب بھیڑ نکالدی گئی تو اس نے اندر جا کر اس کا ہاتھ پکڑا اور لڑکی اُٹھی + (متی باب ۹) +

ہماری نظر سے دیگر پیغمبروں کے حالات بھی گذرے ہیں۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ انہوں نے اس سے بھی بڑھ چڑھ کر معجزات دکھلائے ہیں۔ چنانچہ ۲ سلاطین باب ۴ کا ملاحظہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ الیسع نے ایک مُردہ لڑکے کو زندہ کیا۔ پھر حزقی ایل باب ۳۷ میں لکھا ہے کہ حزقی ایل نے اُس وادی میں جو ہڈیوں سے بھرپور تھی ایک بہت بڑا لشکر پیدا کیا۔ پھر سلاطین کی پہلی کتاب باب ۱۷ کے مطابق ایلیاہ کی دُعا سے مُردہ لڑکے کے بدن میں جان پھر آئی + پیدائش باب ۴۶ آیت ۴ ، ۳۰ میں لکھا ہے کہ جب یوسف نے یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں پر ہاتھ رکھا تو اُسکی آنکھوں میں بینائی آگئی۔ الیسع نے ایک مُٹھی بھر خوراک سے جو ایک پیپے میں تھی اور تھوڑے سے تیل سے جو ایک پیالہ میں تھا ایک خاندان کی سال بھر پرورش کی۔ الیسع کے حکم سے اس تھوڑے سے تیل سے ان تمام برتنوں کو بھر دیا گیا جو ہمسایوں سے عاریتاً لئے گئے تھے (دوسری کتاب سلاطین باب ۴ آیات ۲-۴) حضرت موسیٰ کے ہاتھ سے سمندر خشک ہوا اور پانی کے دو حصے ہو گئے (خروج باب ۱۴- آیت ۲۱) +

انبیاء ہی جنہیں حضور خاتم الانبیا علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی شامل ہیں ظہور میں آئے۔ اور معتبر احادیث میں کثرت سے ان معجزات کا تذکرہ ہے جو رسول اکرم صلعم سے ظاہر ہوئے لیکن قرآن مجید بڑے شد و مد سے ہمیں بتلاتا ہے کہ یہ معجزات بذاتہ کسی صداقت کے منوانے کے لئے کافی و شافی نہیں جیسا کہ میں نے اُوپر بیان کیا ہے +

اِن کتابوں کی فہرست میں جو الہامی مانی جاتی ہیں صرف ایک ہی کتاب ایسی دکھائی دیتی ہے جو معجزات اور توہمات کا جدا جدا فرق بتلاتی ہے۔ اسمیں صرف حقیقت کو ظاہر کیا گیا ہے اور ایسا ضابطہ قوانین ہمیں بتلایا گیا ہے جو کہ نہایت صاف و سادہ ہے اور سمجھ میں آسکتا ہے اور جس سے ہم اپنی زندگی کے تمام شعبوں میں مدد لے سکتے ہیں۔ اس کے معجزات ہمیشہ موجود ہیں وہ معجزات زندہ ہیں اور چلتے پھرتے ہیں اور ایسے ہی تازہ اور زبردست ہیں جیسے کہ وہ ابتدا میں تھے۔ اس کتاب میں پیغمبر کی تصویر کسی بُت یا خدا کی سی نہیں دکھلائی گئی جیسے کہ جناب مسیح اور جناب کرشن جی مہاراج کی۔ بلکہ وہ ایک نمونہ کے طرز پر پیش کی گئی ہے تاکہ انسان اسکی نقل کریں۔ یہ کتاب قرآن مجید ہے اور اس کا پیغمبر حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں حضور صلعم قانون قدرت کے خلاف چلنے والے نہ تھے لیکن آپؐ اس قانون سے استفادہ اُٹھا لیتے تھے۔ آپ نے انسانوں کیطرح زندگی بسر کی اور انسانوں ہی کی طرح آپ کا وصال ہوا۔ آپؐ خدا کے ایسے بیٹے نہ تھے کہ اگر خدا کے غضب سے کسی پر موت وارد ہوئی تو لڑکے نے محبت کی وجہ سے اپنے باپ کے احکام کو منسوخ کردیا۔ اور مُردہ میں جان ڈال دی۔ آپؐ میں اس قادر مطلق کے اس قسم کے فرمانبرداری البتہ تھی حضرت محمد صلعم معمولی انسانوں کی طرح پیدا ہوئے۔ اور انسانوں ہی کی طرح آپؐ کی وفات ہوئی +

قرآنی معجزات ایسے معمے نہیں جو سمجھ میں نہ آسکیں اور جو عقل کو جلا دینے کی بجائے اُسے کند اور پریشان کردیں۔ ان کا ظہور عین قوانین قدرت کے مطابق ہے۔ اور وہ ان قوانین کو واضح طور پر بتلاتے ہیں۔ اور ان کے مخالف نہیں جاتے۔ اور سب سے بڑا معجزہ قرآن شریف کا اسکی تعلیم ہے جس کی وجہ سے انسانی اخلاق میں تبدیلی معجزانہ رنگ میں نظر آتی ہے۔ قرآن مجید مجموعہ قوانین ہے یا بالفاظ دیگر مجموعہ معجزات حضور صلعم کی زندگی تمام باقاعدہ پائی جاتی ہے جسمیں ایسی باتیں تکمیل پا گئیں جو آپؐ سے پیشتر لکھوکھا سال میں تمام پیغمبر پورا نہ کرسکے +

انسان کا بھلا اسی میں ہے کہ وہ قدرت کے قوانین پر تدبر کرے۔ اور بیہودہ توہمات کو چھوڑ کر انہیں کو بڑا معجزہ خیال کرے۔ کیونکہ یہی ہر وقت اپنا کرشمہ دکھلا رہے ہیں۔ قرآن کریم کو کسی جگہ سے بھی کھولکر پڑھو تم اس میں حسب ذیل تصریح پاؤ گے +

ان فی خلق السموات والارض واختلاف الیل والنہار لایات لاولی الالباب الذین یذکرون اللہ قیاماً وقعوداً وعلیٰ جنوبھم ویتفکرون فی خلق السموات والارض ربنا ما خلقت ھذا باطلا۔ آسمان و زمین کی بناوٹ اور رات و دن کی ردوبدل میں عقلمندوں (کے سمجھنے) کیلئے (قدرت خدا کی بہتیری) نشانیاں (موجود) ہیں جو کھڑے اور بیٹھے اور پڑے خدا کو یاد کرتے ہیں۔ اور آسمان اور زمین کی ساخت میں غور کرتے ہیں (اور بے اختیار بول اٹھتے ہیں) کہ اے ہمارے پروردگار تو نے اس (کارخانہ عالم) کو بیفائدہ (تو) نہیں بنایا۔ قدرت کے معجزہ عظیم کی تعریف میں بیشمار آیات موجود ہیں۔ اس کے نظارے بار بار ظہور میں آتے رہتے ہیں۔ اور مشاہدہ کرنیوالے کے دل پر صداقت کا گہرا نقش جما دیتے ہیں۔ اختصاراً ہمنے یہاں مفصلہ بالا آیات پر ہی اکتفا کیا ہے +

ایک اور زبردست معجزہ جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ قرآن کو تمام حملوں سے جو اسے ضائع کرنے کیلئے کئے جاویں۔ اور ہر ایک قسم کی تحریفات وغیرہ سے اُسے خود بچائیگا۔ یہ ایک نہایت ہی عجیب اور زبردست پیشگوئی ہے۔ جو کہ اب بھی اور آئندہ بھی کلام پاک کی سچائی کی ایک بین دلیل ہے چنانچہ قرآن کریم میں لکھا ہے کہ:-

ان نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون۔ بیشک ہم ہی نے قرآن اُتارا ہے اور بیشک ہم ہی اس کے نگہبان بھی ہیں۔ سر ولیم میور کو بھی جو کہ ایک مخالف مصنف ہے ماننا پڑا ہے کہ تمام دنیا میں کوئی ایسی کتاب پائی نہیں جاتی جس کی اصل عبارت میں بارہ سو سال کے عرصہ میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہ ہوا ہو اور حقیقت میں یہی ایک بڑا بھاری معجزہ ہے +

ایک اور معجزہ قرآن کا یہ ہے کہ اس نے منکرین کو اور ان لوگوں کو جو قرآن کو رسول اکرم صلعم کی بنائی کتاب سمجھتے تھے۔ پکار پکار کر کہا۔ کہ ام یقولون افتراہ ط قل فاتوا بسورۃ مثلہ وادعوا من استطعتم من دون اللہ ان کنتم صٰدقین۔ ترجمہ کہتے ہیں کہ اسکو خود پیغمبر نے

بنالیا تو (اے پیغمبر تم ان سے) کہو کہ اگر تم (اپنے دعوے میں) سچے ہو (اور جیسا تم کہتے ہو میں اس کے بنا لینے پر قادر ہوں) تو (تم بھی اہل زبان ہو) ایسی ہی ایک سورہ تم بھی بنا لاؤ اور خدا کے سواء (جس جسکو تم سے (بلانے) بن پڑے (اپنی مدد کے لئے) بلالو اگر تم سچے ہو۔

یہ دعویٰ صرف اسقدر ہی ثابت نہیں کرتا کہ قرآن مجید عربی علم ادب کے لحاظ سے ایک بے نظیر کتاب ہے اور اس کا سا طرز کلام اور فصاحت کسی اور کتاب میں نہیں ملتی۔ بلکہ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن نے جو انقلاب پیدا کیا وہ دنیا کی تاریخ میں بینظیر ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر حضرت محمد صلعم سب نبیوں اور مذہبی پیشواؤں سے بڑھکر کامیاب ہوئے تھے (ملاحظہ ہو انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا گیارھویں اڈیشن زیر مضمون۔ قرآن) تو اسکی وجہ صرف قرآن شریف ہی تھا۔ اس دعویٰ کی تردید آج تک کوئی نہیں کر سکا کیا یہ ایک ہمیشہ قائم رہنے والا ازلی معجزہ نہیں؟ اس کی تصدیق کے لئے ہمیں قصے کہانیوں کی کتابیں وغیرہ نہیں دیکھنی پڑتیں جنمیں تمام دنیا کے معجزے تو درج ہیں لیکن جنہیں پڑھکر اصلیت کا ہی پتہ نہیں چلتا + یہ معجزہ ایک روشن آفتاب کی طرح چمکتا ہے +

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اپنی زندگی ایک معجزہ ہے جس کی متعلق علیحدہ بحث کی ضرورت ہے اور امید ہے میں کسی آئندہ پرچہ میں آپ کی سوانح پر قلم اٹھاونگا +

اشاعت اسلام

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون

قرآن مجید نے جہاں اور گر مسلمانوں کی ترقی اور عروج کے بتائے ہیں وہاں سب سے بڑا کارہی حربہ اشاعت اسلام کو قرار دیا ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ آج ان قوموں کو بھی اس گر کی ضرورت محسوس ہوئی ہے جنھوں نے اس سے پہلے اپنے مذاہب کی اشاعت کی طرف کبھی توجہ نہیں کی۔ بلکہ دوسرے مذاہب کے لوگوں کو اپنے مذہب میں داخل کرنے کو گناہ سمجھا ہے مگر چونکہ قرآن مجید اس علیم و خبیر ہستی کا کلام ہے جو قوموں کے عروج و پستی کے رموز سے واقف ہے اسلئے اس نے سب سے مقدم اسبات کو رکھا کہ مسلمانوں میں اشاعت اسلام کیلئے ایک جماعت وقف ہو۔ آج ہمارے آریہ سماجی ہم وطن باوجود ان حدود و قیود کے جو انہیں اپنے مذہب کے اندر جکڑے ہوئے ہیں

اپنے مذہب کا پرچار کرنے میں مصروف نظر آتے ہیں۔ اور اپنی قومی ہستی کو قائم رکھنے کیلئے تبلیغ مذہب کے اصول کے سامنے انہوں نے بھی سر تسلیم خم کر دیا۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ دُنیا میں طاقتِ عددی بھی ایک بہت بڑی طاقت ہے لیکن جس اصول کو آج قومیں بڑے بڑے تجارب کے حاصل کر کے جانتی ہیں۔ اسی اعلیٰ اصول کو اسلام اور قرآن کریم مذہب کا ایک اہم اصول قرار دیتا ہے اور حکم دیتا ہے کہ مسلمانوں میں ہمیشہ ایک ایسی جماعت ہونی چاہئے جو اشاعت اسلام اور امر بالمعروف نہی عن المنکر میں مصروف رہے۔ اور اس کے ساتھ یہ بشارت بھی سُناتا ہے۔ کہ جب تک قوم اس نصیحت پر عمل پیرا رہیگی۔ اس وقت تک کامیاب و مظفر و منصور رہیگی +

چنانچہ تاریخ اس پر شاہد ناطق ہے کہ صحابہ کرام جب اشاعت اسلام کی آگ دلوں میں لیکر دُنیا میں نکلے تو انہوں نے دُنیا کے بادشاہوں اور شاہنشاہوں کی گردنوں کو اپنے سامنے جھکتے دیکھ لیا قیصر و کسریٰ کی کی سلطنتیں اپنی شان و شوکت میں کچھ کم نہ تھیں۔ اور حقیقت میں عرب کی حالت اس قوم کی تھی جس کا نقشہ فردوسی نے ان دو شعروں میں کھینچ دیا ہے + ؎

زشیرِ شتر خوردن و سوسمار | عرب را بجائے رسید است کار
کہ تختِ کیاں را کُند آرزو | تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو

لیکن کیا یہ ایک حقیقت نفس الامری نہیں ہے۔ کہ باوجود اس تہذیب و شائستگی کے جو عرب کو ترکہ میں ملی تھی باوجود اس بے سروسامانی کے جس کی تاریخ گواہ ہے! اہل عرب ایک دُنیا کے بادشاہ ہو گئے اور قلیل عرصہ کے اندر سپین سے لیکر ہندوستان تک دریائے اسلام موج مارنے لگا۔ اور جس کی موج کے سامنے جو آتا تھا چکنا چور ہو جاتا تھا اے حامیانِ دینِ مبین۔ اے دلیرانِ اسلام۔ اے شیرانِ خدا۔ اگر ترقی کرنا چاہتے ہو تو اب بھی پھر وہی رستہ تمہارے لئے کھلا ہے۔ اگر اس راہ مستقیم پر گامزن ہو جاؤ تو پھر وہی شان و شوکت وہی فتح و نصرت تمہارے آگے ہاتھ باندھے کھڑی ہو جائیگی +

رسالہ "اسلامک ریویو" بزبان انگریزی جس کا اردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام میں شائع ہوتا ہے اسلامی دُنیا میں معروف کرانے کا محتاج نہیں ہے۔ یہ وہی رسالہ ہے جس نے یورپ کے کفرستان میں آفتاب اسلام روشن کر کے مغربی قلوب سے شرک و الحاد و بادہ پرستی کی تاریکیوں کو کافور کر دیا ہے۔ اور دن بدن انکو اسلام کی لازوال کشش سے اپنی جانب کھینچ رہا ہے +

رسالہ "اسلامک ریویو" کی سالانہ قیمت صہ روپیہ ہے۔ اور غیر مسلم کیلئے للعہ روپیہ سالانہ ہے۔ اور اس کے اُردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام کی سالانہ قیمت سے روپیہ ہے۔ اور یہ دو تو رسالہ جات بپتہ مندرجہ چٹ منسلکہ سے دستیاب ہو سکتے ہیں۔ ان رسالوں کی خریداری سے نہ صرف مذہب اسلام سے گہری واقفیت حاصل کرنا ہی ہے بلکہ مسلم مشن ووکنگ انگلستان کی مالی امداد کرنے کا کفیل ہونا بھی ہے۔ لہٰذا ہم امید وار ہیں کہ آپ اپنے حلقۂ زیر اثر میں ہر دو رسالہ جات کی توسیع اشاعت کیلئے سعی بلیغ فرما کر عند اللہ ماجور ہونگے۔ والسلام

عبد الرحمٰن حامد شفیع نو مسلم صدر انجمن اسلام بغداد

اسلام میں مستورات کی حیثیت

از اسلامک ریویو ماہ دسمبر ۱۹۱۹ء

ایک نو مسلم انگریز کی قلم سے

یہ مشہور کیا جاتا ہے کہ جو رائے اسلام نے مستورات کے متعلق قائم کی ہے وہ مردوں کے نکتۂ خیال سے ہے لیکن عیسائیت کی بلکہ یوں کہئے کہ کلیسیا کی رائے اُن کے متعلق ویسی ہے جیسی کہ ایک عورت کے نکتۂ خیال سے ہونی چاہئے۔ اگر اس امر واقعہ کو بھی مدنظر رکھ لیا جائے۔ کہ اسلامی رائے تو ایک منصف مزاج اور دانا مرد کی قائم کردہ ہے اور کلیسیا کی رائے کو جب سے کہ عیسائیت کی حکومت مردوں کے ہاتھ میں ہے کبھی عملی جامہ نہیں پہنایا گیا۔ بلکہ اسے ایک مجموعۂ پریشان خیالی کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔ اور عملی رنگ میں وہ اکثر اصولوں کے خلاف ہے۔ تو ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ عورت کے بارے میں اسلام اور عیسائیت کا جو باہمی مقابلہ کیا گیا ہے۔ اسمیں بہت کچھ صلیت ہے۔ عیسائی چونکہ مستورات کو ایک اعلیٰ سے اعلیٰ خیالی درجہ دینے کے عادی ہیں وہ عورت کے اس درجہ یا اس کے اس حیثیت کو جو اسلام نے انسانی فطرت کے مطابق اس کے لئے مقرر کی ہے بہت کم خیال کرتے ہیں۔ اور اسلئے وہ کہتے ہیں کہ اسلام نے مستورات کی تمدنی اور اخلاقی حیثیت کو ضعف پہنچایا ہے لیکن اس قسم کی رائے زنی کرتے وقت وہ اسباب کا خیال نہیں رکھتے۔ کہ عیسائیت نے مستورات کے ایک حصہ کو تو اس حد تک پہنچا دیا ہے کہ مسلمان اُسے دیکھ کر کانپ اُٹھتے ہیں۔ اور اُن کا زیادہ تر حصہ ایسی

حالت میں ہے کہ وہ ان تمام فرائض کے ادا کرنے سے جن کا تقاضا فطرت کرتی ہے عملاً رد کی گئی ہیں۔ اور یہ امر اسلام کے نزدیک بے انصافی اور ظلم سے کم نہیں +

واقعات تاریخ تو ہمیں بتلاتے ہیں کہ حضرت محمد صلعم سے بڑھ کر دنیا میں کوئی بھی شخص مستورات کا ناصر وحامی پیدا نہیں ہوا۔ اگر اس ملک اور زمانہ کا جہیں کہ حضور صلعم پیدا ہوئے خیال کیا جائے۔ تو یہ امر زیادہ تر واضح اور [illegible] ہوتا ہے۔ ایک ذلیل ترین حالت سے آپ نے مستورات کو اس درجہ پر پہنچا جس سے آگے [illegible] پر ہی جا سکتی ہیں۔ آپ کے زمانہ کے عرب لوگ مستورات کو نہایت نفرت کی نگاہ سے دیکھتے [illegible]۔ اور عادتاً اُن سے بُرا سلوک کرتے اور انہیں دھوکہ دیتے تھے۔ لڑکیوں کا پیدا ہونا ان کے نزدیک ایک لعنت تھی۔ اور ان کے ہاں زائد از ضرورت لڑکیوں کو زندہ دفن کر دینے کا رواج تھا لیکن قرآن مجید نے حکماً اس رواج کو اور دیگر تمام ایسی رسومات قبیحہ کو روکا عورت کے لئے صاف طور پر ایک عزت کا مقام قائم کر دیا۔ اور مردوں کے لئے حکم دیا کہ وہ مستورات کے ساتھ مہربانی کا برتاؤ کریں اور اُن کی عزت کریں۔ رسول کریم صلعم فرماتے ہیں کہ:۔

(۱) مرد اور عورت توام ہیں۔

(۲) اگر عورت پانچ وقت نماز پڑھتی ہے اور تمام ماہ رمضان میں روزہ رکھتی ہے۔ اور اپنی عصمت کی حفاظت کرتی ہے اور اپنی خاوند کی تابعدار ہے تو اُسے کہہ دیا جائے کہ وہ جنت میں جس دروازہ میں سے ہو کر جانا چاہے جا سکتی ہے +

(۳) جنت ماں کے قدموں میں ہے +

(۴) عورت کے حقوق کی تعظیم کرو۔ اور اس بات کا خیال رکھو کہ اس کے حقوق قائم رہیں +

(۵) جو شخص معصوم لڑکیوں سے بھلائی کرتا ہے وہ دوزخ کی آگ سے بچایا جائیگا +

(۶) جو شخص دو معصوم لڑکیوں کی حفاظت کرے حتیٰ کہ وہ سن بلوغ کو پہنچ جائیں تو وہ قیامت کو میرے ساتھ اس طرح ہو گا۔ کہ جس طرح میری دو [illegible] ایک دوسرے کے ساتھ ملی ہوئی ہیں +

(۷) ہر ایک مسلم مرد و زن کیلئے لازمی ہے کہ وہ تعلیم حاصل کرے +

(۸) وہ چیز جو کہ قانوناً جائز ہے لیکن خدا کے نزدیک ناپسند ہے وہ طلاق ہے +

(۹) میں چاہتا ہوں کہ میں تمہیں بڑی سے بڑی نیکی بتلاؤں وہ یہ ہے کہ اگر تمہاری لڑکی کو طلاق ملجائے

اور تمہارے پاس آئے تو تم اس کے ساتھ نہایت نرمی کا سلوک کرو۔
(۱۰) جس شخص کی لڑکی ہو اور وہ اُسے زندہ دفن نہ کرے۔ اور نہ اُسے جھڑکے۔ اور اپنے دوسرے بچوں کے مقابلہ میں اس سے کم محبت نہ کرے تو خدا اُسے بہشت میں جگہ دیگا +

رسُول اکرم صلعم کی تمام تعلیم اور عمل خصوصاً مستورات کے بارے میں ظلم اور تشدد کی منافی ہے آپ کی نرمی اور حسن سلوک کی بیشمار مثالیں احادیث میں پائی جاتی ہیں۔ آپ نے اس عورت کا جرم بھی معاف کر دیا جس نے آپ کے لئے زہر آلود کھانا تیار کیا تھا۔ جس سے کہ حضور کا ایک ساتھی موت کا شکار ہوا اور آپ بھی زہر کے اثر سے بہت علیل ہوئے۔ آپ کے زمانہ میں آپ کے مخالفوں کا خیال تھا کہ آپ مستورات کے متعلق قوانین وضع کرنے میں انکی بیجا طرفداری فرماتے ہیں۔ یہی طرفداری جو کہ دراصل انصاف ہی انصاف ہے اور جس کی غرض محض ایک نہایت ہی ضروری اصلاح تھی۔ ایک الزام کی صورت میں پیش کی گئی جو کہ اس وقت تک بھی ہمارے غیر مسلم مخالفوں کے دماغوں میں سمایا ہوا ہے۔ رسُول اکرم صلعم شہوات نفسانی کے (نعوذ باللہ) دلدادہ نہ تھے۔ جیسا کہ عیسائیت نے بہت مُدت تک آپ کے متعلق ظاہر کیا۔ آپ نے تو اپنے شباب کے چوبیس سال ایک ہی بیوی کے ساتھ گذارے یعنے حضرت خدیجہ رضؓ کے ساتھ جن سے آپ کو بہت محبت تھی۔ اگرچہ وہ آپ سے عمر میں بڑی تھیں۔ ان کی وفات کے بعد بھی آپ ہمیشہ انہیں یاد فرماتے رہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضؓ نے جو کہ آپ کی ایک سچے دوست کی بیٹی تھیں اور جن سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد نکاح کیا جب ایکدفعہ آپ سے کہا کہ حضرت خدیجہ ایک بڑھیا عورت تھیں خدا نے آپ کو اُن کی جگہ ایک بہتر عورت دیدی ہے۔ تو آپ نے خدا کی قسم کھا کر فرمایا۔ کہ نہیں خدا نے مجھے اس سے بہتر بیوی نہیں دی۔ اور فرمایا۔ کہ حضرت خدیجہ مجھ پر اس وقت ایمان لائیں جبکہ تمام دُنیا نے میرے دعویٰ کو رد کیا۔ اور جب تمام لوگ میری مخالفت پر کمربستہ تھے تو اُنہوں نے مجھے اپنا تمام مال و متاع خرچ کرنے کے لئے دیدیا۔ اور وہ مجھ پر نہایت ہی مہربان تھیں اور میرے ساتھ ازحد فیاضی سے سلوک اُن کا تھا۔ حضرت عائشہؓ آپ کے اس پرزور جواب اور لہجہ سے ڈر گئیں اور کہا۔ کہ آئندہ میں حضرت خدیجہ کا نام بغیر عزت کے نہ لُونگی +

حضور صلعم نے بعد میں جو نکاح کیئے ان سے آپ کی ہمدردی فیاضی اور مصلحت ظاہر ہوتی ہے جس کسی عورت سے بجز حضرت عائشہؓ کے آپ نے نکاح فرمایا۔ وہ بیوہ ہی تھی اور کسی نہ کسی رنگ میں

محتاج امداد بھی +

عیسائیوں میں ایک اور خیال بھی پھیلا ہوا ہے۔ جو کہ بالکل بے بنیاد ہے وہ کہتے ہیں کہ اسلام کے رو سے عورت میں روح نہیں وہ غیر ذی روح ہے لیکن قرآن کریم تو صاف صاف اس بارے میں کہتا ہے کہ ومن عمل صالحاً من ذكر او انثى وهو مومن فاولئك يدخلون الجنة يرزقون فيها بغير حساب (پارہ ۲۴۔ رکوع ۱۰) ترجمہ۔ اور جو نیک کام کرتا ہے مرد ہو یا عورت مگر ہو ایماندار تو یہ لوگ بہشت میں داخل ہوں گے۔ اور وہاں ان کو بے حساب روزی ملیگی +

اور پھر ایک دوسری جگہ قرآن مجید میں لکھا ہے کہ ان المسلمين والمسلمت والمومنين والمومنت والقانتين والقنتت والصدقين والصدقت والصبرين والصبرت والخشعين والخشعات والمتصدقين والمتصدقت والصائمين والصئمت والحفظين فروجهم والحفظت والذاكرين الله كثيراً والذاكرات اعد الله لهم مغفرة واجراً عظيماً (پارہ ۲۳۔ رکوع ۲) ترجمہ۔ بیشک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں اور فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں اور راستگو مرد اور راستگو عورتیں اور صبر کرنیوالے مرد اور صبر کرنیوالی عورتیں اور خاکساری کرنیوالے مرد اور خاکساری کرنے والی عورتیں اور خیرات کرنیوالے مرد اور خیرات کرنیوالی عورتیں۔ اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں۔ اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرنیوالے مرد اور حفاظت کرنیوالی عورتیں اور کثرت سے خدا کو یاد کرنیوالے مرد اور یاد کرنیوالی عورتیں ان سب کے لئے اللہ نے ان کے کیئے کا صلہ یعنے گناہوں کی معافی تیار کر رکھی ہے۔ اور معافی کے علاوہ بڑے بڑے اجر +

اگر کوئی شخص تھوڑی سی تحقیقات کرنے کی تکلیف اٹھائے تو اسے صاف معلوم ہو جائیگا کہ روحانی حلقہ میں اسلام نے مرد اور عورت کیلئے یکساں درجہ رکھا ہے۔ اور دنیاوی کاروبار میں جو تھوڑی سی بھی تمیز یا تفریق نظر آتی ہے اس کے لئے خاص وجوہ ہیں۔ اس سے تو کوئی بھی انکار نہیں کرسکتا کہ عورت بمقابلہ مرد کے جسمانی طور پر کمزور ہے۔ اور جس سوسائٹی میں مرد زبردست ہیں۔ وہاں انہیں مردوں سے کسی قدر علیحدہ رکھنے اور سخت قوانین ان کی حفاظت کے لئے بنانے کی ضرورت ہے۔ اس معاملہ میں اور دیگر معاملات میں بھی قوانین اسلام جیسا کہ بعض کا خیال ہے

مُردہ و بیجان نہیں بلکہ ان میں زور ہی لیکن وہ سخت ہی نہیں۔ اور ہر ایک قوم اور ہر زمانہ کی ضرورت کے مطابق ان سے کام لیا جاسکتا ہی۔ اسلامی قانون انسان کی ترقی کا مانع نہیں بلکہ یہ ایک رہنما کا کام دیتا ہی جس کے ذریعہ سے اس راہ کا پتہ چلتا ہے جو کامیابی اور ترقی کی طرف لیجاتا ہے +

قرآن شریف میں صریح طور پر عورت کے متعلق لکھا ہی۔ کہ مردوں کیلئے ضروری ہی کہ وہ مستورات پر مہربانی اور رحم کریں۔ اور اپنا ایک مذہبی فرض خیال کر کے ان کے حقوق کے حاصل کرنے میں انہیں مدد دیں حضرت محمد صلعم کے زمانہ مبارک سے لیکر اس وقت تک جائداد اور دیگر نہایت ضروری امور میں مستورات کے حقوق قانون کی نظر میں مردوں کے برابر رہے ہیں۔ اُن کے پردہ اور مقابلۃً تنہائی کی وجہ سے دھوکہ کھا کر اس امر کا خیال نہیں کیا جاتا۔ کہ مسلمان عورتیں قانونی نکتہ نگاہ سے بمقابلہ خواتین انگلستان کے زیادہ آزاد ہیں۔ کیونکہ انہیں جائداد کی ملکیت کی نسبت پُورے حقوق حاصل ہیں۔ میں یہاں مختصر طور پر ان خیالات کا اظہار کرتا ہوں جو مسلمانوں اور عیسائیوں کا شادی کے متعلق ہی تاکہ دونوں مذاہب کی مستورات میں جو فرق ہے وہ نمایاں طور پر معلوم ہو جائے +

اسلام نکاح کو ایک قسم کا دیوانی معاہدہ قرار دیتا ہی جو دو فریق کے درمیان اس غرض کیلئے ہوتا ہے کہ فریقین خاص خاص فرائض ایکدوسرے کے ادا کریں۔ اور اگر ان فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی ہو تو فریقین میں سے کسی ایک کی عُذر خواہی پر فسخ ہو سکتا ہی۔ جس طرح اسلام میں تمام معاہدات جنہیں معاملات زر بھی داخل ہیں قابل تکریم خیال کئے جاتے ہیں معاہدہ نکاح بھی اِسی طرح قابل عزت ہی اُسے متبرک خیال کیا جاتا ہے۔ لیکن اس نظر سے اسے نہیں دیکھا جاتا۔ جس نظر سے کہ کسی مذہبی رسم و فرض کو اس معاہدہ کی تکریم اور تقدیس فریقین کے اپنے چلن اور باہمی الفت و محبت پر منحصر ہی نہ کہ اس رسم و رواج کی وجہ سے پیدا ہوتی ہی جو نکاح کے وقت ادا کی جاتی ہی لیکن باوجود اس کے ہر ایک مسلمان اُسے متبرک ہی خیال کرتا ہے۔ اس معاہدہ سے عورت کی وجاہت میں قانون اور سوسائٹی کی نظر میں کوئی فرق نہیں آتا۔ وہ اور اُس کا خاوند اصولاً اور عملاً مختلف در افراد گنے جاتے ہیں۔ اگر وہ صاحب ثروت ہیں تو عورت کی جائداد علیحدہ ہوتی ہی اس کے انتظام کے لئے اُسے اور اپنے خاوند کی صلاح و مشورہ کی ضرورت

نہیں ہوتی۔ اس نکاح سے جو بچے پیدا ہوں وہ اُن کے درمیان ایک رشتہ ورابطہ کا کام دیتے ہیں اوران بچوں پر والدین میں سے ہر ایک کے حقوق کے متعلق ضابطے اور قوانین ہیں۔ اور اُسے تمام تسلیم کرتے ہیں۔ اگر اس معاملہ پر غور کی جائے تو معلوم ہو جائیگا کہ مستورات کی جان اس کے مال اور نام اور اُس کے حقوق کی۔ اگر اس طرح حفاظت ہو اور اسکی اپنی سوسائٹی میں ایک یا ایک سے زیادہ بیویاں کرنے کا رواج بھی ہو تو پھر اُسے اس رواج سے بہت تکلیف نہیں ہو سکتی۔ بعض اسلامی ممالک میں مثلاً شام میں کثیر الازدواجی کا بہت رواج ہے لیکن دوسرے ممالک میں جیسکہ روم وغیرہ اس کا نشان بہت کم ملتا ہے لیکن ہر دو حالتوں میں عورت کی حیثیت یکساں ہے۔ اور اسمیں کوئی فرق نہیں آتا۔ کیونکہ اسکی ہستی اپنے خاوند سے جدا مانی گئی ہے +

اب ذرہ عیسائیت کا حال بھی دیکھیں جسمیں کہ بہت کچھ ترمیم وغیرہ بھی ہوئی ہے۔ باب پیدائش میں لکھا جسے کہ جناب یسوع مسیح کی طرف منسوب کیا جاتا ہے لکھا ہے کہ :-

اِس باعث آدمی اپنے باپ اور ماں کو چھوڑ دیگا۔ اور اپنی بیوی کے ساتھ ملیگا وہ جوڑا گویا ایک جسم ہو جائیں گے +

اس آیت کو ایک ہی بیوی کرنے کا تاکیدی حکم خیال کیا گیا ہے۔ اور معاہدہ نکاح کو ایک دیوانی یا تمدنی معاہدہ خیال کرنا ایک گناہ خیال کیا جاتا ہے۔ اس سے نہ صرف دو جسموں کو اور ان کے حقوق کو بحیثیت شہری ہونے کے مکمل طور پر ایک ہی خیال کرنا مد نظر ہے بلکہ روحانی طور پر بھی انہیں ایک ہی خیال کیا گیا ہے +

فقط ایک رسم ہی سے دو روحوں کا ایک ہو جانا نہایت ہی تعجب انگیز بات ہے۔ ہر ایک مرد اور عورت کی رُوح تو پیدائش سے لیکر مرنے تک الگ الگ ہے۔ اگر رُوح کسی سے ملکر ایک ہو سکتی ہے تو وہ صرف اس کے خالق کی ذات ہے جس نے کہ تمام مخلوق پیدا کی اور جس کی طرف ہم سب واپس جائیں گے۔ ایک رُوح دوسرے رُوح کے ساتھ صرف عبادت اور خداوند تعالیٰ کی اطاعت ہی سے ملسکتی ہے +

عیسائیت میں خاوند اور بیوی کے رُوحوں کا باہمی تعلق اکثر دیکھنے میں آتا ہے لیکن اس کثرت سے نہیں جیسکہ اسلام میں جہاں طرز اور طریقہ بالکل مختلف ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ جنہوں نے نکاح کو ہمیشہ متبرک خیال نہیں کیا اور جس کے نزدیک اس قسم کا معاہدہ قابل فسخ ہے۔ انہیں سے کتنے لوگ ہیں جن کی زندگی

تباہ و تلخ ہو گئی ہے۔ اور ان میں سے کتنے ہیں جنہوں نے بلا ضرورت گناہ کئے ہیں۔ اس موقع پر تصویر کے دوسرے پہلو پر بھی نظر ڈالنی چاہئے جو کہ بہت ہی تاریک ہے اس کا ذکر تو میں یہاں کئے دیتا ہوں گو میں اس پر بحث نہیں کرتا۔ میری غرض اس زناکاری سے ہے۔ جو مہذب عیسائی ممالک میں پھیلی ہوئی ہے +

میں یہ بھی کہے دیتا ہوں کہ اسلامی ممالک میں بعض بعض امور کے لحاظ سے عورتیں ایسی خوش نہیں جیسی کہ انگلستان کی مستورات ہیں لیکن اس کا تعلق مذہب اسلام سے کچھ بھی نہیں۔ جہاں تک کہ کمی تعلیم یا اصول حفظان صحت کی ناواقفیت کا دخل ہے۔ اس حد تک اسلام اس کا ذمہ وار نہیں اور اگر اس کا باعث کسی ملک کی بدامنی یا بدنظمی ہے جیسا کہ مشرقی ممالک میں مستورات کی مقابلتہ علیحدگی تو اس قسم کی باتیں ایسی حالات میں دیگر مذاہب نے بھی جائز قرار دی ہیں۔ اس جگہ میں مستورات کے پردہ کے متعلق بھی کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ لوگوں کا خیال ہے کہ مسلمان مستورات کو ان کے خاوند قید میں رکھتے ہیں۔ یہ بالکل از سرتا پا تو غلط ہے۔ مستورات ایسی ہی آزادی سے پھرتی اور ملاقاتیں کرتی ہیں جیسے کہ تم لوگ (اہل انگلستان) لیکن گلی کوچوں میں وہ نقاب اوڑھ لیتی ہیں مگر ان کی ملاقات دیگر مستورات سے ہوتی ہے نہ کہ مردوں سے +

مجھے ترکی عورتوں کے ایک بڑے حلقہ سے خاصہ تعارف حاصل کرنے کی عزت ملی ہے انہیں کسی خوش کن، انحصات کے پیدا ہونے پر اجازت دی گئی کہ وہ مجھے اپنا بھائی تصور کریں ایسے ہی کہ مرد بھی تصور کرتے تھے۔ ہمارے گہرے مخلصانہ تعلقات بہت مدت تک رہے۔ اور جو کچھ میں کہہ اب بیان کرتا ہوں گویا اپنے علم و تجربہ کی بنا پر کرتا ہوں +

مسلمان عورتیں نامحرم مردوں سے پردہ کرتی ہیں۔ اور علیحدہ اپنے گھروں میں رہتی ہیں تمام جہان کی عورتیں ان سے مل سکتی ہیں۔ اور جب وہ بازار میں نقاب یا برقعہ اوڑھے چلتی ہیں تو وہ جہاں ان کا جی چاہے جا سکتی ہیں۔ اور کوئی شخص اس کے ساتھ مزاحمت نہیں کر سکتا یا کسی قسم کا ہتک آمیز کلمہ منہ سے نہیں نکال سکتا۔ گویا کہ وہ کسی کو دکھائی ہی نہیں دیتی۔ اور اگر کوئی اسکی طرف انگلی بھی اُٹھائی تو اس شہر کے تمام مرد اسکی حمایت میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ تمام شہروں میں گندہ ناتراش لوگ تو ہوتے ہی ہیں لیکن یہاں میں مستورات منہ پر نقاب ڈالتیں صرف سر کے بال اور گردن کا پچھلا حصہ چھپاتی ہیں لیکن امن اور حسن انتظام میں ترقی کے ساتھ شہروں میں

بھی نقاب ڈالنے کا رواج اغلب اُٹھ جائیگا +

لوگوں کا خیال ہے کہ بیچاری مشرقی عورتوں کی زندگی بڑی بدمزگی سی گذرتی ہوگی لیکن مجھے کبھی بھی کسی ایسی ترکی عورت سے ملنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ جو زندگی سے بیزار ہو۔ البتہ میں نے انگلستان میں ایسی عورتیں دیکھی ہیں جو بازاروں میں سودا سلف خریدنے ۔ ناچ گھر جانے سیر تماشا دیکھنے دفتر میں کام کرنے اور تمام ایسی باتوں سے بیزار ہیں۔ زندگی کی خوشی اور مزہ صرف اسی میں نہیں کہ انسان تمام جہان کی باتوں میں سرسری طور پر دلچسپی رکھے بلکہ لطف زندگی یہی ہے کہ اپنے گرد و نواح کی چیزوں اور واقعات کو بڑی گہری نظر سے دیکھے اور سچے جوش کے ساتھ ان میں دلچسپی لے ۔ اگر خوشی و راحت یہی ہے کہ انسان اپنے دوستوں اور رشتہ داروں سے مارا مارا ملاقاتیں کرتا پھرے یا ایسے دوستوں کی طرف خطوط لکھتا ہے جن سے کہ اتفاقیہ ملاقات ہوگئی ہو یا ہر روز ناچ گھروں اور تماشا گاہوں میں جائے یا عمدہ اور فاخرہ لباس پہن کر عام مجمع میں جاوے تو مسلمان مستورات کی زندگی البتہ نہایت ہی بے لطف ہے ۔ یہاں بہت سے انگریز ایسے دکھائی دیتے ہیں جو ایک منٹ کیلئے بھی بیکار یا تنہا بیٹھنے اور سوچنے سے ڈرتے ہیں۔ لیکن وہ مسلمان عورتیں جنہیں میں جانتا ہوں ہمیشہ کسی نہ کسی معاملہ پر غور کرتی رہتی تھیں۔ اور وہ نہایت آزادی سے اپنی رائے کا اظہار کرتی تھیں ۔ مجھ سے بڑی متانت اور آزاد خیالی کے ساتھ ایسے مضامین پر بحث کرتی تھیں ۔ جن کو سنکر انگلستان کی مستورات کانپ اُٹھیں۔ وہ زندگی اور موت اور دیگر تمام واقعات پر جو ظہور پذیر ہوتے ہیں نہایت عمدگی کے ساتھ رائے دیتی تھیں ۔ اور عادتاً وہ ایسے مضامین پر بحث کرتی تھیں جو ہماری روزمرہ معمولی گفتگو سے بہت ہی اعلیٰ پایہ کے نظر آتے تھے ۔ وہ اپنے جسم پر تو نقاب اوڑھتی ہیں لیکن اپنے خیالات کو کھلا رکھتی ہیں جیسا کہ انگریزی عورتوں کو کرنا سکھایا جاتا ہے انکی دلیری ان کے اعتقاد اور انکے جوش کے مقابلہ میں یوروپین بالکل ہیچ ہیں میری بیوی کی واقفیت وہاں مجھ سے بہت زیادہ تھی اور اسکی بھی یہی رائے ہے ۔ ممکن ہے کہ مستورات کے حالات کا باہمی مقابلہ کرنے سے بعض کی زندگی خوشی سے پُر نظر نہ آئے لیکن جہانتک میرا علم ہے وہ نہایت عزت و آرام سے عمر بسر کرتی ہیں ۔ البتہ وحشیانہ پن کی زندگی سے وہ بالکل نامحرم ہیں +

بعض اوقات مجھے اس بات سے نہایت مایوسی ہوتی ہے جبکہ میں دیکھتا ہوں کہ اہل انگلستان

نے جو کہ مدت سے ایک بڑی بھاری مشرقی سلطنت پر حکمرانی کر رہے ہیں اس وقت تک بھی مشرقی باتوں کی قدر صحیح طور پر نہیں پہچانی ۔ اور انہیں اچھی طرح نہیں سمجھا ۔ اور اہل مشرق کے ساتھ انہیں چنداں اُنس بھی نہیں ۔ حالانکہ وہ لوگ اس قابل ہیں کہ ان سے محبت کیجائے ۔ ان کی نسبت اس طرز سے گفتگو کیجاتی ہے کہ گویا وہ یورپین سے کم درجہ رکھتے ہیں ۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ کسی طرح بھی ادنےٰ درجہ نہیں رکھتے ۔ البتہ بعض باتوں میں ان کا طریق مختلف واقعہ ہؤا ہے ۔ اور جب تک کہ ہم اُن کے ادنےٰ ہونے کا خیال دل سے نہ نکالیں گے ۔ اس وقت تک ہمیں وہ عجیب فرق بھی جو ان میں اور ہم میں ہے معلوم نہیں ہو سکتا ۔ اور جب تک مساوات قائم نہ ہولے تب تک ایک دوسرے کو بخوبی سمجھنا مشکل ہے اور باہمی محبت بھی پیدا نہیں ہو سکتی +

لفظ حرم کو سُنکر ہرگز یہ خیال تمہارے دل میں پیدا نہ ہونا چاہئے جیسا کہ بعض کہتے ہیں کہ اس سے بیجا تشدد وغیرہ ہوتا ہے ۔ اس لفظ کے معنے ہی عورت کے لئے بہت بڑی عزت کے ہیں ۔ اور جس قسم کی زندگی اس کے اندر گذاری جاتی ہے وہ نہایت پاکیزہ ہے لیکن افسوس تو یہ ہے کہ لوگ ان تمام معاملات سے بالکل بیخبر ہیں ۔ جب کبھی میں اخباروں میں پڑھتا ہوں کہ آرمینیا والوں پر بہت ظلم ہؤا ۔ اور ترک ان کی مستورات کو حرم میں لے گئے جس کے معنے یہ کئے جاتے ہیں کہ ان کی بیحرمتی کی گئی تو مجھے اس وقت ہنسی آتی ہے اور ساتھ ہی رنج ہوتا ہے کہ یہ لوگ کس طرح اپنی ناواقفیت کی وجہ سے ایسی باتوں پر جلدی اعتماد کر لیتے ہیں جس قسم کے حرم کی تصویر الف لیلہ میں کھینچی گئی ہے وہ ہمیں تمام اسلامی ممالک میں کہیں نظر نہیں آتی ۔ اگر اب بھی تحقیقات کیجائے تو کسی جگہ بھی اس قسم کا حرم سُنائی نہ دیگا ۔ ان تمام رپوٹوں کا جن سے انگریزوں میں خطرہ پیدا ہو جاتا ہے اصل میں صرف یہ مطلب ہے کہ آرمینیا کی مستورات ایسے ترکی گھروں میں داخل ہوتی ہیں جہاں کہ مرد اجازت کے بغیر داخل نہیں ہو سکتا ۔ اور جہاں ہر طرح عورت کا احترام ہوتا ہے اور جہاں کہ فیاضی اور مہمانداری ہمیشہ علی پیمانہ کی نظر آتی ہے ۔ یہ عورتیں وہاں جا کر گویا کسی مقدس جگہ میں داخل ہو جاتی ہیں +

حرم کے معنے ہی مقدس مقام کے ہیں ہر ایک سمجھدار مسلمان عورت زندگی و موت کی

تمام باتوں کے متعلق فیصلہ کرنے میں گویا ایک امام سمجھی جاتی ہے۔ اور خود بھی وہ اپنے اس منصب کو جانتی ہے +

یہ خیال بھی دل سے نکال دینا چاہیئے کہ مسلمان عورتوں کو حقارت سے دیکھا جاتا ہے مجھے اب تک یاد ہے کہ میں ایک دفعہ سخت متعجب ہؤا جبکہ میں نے تیس معززوں کو جن کی عمر پچیس اور ساٹھ کے درمیان تھی دیکھا کہ انہوں نے باری باری جاکر ایک بہت بوڑھی عورت کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ اور پھر سب نے بیٹھ کر اس بڑھیا کی سیدھی سادی باتوں کو اس طرح سُناکہ گویا وہ خدا کی طرف سے آرہی تھیں۔ اور پھر میرے ان دوستوں میں سے ایک نے مُسکراتے ہُوئے نہایت فخر سے مجھے کہا (اور یہ نظارہ مجھے کبھی بھی نہ بھولیگا) کہ یہی مائی صاحبہ عائشہ ہیں جو کہ میری دادی ہیں۔ بڑھیا مذکور نے میری موجودگی کی وجہ سے نقاب اوڑھا ہوا تھا +

میرے عزیز سامعینو! میں اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ مجھے ان لوگوں سے محبت ہے کیونکہ میں انہیں میں کا ہو گیا ہوں۔ چونکہ یہ محبت جو مجھے ان سے ہے میرے اپنے علم اور تجربہ کا نتیجہ ہے جو کہ کسی دوسرے انگریز کو شاید ہی نصیب ہؤا ہو۔ اسلئے مجھے اس قسم کا لیکچر دے کر معافی مانگنے کی حاجت نہیں خصوصًا ایسے زمانہ میں جبکہ دُنیاوی نکتہ خیال سے اُن کے برخلاف نفرت پھیلانا میرے لئے زیادہ فائدہ بخش ثابت ہوتا اور میرے لئے کامیابی کی راہیں کھول دیتا +

کُتب الہامی کی نسبت چند ایک خیالات

از قلم عالیجناب لارڈ ہیڈلے صاحب (الفاروق)

اِس طرز کے عیسائی بکثرت پائے جاتے ہیں جو انجیل اور توریت کے ہر ایک لفظ کی صداقت پر ایمان رکھتے ہیں۔ ان سے بڑھ کر تعداد میں ایسے لوگ بھی ہیں جنہیں تورات (پُرانا عہد نامہ) کے زیادہ تر حصہ پر شُبہ ہے لیکن دل میں انجیل (عہد نامۂ جدید) پر اعتقاد رکھتے ہیں یعنے متی کے پہلے باب سے لے کر کتاب مکاشفہ کے اخیر تک سب پر ایمان رکھتے ہیں۔ ایک اور فرقہ بھی ہے

اور سمیں زیادہ تر وہ ہیں جو مذہبی رنگ میں رنگے ہوئے ہیں۔ جو ان ہر دو مقدس کتابوں کو یا انکے بعض بعض حصوں کو اُسی حد تک مانتے ہیں جہانتک وہ ان کے اپنے خیالات کے مطابق ہیں۔ ان لوگوں میں سے جو انجیل کی صداقت پر شبہ کرنے کے خیال ہی سے کانپ اُٹھتے ہیں بعض ایسے بھی ہیں جو یُونس اور مچھلی کے معجزہ یا پانی پر چلنے کے معجزہ وغیرہ کو ماننے کے لئے تیار نہیں۔ اور ان میں پھر ایسے بھی دیکھے جاتے ہیں جو تثلیث اور کفارہ کو نہیں مانتے۔ اس قسم کے مذہبی فرقوں کا پیدا ہونا جو اصولاً ایکدوسرے کے خلاف ہیں یا محض اس وجہ سے ہے کہ الہامی کتب کے ایک ہی ترجمہ کے مختلف معنے اور تشریحات کی بنا پر رسُومات کی تعلیم کا رواج دیا گیا ہے۔ تمام مذاہب کی عمارت۔ روایات مقدس صحیفوں اور انسان کی اپنی ضمیر یا وجدان پر جو سچ اور جھوٹھ میں فرق کرتی ہے قائم ہے ہر ایک زمانہ میں مذہب پر اس رائے کا بہت اثر ہوتا ہے جو عام طور پر روایت کنندوں کے متعلق لوگ رکھتے ہیں نیز اس وقعت و عزت کی نگاہ کا بھی بہت کچھ عمل دخل ہوتا ہے جس سے الہامات و مکاشفات کو دیکھا جاتا ہے +

میں امید کرتا ہوں کہ مجھے مذہبی جھگڑوں کو اُٹھانیوالا خیال نہ کیا جائیگا۔ اگر میں یہ کہوں کہ کوئی مذہب بھی کارآمد اور مفید نہیں جسمیں فیاضی وخیرات کی تعلیم نہیں۔ خواہ اُس مذہب کی تعلیم کے کیسے ہی معنے بتلائے جائیں۔ مقولہ ہے کہ مذہب بغیر خیرات کے نکما ہے یہ صحیح ہے کیونکہ فیاضی اور رواداری ایکدوسرے سے بہت مشابہت رکھتے ہیں ایک صحیح معنوں میں مخیر آدمی کو ان کے ساتھ بھی سلوک کرنا پڑتا ہے۔ جن کے خیالات خواہ وہ مذہبی ہی کیوں نہ ہوں۔ اس کے اپنے خیالات سے بالکل مختلف ہوتے ہیں۔ اور اُس کے دل میں دوسرے لوگوں کے اعتقادات کو نفرت سے دیکھنے کا خیال پیدا نہیں ہوتا محض اسلئے کہ اُن کا نکتہ نگاہ جُدا ہے یہاں میں اس قسم کی نام نہاد بردباری کی طرف اشارہ نہیں کرتا جو دھوکہ فریب اور ظالمانہ کارروائیوں پر پردہ ڈال دیتی ہے۔ یا میری مراد اس احمقانہ نرم دلی سے نہیں جس سے لاکسی تمیز کے قاتلوں اور ظالم بدمعاشوں کو معافی ملتی ہے میرا مقصد اس ضروری اور حقیقی بردباری سے ہے جو اس بات کو روا رکھتی ہے کہ نجات ان تمام نیک لوگوں کے لئے بھی ممکنات سے ہے

جن کا ایمان خدا پر ہو اور جو اپنے ہمسائیوں کے ساتھ نیک سلوک کر کے اپنا فرض ادا کرتے ہیں +

کسی وقت ان انسانوں کو دار پر کھینچنے کی سخت ظالمانہ سزا اسلئے دیجاتی تھی کہ وہ بھیڑ بکریاں چراتے تھے - اس سزا کے جواز کے لئے ایک وجہ بھی رکھی ہوئی تھی یعنے یہ کہ اس قسم کا فعل خدائی اور انسانی قوانین کے خلاف ہے - لیکن یہ سمجھ نہیں آتا - کہ ان لوگوں کے دل میں کیا تھا جو محض مذہبی عقائد کے اختلاف پر دوسروں کو زندہ جلاتے یا نہایت ہی بے رحمی سے انہیں تکلیف دیتے تھے حالانکہ ان سے کوئی جرم کسی قسم کا سرزد نہ ہوتا تھا - اس الزام کے جواب میں مجھے اکثر یہ بتلایا جاتا ہے - کہ اس قسم کی بے رحمیاں اور ظلم گذشتہ زمانہ میں ہوئے تھے ایسی باتیں اب ہم نہیں روا رکھتے - میں مانتا ہوں کہ اب شاید ایسے ظلم نہیں ہوتے لیکن میں صرف ایک سوال پوچھتا ہوں - وہ مجھے بتلائیں کہ آیا اپنے ہمجنس انسان کو جلانا (جیسے کہ ایک زمانہ میں پُرجوش عیسائیوں نے کیا) زیادہ فراخ حوصلگی اور نیکی پر دلالت کرتا ہے یا اس کے جسم - جان اور رُوح کو ہمیشہ کے عذاب کے سپرد کر دینا جیسا کہ آجکل کے عیسائی کرتے ہیں - اگر کوئی شخص صاف طور پر اس بات کا اعلان کرے کہ یسوع کی خدائی یا تثلیث - کفارہ وغیرہ پر ایمان لانا نجات کے لئے اس کے نزدیک ضروری نہیں اور ایسی باتیں اسکی سمجھ میں نہیں آسکتیں تو وہ کسی قانون الٰہی یا انسانی کی خلاف ورزی نہیں کرتا تاہم اچھے اچھے عیسائی پھر بھی بڑے زور سے کہتے ہیں کہ ایسا شخص کبھی نجات نہیں پا سکتا جس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص ہمیشہ کے یعنے ابدی عذاب میں رہیگا - ان حالات کو دیکھ کر سمجھ نہیں آتا کہ رواداری فراخ حوصلگی کی تلاش کس جگہ کیجائے - اور اگر یہ کہیں بھی نظر آجائے تو اسکی نسبت اس فیاضی و کشادہ دلی کے مقابلہ میں ذرہ بھر بھی نہیں جس کے بارے میں پولوس کہتا ہے کہ اس سے عظمت پیدا ہوتی ہے - اس سے گو تکلیف پہنچتی ہے لیکن لوگوں کو آرام ملتا ہے اس سے کسی قسم کی بُرائی کا خیال پیدا نہیں ہوتا - صداقت میں اُسے لطف آتا ہے یہ ایک قسم کی تکلیف کو برداشت کرتی ہے اور کبھی ناکام نہیں رہتی وغیرہ وغیرہ - ان لوگوں سے جو پولوس کی تعلیم کو رد کرنے کے خیال سے بھی ڈرتے ہیں فیاضی - رواداری . . . نہیں سے

اس حالت میں جبکہ اس کا انسانی رُوح کی ابدی حالت سے تعلق ہو۔ ممکن ہے کہ مختلف مذہبی خیالات کے مطابق مختلف درجے رواداری کے ہوں لیکن مجھے تو بار بار کہا جاتا ہے کہ مجھے نجات نہیں مل سکتی۔ یہ سزا میرے کسی گناہ کی وجہ سے نہیں (گو میرے گناہ ایسے ہیں کہ میں ہمیشہ کی سزا کا مستوجب ہوں) لیکن محض اس وجہ سے کہ میں اس قابل نہیں بنایا گیا کہ میں آنکھیں بند کئے ان بعض اصولوں کو مان لوں اور اُن ناممکن باتوں پر ایمان لے آؤں جو پادریوں کو ابتدائی زمانہ عیسائیت سے بطور ورثہ پہنچی ہیں۔ ہمیں کوئی شبہ نہیں کہ اس مذاہب میں کچھ نہ کچھ قصور ضرور ہے۔ جو سمجھ اور عقل کو کُند کرنے میں مدد دیتا ہے۔ اور جسے دل بھی نہیں مانتا۔ عیسائیت کے مختلف گروہ اناجیل کے معنے و مطلب بتلانے میں اسقدر ایکدوسرے سے دُور جا پڑے ہیں کہ اُن کی تحریرات اور لیکچروں سے یہ ہرگز سمجھ نہیں آسکتا کہ وہ ایک ہی مذہب سے تعلق رکھتے ہیں۔ کلیسیاء روما یُونانی کلیسیاء۔ پروٹسٹنٹ انگلیکنز اور تمام چھوٹے چھوٹے فرقوں کی رہنمائی اناجیل ہی سے ہوتی ہے اور میرے خیال میں ان سب فرقوں نے کبھی بھی قرآن شریف کو نہیں دیکھا جسمیں کہ انجیل کی تصدیق و تشریح کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس قسم کی خود غرضی اور تنگدلی کی کیا وجہ ہے۔ اور کیوں اس کتاب کو جسے کہ کروڑہا انسان مُقدس اور الہامی مانتے ہیں مطالعہ کرنے سے انکار کیا جاتا ہے۔ کیا ذیل کی آیات پڑھ کر یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ خدا کی طرف سے آئی ہیں

اللہ لا الٰہ الا ھو ج الحیّ القیوم ۵ لا تاخذہ سنۃ ولا نوم ط لہ ما فی السمٰوات وما فی الارض ط من ذالذی یشفع عندہ الا باذنہ ط یعلم ما بین ایدیھم وما خلفھم ج ولا یحیطون بشیئٍ من علمہٖ الا بما شاء ج وسع کرسیہ السمٰوٰت والارض ج ولا یؤدہ حفظھما ج وھو العلی العظیم **ترجمہ**۔ اللہ (وہ ذات پاک ہے کہ) اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ زندہ (کارخانہ عالم کا) سنبھالنے والا۔ نہ اسکو اُونگ آتی ہے اور نہ نیند۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ کون ہے جو اس کے اذن کے بغیر اسکی جناب میں (کسی کی) سفارش کرے۔ جو کچھ لوگوں کو پیش آرہا ہے (وہ) اور جو کچھ ان کے بعد (ہونیوالا) ہے (وہ) اسکو (سب معلوم ہے اور لوگ اس کے معلومات میں سے کسی چیز پر دسترس نہیں رکھتے۔ مگر جتنی وہ چاہے۔ اسکی کرسی (سلطنت) آسمان و زمین (سب) پر حاوی ہے اور آسمان و زمین کی حفاظت اس پر (مطلق) گراں نہیں اور وہ (بڑا)

عالیشان (اور عظمت والا ہے +

قرآن کریم میں اس قسم کی آیات جو خداوند تعالےٰ کی طرف سے نازل ہوئی ہیں بکثرت موجود ہیں۔جن سے ہر زمانہ کے لوگوں کو ہدایت مناسب مل سکتی ہے۔اور امید کیجاتی ہے کہ جو لوگ انجیل کا مطالعہ کرتے ہیں۔وہ عرب کی مقدس کتاب کو بھی پڑھیں گے ہمیں اسبات کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے کہ اسلامی رُوح مغرب میں پیدا ہو جائے۔رسُول پاک صلعم ہمیشہ کمزوروں کے حامی منصف مزاج اور بُردبار فراخ دل رہے ہیں۔اور ہم اس سے بڑھ کر کوئی اچھا کام نہیں کرسکتے کہ ہم آپؐ کے نمونہ پر چلیں مصیبت تو بدقسمتی سے یہ آن پڑی ہے کہ بڑے بڑے مصلحین انبیا کے پیروؤں میں اصلی تعلیم کے سیدھے راستہ سے ہٹ کر دوسری طرف جانے کا زبردست میلان ہے۔کیا کوئی کہسکتا ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے اپنے عیسائی بھائیوں کو ٹکٹکی سے باندھکر اسی مُلک میں جلایا (جسے ابھی زیادہ عرصہ نہیں گذرا) وہ جناب مسیح کے سچے پیرو تھے۔ اس سچی بُردباری کی رُوح اور اس فیاضی اور فراخ حوصلگی کا خیال جس کے بارے میں ناصرہ کے رہنے والے پاک نبیؑ نے بڑے شدومد سے بار بار تعلیم دی تھی اس وقت کہاں تھی؟ میں اپنے مسلمان بھائیوں سے بڑی عاجزی سے یہی التجا کرتا ہوں کہ وہ تمام مغرب کے ممالک میں اسلام کے سادے اور صحیح اعتقادات کو اس طرح پیش کریں کہ تمام دُنیا آہستہ آہستہ مسلمان ہو جائے +

ہم دیکھتے ہیں کہ عیسائیت نے مغربی ممالک میں زمانہ ماضی میں تسلط پالیا اور تمام مغرب میں پھیل گئی۔یہ مذہب مشرق سے آیا ہے۔ اسلئے کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ اسلام کا سا صاف مذہب جسمیں رسم ورواج کی قیود نہیں۔اور جو مشرق ہی کی طرف سے آیا ہے اُن ممالک میں عیسائیت کے قائمقام نہ ہو جائے جہانتک لوگ مذہب کو اب بالکل خیرباد کہنے کو تیار ہیں۔اور جہانتک لوگ ناقابل سمجھ مسائل سے اب تنگ آگئے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ عیسائیت خلاف عقل ہے۔اسلام میں وہ جکڑبندیاں نہیں جو پادری صاحبان نے تجویز کر رکھی ہیں۔ اور یہ اسبات کو بھی نہیں چاہتا کہ لوگ آنکھیں بند کئے ہوئے اور بغیر سوچے سمجھے ایمان لے آئیں۔اسلئے لازمی ہے کہ تعلیمیافتہ اور سائنسدان اسے اسی طرح

قبول کرے جس طرح کہ ناخواندہ اور سادہ طبیعت کے لوگ +

بعثتِ اسلام

(از قلم حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم - اے - ایل - ایل - بی)

۲- زمانۂ جاہلیت

یا

عرب اسلام سے پہلے

(سلسلہ کے لئے دیکھو رسالہ اشاعت اسلام بابت ماہ نومبر و دسمبر سنہ ۱۹۱۹ء صفحہ ۴۹۷)

میں اب اِس بحث کے ایک نہایت ضروری حصہ کو لیتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ آیا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے عرب میں ایسے حالات پیدا ہو گئے تھے جو کہ بقول بوسورتھ سمتھ - ایک نہایت مکمل۔ عجیب اور سریع انقلاب" کا باعث ہوئے یا نہیں اور یہ کہ آیا نبی کریم صلعم نے محض اتفاقاً ہی ان حالات کے موافق وعظ و نصیحت کرنی شروع کی یا یہ کہ بڑے سے بڑے مدبروں اور دانشمندوں کو بھی اس عظیم الشان انقلاب کا خواب و خیال بھی نہ تھا اور یہ صرف اس عظیم الشان دماغ کی قوت مقناطیسی کا ہی نتیجہ تھا جس نے دُنیا میں ایسا عجیب و غریب کام کر دکھایا۔ میں اُس سوسائٹی کی حالت کو بیان کر چکا ہوں جس کے سُدھارنے کا بیڑا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اُٹھایا۔ اب میں ان کوششوں کا بھی ذکر کرتا ہوں جو کہ نبی کریم صلعم کی بعثت سے پہلے عرب کی جنگجو قوموں کو رشتۂ اتفاق و اتحاد میں منسلک کرنے اور اُن کے سوشل - مذہبی اور اخلاقی حالت کو سُدھارنے کے لئے کی گئیں۔ اُس زمانے میں جس میں کہ عرب لوگ بُت پرستی پر مضبوطی سے قائم ہو چکے تھے تین زبردست ناکام کوششیں عربوں کو ان کے بُت پرستی کے دین سے پھیرنے کیلئے کی گئیں۔ اس سے مُراد یہودیوں عیسائیوں اور فرقہ حنیف کی کوششوں سے ہے یہودیوں اور عیسائیوں نے اِس غرض کے حاصل کرنے کے لئے اپنا ایڑی سے لے کر چوٹی تک کا زور لگایا۔ یہانتک کہ سکوسنوں اور

سلطنتوں تک نے اُن کو مدد دی مگر ناکامی اُٹھائی تیری کوشش جو کہ فرقہ حنیف نے کی وہ اگرچہ ذاتی خیالات اور عقائد پر مبنی تھی۔ اور اس کا کوئی باقاعدہ نظام بھی نہ تھا۔ مگر پھر بھی اس پر غور کرنا ہمارے لئے ضروری ہے کیونکہ یہ کہا جاتا ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اسی خیالات سے متاثر ہوئے تھے +

ہم یہودیت کو پہلے لیتے ہیں۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے سات سو برس پیشتر یہودی ملک عرب میں آکر آباد ہوئے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ وہ اس ملک سے اس دنیا کے عظیم الشان منجی کے نمودار ہونے کے منتظر تھے۔ کیونکہ بعض پیشگوئیوں میں ملک عرب کا نام صاف طور پر آیا ہے۔ کچھ مدت بعد یہودیوں کا ایک آگے سے بھی بڑا گروہ ہجرت کر کے عرب میں آ بسا۔ کیونکہ ٹیٹس اور ہیڈرین نے ان کو فلسطین کے علاقے سے نکال دیا تھا۔ جب یہودی یہاں آکر اچھی طرح آباد ہو گئے تو اُنھوں نے اپنے مذہب کی منادی کرنی شروع کر دی۔ اور کیونکہ یہ وحدانیت الٰہی پر مبنی تھا۔ اسلئے یہ عربوں کی بت پرستی سے کہیں بہتر اور اعلےٰ تھا کیونکہ بنی اسرائیل عربوں کے جو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد ہیں دُور کے رشتہ دار بھی تھے۔ اسلئے ان سے بالکل اجنبیوں جیسا سلوک نہیں کیا گیا۔ اور یہی وجہ ہے کہ عربوں کو اپنے مذہب میں داخل کرنے میں اُن کی شروع شروع کی کوششیں ناکام ثابت نہیں ہوئیں۔ کیونکہ دونوں قوموں کا جد امجد ایک ہی تھا۔ اسلئے وہ بہت سی باتوں میں ایک دوسرے سے ملتی تھیں۔ اگر یہودیت میں کوئی قوت قدسی یا اندرونی کشش ہوتی تو ملک عرب کا یہودی ہو جانا ایک آسان کام تھا۔ اگرچہ یہودیوں نے شروع شروع میں بنی کنانہ۔ بنی حارث ابن کعب اور کندہ کے قبیلوں سے اپنے مذہب میں لوگوں کو داخل کیا۔ مگر بعد میں ان کی ترقی کی رفتار بالکل مدھم پڑ گئی۔ بلکہ بند ہو گئی۔ جب خاندان حمیر کا بادشاہ ذونواس یہودیت میں داخل ہوا تو اس نے اپنے ساتھ اپنے خاندان کے بہت سے لوگوں کو زبردستی یہودی بنایا۔ اور اس طرح اُن کی تعداد میں ایک معتدبہ ترقی کی۔ اس وقت یہودیوں کی عرب میں بڑی طاقت اور قوت ہو گئی۔ اور اُن کے قبضے میں کئی شہر اور قلعے آگئے (سید احمد خاں) مگر یہودیت باوجود عرب کے ایک حصے کی عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لینے کے اور اپنے باقاعدہ نظام اور وسیع احاطۂ قدرت رکھنے

کے عرب کے مذہب کو تبدیل کرنے میں قاصر رہی۔ اور عرب لوگ ویسی ہی جہالت اور گمراہی میں پڑے رہے جیسا کہ یہودیوں کے آنے سے پہلے تھے +

اس کے بعد عیسائیت کا دور آیا تیسری صدی عیسوی میں جبکہ مشرقی کلیسا کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ اور بہت سے نقائص اور خرابیاں اُن میں داخل ہوئیں۔ اس وقت مصیبت زدہ اور ایذا رسیدہ عیسائیوں نے یہودیوں کی طرح ملک عرب کو اپنی جائے پناہ بنایا اور نجران میں آ کر آباد ہو گئے عیسائیت کی مشنری کوششیں ہمیشہ ایک قاعدے اور نظام کے مطابق ہوتی رہی ہیں۔ مگر ملک عرب میں جس کو کہ عیسائیوں نے مذہبی آزادی کا ملک کہا ہے عیسائیت کی کوششیں کچھ بار آور نہ ہوئیں۔ حالانکہ عرب کے بعض حصوں میں اُسے حکومت ملکی بھی حاصل تھی۔ اور قسطنطنیہ کے قیصر رُوم اور ملک ابی سینیا کے بادشاہ نیگس کا دبدبہ اور اثر بھی بہت کافی تھا۔ شمال میں ملوک غسّانی اور شمال ومشرق میں بادشاہان حیرہ بھی عیسائی مذہب رکھتے تھے۔ عرب کا جنوبی حصہ بھی مدت سے عیسائی بادشاہوں کے زیر فرمان تھا۔ مذہب عیسائیت کا اثر چاروں طرف نمایاں تھا۔ اور اس کے علاوہ مشنری کوششوں میں بھی کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا گیا۔ گویا کہ عیسائیت کو بعثت اسلام سے پہلے پانچ صدیاں بڑھنے اور پھولنے پھلنے کے لئے ملیں۔ اور مزہ یہ کہ یہودیت نے ایک حد تک اس کے لئے رستہ بھی صاف کر دیا تھا۔ مگر نتیجہ سخت ناکامی کے سوا اور کچھ نہ ملا۔ ولیم میور لکھتا ہے "کہ پانچسو سال کی تبلیغ عیسائیت کا ہمیں یہ نتیجہ نظر آتا ہے کہ کہیں کہیں چند عیسائی ہمیں نظر آتے ہیں۔ بنی حارث نجران میں۔ بنی حنیفہ علاقہ یمامہ میں اور بنی طے کے چند افراد علاقہ تیمہ میں۔ اور ان کے سوا اور عیسائیوں کا ملنا محال نظر آتا ہے" +

دُنیا کے دو زبردست مذہبوں نے مُلک عرب کو اپنے ساتھ شامل کرنے میں ایڑی سے چوٹی تک کا زور لگایا۔ مگر مُنہ کی کھائی۔ مگر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے چند ہی سال پیشتر بعض شخصوں نے جو کہ نہ تو یہودی تھے اور نہ ہی عیسائی۔ عربوں کی بُت پرستی اور توہمات کی سختی سے تردید کرنی شروع کی۔ اور سُنت ابراہیم علیہ السلام کے مطابق اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر اپنا ایمان ہونا ظاہر کیا۔ حقیقت میں ملک عرب کو سُدھارنے کی یہ ایک آخری انسانی کوشش تھی فرقہ حنیف با بزرگوں کی پُرانی کہاوتوں کا احترام کرتے ہوئے وحدانیت الٰہی کو قائم کرنا چاہتا تھا

چاہے کوئی باہر کا اثر اس پر ہوا ہو یا نہ ۔ مگر یہ بات یقینی ہے کہ یہ سلسلہ محض ملکی تھا ۔ اور اس کا ایک مقصد یہی تھا کہ جہاں تک ممکن ہو عربوں کی رسموں وغیرہ سے کوئی تعرض نہ کیا جائے حقیقت میں وہ صرف چاہتے تھے کہ بت پرستی کسی طرح دور ہو جائے ۔ مگر ان کو بھی ناکامی ہوئی ۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت پر ملک عرب ویسا ہی جہالت اور گمراہی میں ڈوبا ہوا تھا جیسا کہ وہ کئی صدیاں پہلے تھا گویا کہ تمام اصلاحات کی کوششیں عرب کی جہالت اور بدامنی کی جڑوں کو نہ ہلا سکیں ۔ اگرچہ ایسا کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا گیا تھا یہودیوں کی سیدھی سادھی توحید کی تعلیم ۔ اور عیسائیوں کا حضرت مسیح کے جسم میں اللہ تعالیٰ کا حلول کر آنے کا عقیدہ اور اسکی آسانیاں ۔ اور فرقہ حنیف کا سنت ابراہیمؑ پر عمل کرنا اور پرانی باتوں کو ویسے ہی رہنے دینا غرضکہ تمام باتیں بے سود ثابت ہوئیں شاید دنیا کی کسی اور قوم کی اصلاح کرنے میں ایسی ناکامی نہ اٹھانی پڑی ہوگی جیسی کہ یہاں ہوئی ۔ اور عرب لوگ اسی طرح اپنے پرانے عقاید اور خیالات پر جمے رہے ۔ اگرچہ ان کے مذہبی عقاید اور قوانین ان کے مصلحوں کے عقاید سے کہیں کمتر اور ادنے تھے ۔ اگر کوئی شخص اس سرکش قوم کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا تو عرب کی گذشتہ تاریخ اور قدیم اصلاحات کی کوششوں کی ناکامی اسکو اپنے ارادے سے باز رکھنے کے لئے کافی تھی ۔ یہاں تک کہ سر ولیم میور نے بھی صاف الفاظ میں اس کا اقرار کیا ہے وہ کہتا ہے:-

حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جوانی کے زمانے میں جزیرہ نمائے عرب نہایت سختی سے اپنے پرانے خیالات پر قائم تھا ۔ شاید اصلاح کیلئے اس سے زیادہ مایوس کن اور کوئی زمانہ نہ تھا ۔ اور ایک شخص کی ایسی کارروائی کیلئے جسکے ظاہرا وہ قابلیت نہیں رکھتا تھا مختلف وجوہات تراشی جاتی ہیں حضرت محمد رسول اللہ کھڑے ہوتے ہیں ۔ اور ساتھ ہی ملک عرب میں ایک نئے اور روحانی مذہب کی رو دوڑ جاتی ہے ۔ اس سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ ملک عرب اس وقت تبدیلی مذہب کے لئے بالکل تیار تھا ۔ مگر جب ہم اطمینان سے زمانۂ جاہلیت اور عرب کی گذشتہ تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ وجہ ہمیں نہایت نامعقول معلوم دیتی ہے ۔ پانسو سال کی تبلیغ عیسائیت کے بعد ہم صرف کہیں کہیں عیسائیوں کو پاتے ہیں یعنی نجران میں بنی حارث ۔ اور یمامہ میں بنی حنیفہ ۔ اور تیمہ میں بنی طے کے چند افراد ۔ اور اس کے سوا اور کوئی نہیں نظر آتا یہودیت جو کہ عیسائیت سے کہیں زیادہ طاقت اور قوت رکھتی تھی ۔ اس نے بھی خاص خاص اوقات میں سرگرمی اور کامیابی کی جھلک دکھائی ہے ۔ مگر عربوں کو یہودی بنانے ۔۔

کوئی عملی کام کر دکھانے میں یہودی مذہب بھی آخرکار ناکارہ ثابت ہوا۔ قصہ کوتاہ اگر مذہبی نقطۂ نگاہ سے دیکھا جائے۔ تو سطح عرب پر عیسائیت کی کبھی کبھی ایک کمزور سی لہر پڑتی ہوئی نظر آتی ہے۔ اور یہودیت کا نسبتاً زیادہ سخت اثر کبھی کبھی عرب کی تیز اور گہری منجدھار میں نظر آتا ہے۔ اور پھر غائب ہو جاتا ہے۔ اور بت پرستی اور شرک اور توہمات کا سیلاب جو کہ عرب کے ہر گوشے سے کعبہ شریف کی طرف بہا جاتا تھا اس بات کا ثبوت دیتا تھا کہ مکہ معظمہ کی پرستش (یعنی وہاں کے بتوں کی) عربوں کے دلوں اور دماغوں میں رچی ہوئی ہے"۔ یہی مصنف ایک اور موقعے پر لکھتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ملک عرب کی حالت مذہب کے لئے ویسی ہی ناخوش کن تھی جیسا کہ وہ کسی پولیٹیکل اتحاد یا قومی بہبودی اور اصلاح کے لئے تھی بت پرستی نے عربوں کے دلوں میں نہایت گہری جڑیں پکڑ لی تھیں۔ اور یہ صدیوں تک مصر اور شام کی تہذیب اور مذہبی خیالات کے مقابل جمی کھڑی رہی اور گرنے کا نام نہ لیتی تھی۔ سو یہ ایک تسلیم شدہ امر ہے اور اسکو مخالف مورخ بھی مانتے ہیں۔ کہ عرب کی حالت اس وقت بالکل ایسی نہ تھی جو کہ کسی قسم کی تبدیلی یا اصلاح کو قبول کر سکتی۔ بلکہ معاملہ اس کے برعکس تھا یعنی حالات ایسے پیدا ہوتے جاتے تھے جن سے کسی قسم کی اصلاح کی امید مفقود ہوتی جاتی تھی نہیں بلکہ صرف انسانی کوشش کے بھروسے پر ایسا کرنا بالکل ناممکن ہو گیا تھا +

بعض عیسائی مورخوں نے اس بات پر زور دیا ہے کہ حقیقت میں مذہب اسلام عربوں کی پرانی کہانیوں اور عقیدوں اور ان خیالات پر مبنی ہے جو کہ یہودی یا عیسائی ذرائع سے حاصل کئے گئے ہیں"۔ اور اسلئے اس کا یہ دعویٰ کہ وہ ایک نئی وحی الٰہی پر مبنی ہے درست نہیں ہے۔ مگر سوال یہ اٹھتا ہے۔ کہ اگر کسی شخص کے لئے یہ ممکن ہو سکتا تھا کہ یہودی اور عیسائی خیالات سے مستفید ہو کر ملک عرب میں ایک زبردست انقلاب پیدا کر دے۔ تو پھر یہ دونوں مذہب اپنی کوششوں میں کیوں ناکام رہے ہے؟ کئی سو سال تک یہودی اور عیسائی اپنے اپنے مذہب کی تبلیغ کرتے رہے اور لوگوں کو اپنی طرف بلاتے رہے یہاں تک کہ گورنمنٹوں اور مختلف حکومتوں نے ان کی ہر طرح مدد کی۔ مگر ہمیشہ ناکامی کا منہ دیکھا۔ اسی طرح فرقۂ حنیف نے ایک توحید کے مذہب کا وعظ شروع کیا جو کہ سنت ابراہیمؑ کو از سر نو زندہ کرنے کا دعویدار تھا۔ اور عربوں کی پرانی

رسم کہاوتوں کی سی طرح تعظیم کرتا تھا۔ مگر اس کا بھی دوسروں جیسا حشر ہوا۔ اور یہ اُن سے بھی جلدی مفقود ہو گیا۔ اگر یہودی عیسائی اور عربی عقائد اور ذرائع میں کچھ بھی جذب اور کشش تھی تو وہ کیوں ناکامیاب رہے۔ اور ایک ایسا شخص جس نے ان سے فائدہ اور تعلیم حاصل کی ہو۔ وہ کامیاب ہو گیا؟ کیا یہ عجیب و غریب بات نہیں معلوم ہوتی کہ اُن الفاظ نے جن کی یہودی اور عیسائی سینکڑوں سال تک منادی کرتے رہے ایک بھی انسانی رُوح کو پاک اور صاف نہ کیا۔ اور جب ان الفاظ کی اسلام کے بانی مبانی صلے اللہ علیہ وسلم نے منادی کی۔ تو ایک چوتھائی صدی میں ہی عرب کی حالت نہایت غیر معمولی طور پر بدل گئی؟ کیا یہ صاف نہ کیا۔ اور جب ان الفاظ کی اسلام کے بانی مبانی صلے اللہ علیہ وسلم نے منادی کی تو ایک چوتھائی صدی میں ہی عرب کی حالت نہایت غیر معمولی طور پر بدل گئی؟ کیا یہ صاف اور قطعی طور پر اس بات کا ثبوت نہیں ہے کہ گو یہ الفاظ ایک ہی ہوں۔ مگر ان کے ذرائع اور حصول کی جگہ مختلف ہے پہلی حالت میں وہ انسانی اور ناپاک ذرائع سے حاصل کئے گئے تھے اور یہی وجہ ہے۔ کہ جس طرح چکنے گھڑے پر پانی نہیں ٹھہرتا۔ اسی طرح ان الفاظ کا لوگوں کے دلوں پر مطلقاً کچھ اثر نہ ہوا۔ اور ان کی زندگیوں کو وہ کسی طرح بھی نہ سنوار سکے۔ مگر دوسری حالت میں ان کا مخزن ایک نہایت ہی پاک اور عظیم الشان الٰہی سر چشمہ تھا۔ اور یہ اسی کی قوت مقناطیسی اور قدرت کا نتیجہ تھا۔ جس نے ایک قوم کو قعرِ ذلت و پستی سے نکال کر اوج فلک پر پہنچا دیا اور ان کی زندگیوں کو نیکی۔ خوبی۔ اور پاکی کا مجسمہ بنا دیا۔ یہودیت۔ عیسائیت اور فرقہ حنیف تینوں نے اللہ تعالیٰ کی توحید کی تعلیم دی۔ جیسا کہ اسلام دیتا تھا۔ مگر ان کے منبع اور مخزن جن سے کہ وہ اپنی تعلیم حاصل کرتے تھے [illegible] مختلف تھے۔ اور جب ہم اُن کے نتائج سے آپس کے فرق کو دیکھتے ہیں۔ تو یہ بات [illegible] صاف ہو جاتی ہے۔ کیا یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مقدر نہ تھا کہ عیسائیت یہودیت۔ اور فرقہ حنیف [illegible] رہینگے۔ اور اسلام جوان سب [illegible] آگے وہ کامیاب ہو جائیگا۔ للہ اس بات پر غور کرو کہ اگر [illegible] صلے اللہ علیہ وسلم ایک معمولی شخص تھا جس نے ایک بات عیسائیوں سے لی تو دوسری یہودیوں سے تو وہ کیسے [illegible] ہو سکتا تھا۔ جبکہ یہودیوں اور عیسائیوں کی سالہا سال کی کوششیں بار آور نہ ہوئیں۔ اور اس بات کو بھی نظر انداز مت کرو۔ کہ یہودیوں اور عیسائیوں کی بڑی بڑی دنیاوی سلطنتیں تھیں۔ اور [illegible] کریم صلے اللہ علیہ وسلم واحد و تنہا تھے۔ اور آپ کو طرح طرح

سی تکلیفیں اور دُکھ پہنچائے جاتے تھے۔ اور اس بات کو بھی یاد رکھو کہ جب یہودیوں اور عیسائیوں نے اپنے اپنے مذہبوں کی تبلیغ شروع کی تو کسی نے بھی انکی مخالفت نہیں کی۔ اور ان سے نرمی کا برتاؤ کیا مگر ایک واحد آدمی کے برخلاف تمام قوم اُٹھ کھڑی ہوئی۔ جبکہ اس نے اسلام کی منادی کرنی شروع کی۔ اور صرف بُت پرستوں نے ہی اس مبلغ اسلام و توحید الٰہی کی مخالفت نہیں کی۔ بلکہ یہودی اور عیسائی لوگ بھی اُن کے ساتھ شامل ہو گئے۔ اور آپ کی سخت مخالفت کی۔ جبکہ چاروں طرف سے دشمنوں نے نرغہ گھیرا ہوا تھا۔ اور تمام انسانی کوششیں آپکے برخلاف لگی ہوئی تھیں۔ تو کیا آپ ایسی حالت میں ایک شخص واحد کو بھی صراط مستقیم کا راستہ دکھا سکتے تھے۔ اگر رُوحانی طاقت۔ اور خدائی قدرت آپکے ہمرکاب نہ ہوتی اور آپکے الفاظ میں ایک آسمانی مقناطیسی اثر نہ ہوتا۔

عیسائیوں نے اپنی بہت سی محنت اور وقت اس بات کے ثابت کرنے میں بیفائدہ ضائع کیا ہے کہ قرآن شریف کا فلاں قصہ یہودیوں یا عیسائیوں کی فلانی پُرانی کتاب میں پایا جاتا ہے۔ اسلام کے ذرائع کا پتہ اس بات سے نہیں لگ سکتا کہ وہ فلاں باتوں سے مشابہ ہیں بلکہ ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ اسکی تعلیم کا لوگوں پر کیا اثر ہوا۔ اگر اسلامی تعلیم اور اصولوں کا منبع اور مخزن یہودی اور عیسائی کتب قدیمہ ہیں۔ تو چاہئیے تھا کہ تعلیم کا اثر ویسا گہرا اور دیرپا نہ ہوتا جیسا کہ اُن اصل کتابوں کا ہونا چاہئیے تھا جن سے کہ یہ حاصل کی گئی تھی۔ مگر یہودی اور عیسائی تعلیم کا ان لوگوں کی زندگیوں کی اصلاح کرنے میں ناکامی اُٹھانا۔ جن کو کہ اسلام نے چند سالوں ہی میں سنوار دیا ایک ایسا زبردست اور فیصلہ کن ثبوت ہے کہ اسلام کا منبع اور مخزن بہ نسبت یہودی اور عیسائی کتب کے کہیں بڑھ چڑھ کر پاک وصاف اور اعلےٰ وارفع تھا +

باقی آیندہ

مسز سر نیڈو صاحبہ کا لیکچر

(اسلام پر)

از قلم ملک عبد القیوم صاحب بی اے (علیگ)

مسجد ووکنگ میں ہر اتوار حسب معمول بعد دوپہر وعظوں اور لیکچروں میں ایک بھاری جماعت سامعین تو ہوتی ہی ہے لیکن ۸ دسمبر ۱۹۱۶ء کا جلسہ اس جگہ کا کئی ایک پہلوؤں سے قابل ذکر ہے۔ مسز سر نیڈو صاحبہ کے نام سے اکثر احباب واقف ہونگے۔ یہ ہندوستان کی ایک مشہور شاعرہ اور بہی خواہ خلق اللہ ہیں۔ آجکل انگلستان میں مقیم ہونے کی وجہ سے مولوی صدر الدین صاحب نے ان سے درخواست کی کہ وہ مسجد میں آکر اس زبردست پیغام کے پیارے اور دلکش مضمون پر لیکچر دیں جو اسلام دنیا کے لئے لایا۔ مسز سر مذکورۃ الصدر نے چنانچہ مضمون بالا پر لیکچر دینا منظور فرمایا۔ اور جو نتیجہ اس سے مرتب ہؤا وہ عین ہماری امیدوں کے مطابق تھا۔

لیکچر سے چند یوم بیشتر لوگوں کو اطلاع دیدی گئی تھی۔ اور اس روز قبل از وقت ہی سامعین نے ایک ہندوستانی عورت کے لیکچر سننے کے لئے آنا شروع کیا حتےٰ کہ تمام مکان پُر ہو گیا۔ حاضرین جلسہ میں جناب اصفہانی صاحب معہ اپنی اہلیہ محترمہ کے بھی تھے جن کے ہمراہ جناب میر یعقوب بے صاحب بھی تشریف لائے۔ میر صاحب موصوف سلطنت آذربائیجان کے جو حال ہی میں قائم کی گئی ہے سفیر ہیں۔ اور اس با اثر وفد کے جو یہاں سلطنت مذکور کے معاملات کے متعلق گفتگو کرنے آیا ہے ایک معزز رکن ہیں۔

مولوی صدر الدین صاحب نے مسز سر نائیڈو صاحبہ کا تعارف سامعین سے کراتے وقت اسلام کی صرف اس عالمگیر ہمدردی اور رواداری کا اشارتاً ذکر کیا جو اُسے دیگر مذاہب کے پیروں کے متعلق ہے۔ اور کہا کہ مسز سر مذکور اسلام کے متعلق ان کے اس بیان کی صداقت فرماوینگی۔ اس کے بعد مسز سر صاحبہ سے درخواست کی گئی کہ وہ اپنے قیمتی لیکچر سے سامعین کو فائدہ پہنچائیں۔

ذیل میں قریباً تمام لیکچر جو مسز نائیڈو صاحبہ نے دیا درج کیا جاتا ہے۔ اور وہ اسطرح

شروع ہوا +

صاحبان ۔ مولوی صدرالدین صاحب نے نہایت مختصر لیکن پسندیدہ الفاظ میں مذہب سلام کا اصل اصول بیان کر دیا ہے ۔ آج میری اپنی موجودگی ہی اِس جگہ اسلام کے بنیادی مسئلہ کا ایک ثبوت ہے ۔ میں ایک ایسے مذہب سے تعلق رکھتی ہوں جو الہامی خیال نہیں کیا جاتا یا بالفاظ دیگر اس کی تعلیم ایسی کتاب سے نہیں لی گئی جو الہامی ہو ۔ لیکن مَیں اِس قابل ہوں کہ میں اس عالمگیر اخوت کی نسبت جو اس پاک رسُول یعنے حضرت محمد (صلعم) نے قائم کی کچھ عرض کر سکوں ۔ مَیں بدلائل بتلا سکتی ہوں کہ آپؐ نے اس بارے میں بہت بڑی کامیابی حاصل کی ۔ اور یہ کامیابی نہ صرف ہمارے زمانہ میں ہی دکھائی دیتی ہے بلکہ آج سے تیراں سو سال پہلے بھی نظر آتی تھی ۔ مجھے رومن کیتھلک گرجا میں وعظ سُننے کا موقعہ دیا گیا ہے ۔ اور جو دعا ممبر پر سے پڑھی جاتی تھی اس سے مجھے یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا اس کے ذریعہ صدیوں کا پُرانا پیغام پہنچایا جا رہا ہے ۔ یعنے امن جس کی جڑھ میں عالمگیر اخوت ہے ۔ اور جو سب دُنیا کے لئے ایک ہی خدا قرار دیتی ہے + کرسمس کا تہوار بھی تو ایک مسکین بچہ ہی کی وجہ سے قائم ہؤا ہے جو مشیت ایزدی کے ماتحت انکساری کا نمونہ بنا تا کہ خدا اپنی محبت ۔ رحم ۔ فیاضی اور پاکیزگی لوگوں پر ظاہر کرے ۔ ایک دوسرا لڑکا دریا گنگا کے پاس پیدا ہؤا تا کہ دُنیا پر اُسی ہمیشہ کی رہنے والی صداقت کا اظہار کرے ۔ اس کے کئی ایک صدی بعد ایک اور بچہ نظر آتا ہے ۔ لیکن اس کا ظہور اس دفعہ عرب کے ریگستان میں ہوتا ہے ۔ وہ ہیبت زدہ دُنیا کو نہایت صفائی و خوبی سے لا الہ الا اللہ کی شاندار تعلیم دیتا ہے ۔ اور انسانوں کو ایک وسیع اور عالمگیر اخوت کا سبق پڑھاتا ہے ۔ اسؐ نے (صلے اللہ علیہ وسلم) صرف اتنا ہی کام نہیں کیا ۔ بلکہ آپؐ نے عربوں کو اور ان کے ذریعہ تمام دُنیا کو سکھایا کہ ہر انسان کا فرض ہے کہ وہ ایک دوسرے کی مدد کرے کیونکہ بغیر اسباب کے اخوت کا وجود ہی قائم نہیں ہو سکتا ۔ آپؐ نے فرمایا ۔ کہ ہر شخص اپنے بھائیوں کی خاطر پیدا ہؤا ہے ۔ انہیں کے ساتھ اسکی زیست و موت ہونی چاہئے ۔ آپؐ کی تعلیم ہے کہ انسان ازل ہی سے آزاد پیدا ہوا ہے اور یہ اسلئے کہ اسمیں خدا نے اپنے دیگر بھائیوں کی مدد کرنے کا مادہ رکھ دیا ہے

چونکہ ہر ایک روح ایکدوسرے کیلئے ذمہ وار ہے۔ اسلئے ان کا باہمی سخت رابطہ ہے ہمیں مدارس میں انجیل کے دس احکام پڑھائے جاتے ہیں لیکن میں پوچھتی ہوں ۔ کہ یہ احکام ہی کافی ہیں اور کیا ان مقدس احکام کا دہرانا ہی ہماری زندگی کی غرض وغایت ہے ۔ یہاں مجھے ہندوستان کے ایک بزرگ شخص کا قصہ یاد آگیا ہے ۔ اس بزرگ نے اپنے ایک مرید کو حکم دیا کہ وہ گاؤں میں جاکر لوگوں کے دکھ درد کو کم کرنے میں مدد دے ۔ مرید اپنے پیر کے ساتھ ہر روز باہر جاتا لیکن اس کے منہ سے کبھی کوئی کلمہ نکلتا ہوا نہ سنتا ۔ مرید نے پیر صاحب سے عرض کی کہ حضور ان لوگونکو کوئی عمدہ نصیحت فرمادیں پیر صاحب نے جوابدیا کہ اے نادان تم اس اثر اور زور کا اندازہ نہیں لگا سکتے جو کسی عمل سے پیدا ہوتا ہے ۔ اور کہا کہ اگر میری زندگی کا جو کہ عملی نمونہ ہے لوگوں پر اثر نہیں تو پھر میرے الفاظ اور نتائج کچھ اثر نہیں رکھ سکتے +

میں نے اپنے ہموطنوں سے جتنیں امرو غریب ۔ اعلےٰ وادنےٰ تعلیمیافتہ وجاہل سب شامل ہیں ۔ بسا اوقات کہا ہے کہ قاعدے اور اصول گھڑنے اور انہیں پیش کرنا تو بہت آسان ہے لیکن ان اصولوں پر کاربند ہونا نہایت مشکل ہے لیکن اس مقدس انسان (صلعم) کو اس عظیم الشان صداقت کا زور معلوم ہوگیا تھا ۔ آپ نے اپنے تئیں دنیا کے سامنے اس لئے پیش نہیں کیا ۔ کہ لوگ آپؐ کی تعریف کریں ۔ اور آپ کی پرستش اور عبادت کریں آپؐ عام لوگوں سے گفتگو فرماتے ان کے ساتھ چلتے پھرتے ۔ اور ان کے ساتھ ملکر انہیں کیطرح کام کرتے ۔ اور اس طرح گویا آپؐ نے لوگوں کو سکھلایا کہ جو کام آپؐ خود سرانجام دے سکتے ہیں وہ لوگوں کے لئے بھی ممکنات سے ہے ۔ آپؐ کا ظہور خدا کی صورت میں نہیں ہؤا بلکہ انسان کی صورت میں جس کے ساتھ قسم قسم کی خواہشات ۔ امیدیں اور خوشیاں لگی ہوئی ہیں ۔ آپؐ نے دنیا میں نفرت تعصب اور جہالت کو پایا ۔ اور اس ریگستان ہی نے آپؐ پر اس غیر متبدل صداقت کا انکشاف کیا جو رب العالمین کے الفاظ میں مضمر و پوشیدہ ہے یعنے یہ کہ تمام جہانوں کے لئے ایک ہی اللہ ہے جو ہر ایک قوم ہر ایک ملک اور ہر ایک مذہب وملت کا خدا ہے دنیا پر اس صداقت کو روشن کرنے کے لئے تمام اشخاص کے لئے جو خدائے واحد کے پرستار ہیں ضروری ہے کہ وہ ایکدوسرے کی بھائیوں کی طرح مدد کریں ۔ اسی بات میں سچے اور صحیح جمہوریت کا بیج موجود ہے

اور اس تام نہاد اور قابل اعتراض طرز حکومت سے کئی گنا زیادہ شان رکھتی ہے جس کا نام پولیٹیکل حلقوں میں جمہوریت رکھا جاتا ہے۔ آپ نے دُنیا کو عملاً بتلا دیا کہ جمہوریت کس طرح قائم کیجانی چاہئے باوجودیکہ اسمیں خاص قسم کے خوبصورت مسائل بھی ہیں۔ اور ہر ایک امر کے متعلق کُتبی شرح و بسط سے لکھا ہے تاہم اس مذہب کو ایک سادہ سے سادہ اور جاہل سے جاہل انسان بھی آسانی کے ساتھ مل سکتا ہے جو کچھ بھی آپ نے کیا وہ محض اس پُرانی صداقت کی جڑھ کو قائم کرنے کے لئے کیا جس کا پھل نسل انسانی کی عالمگیر برادری و اخوت ہے۔ اپنے ملک کے پہاڑوں اور ریت کے درمیان آپ ہفتوں نہیں بلکہ مہینوں یکہ و تنہا ستاروں کی طرف دیکھتے رہتے۔ گویا وہ آپ سے عرض کرتے تھے کہ اُٹھو اور ایک نئی دُنیا پیدا کر دو اور ہمیشہ کیلئے ایک صحیح اور واحد اصُول باندھ دو جس پر کہ نسل انسانی کاربند ہو سکے۔

یہ اسلامی اخوت صرف زبانی جمع و خرچ ہی نہیں۔ اس سے ایک ذمہ واری عائد ہوتی ہے کہ مکہ معظمہ میں ہر ایک مرد و عورت۔ بادشاہ۔ دہقان۔ ادنےٰ و اعلیٰ غرضیکہ ہر ایک قسم کے مسلمان اسلام کے جھنڈے تلے جمع ہوتے ہیں۔ تاکہ چند یوم اکٹھے رہکر تمام دنیا پر اس زبردست وسچی کامیابی کو واضح کر دیں جو اس پاک رسُول حضرت محمد صلعم نے حاصل کی۔ اور جو ہمیشہ بطور یادگار رہیگی۔

اسلام میں روزہ رکھنا بھی فرض قرار دیا گیا ہے۔ کیا رسُول صلعم نے روزہ کے متعلق یہ بتلایا ہے کہ خدا لوگوں کو بھوکا مار کر خوش ہوتا ہے؟ اور کیا اپنے تئیں ہلاک کرنا ہی ایسا معیار ہے جس سے اُس عبادت کا جو انسان خدا کی کرتا ہے اندازہ کیا جا سکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں آپ نے روزہ کے ذریعہ سکھلانا چاہا کہ کس طرح خیرات و ہمدردی انسان کو عملی جامہ پہنایا جائے۔ اس سے انسان کی اپنی عظمت و پاکیزگی میں ترقی ہوتی ہے لیکن خداوند تعالیٰ کو اس سے کچھ فائدہ نہیں پہنچتا دیگر مذاہب کسی خاص قوم کی کوئی خاص ضرورت کو پورا کرنے کے لئے آئے تھے۔ لیکن اسلام تمام خلق اللہ کی نہایت ہی ضروری موجودہ حاجت کو پُورا کرنے کے لئے آیا ہے۔ اس نے خدا کی وحدنیت کے مضبوط چٹان پر انسانی اخوت اور انسانی سوسائٹی کی بنیاد رکھی۔ اسلام نے خدا تک پہنچنے کیلئے کسی درمیانی پادری۔ یا واعظ وغیرہ کے بکھیڑے کو بالکل اُڑا دیا ہے۔ اس نے بتلایا کہ ہر ایک انسان کے اندر خواہ کیسا ہی ادنےٰ درجہ کیوں ہو ایسی طاقت رکھی گئی ہے جس سے وہ خدا تک پہنچ سکتا ہے۔

اس نے گویا انسان کو خود ہی اپنا پادری اور خود ہی اپنا اُستاد خدائے واحد تک پہنچنے کے لئے بنا دیا ہے
ایک شخص کے متعلق عجیب حکایت بیان کی گئی ہے جو اس موقعہ کے حسب حال معلوم ہوتی ہے۔ لکھا ہے کہ وہ جنگلوں۔ بیابانوں اور آبادیوں اور ویرانوں میں خدا کو دیکھنے کے لئے پھرتا تھا لیکن خدا اُسے کہیں بھی دکھائی نہ دیتا تھا۔ ایک بزرگ انسان نے اُسے کہا کہ اے نادان خدا تو تیرے دل میں رہتا ہے اور تو اُسے دوسری جگہ تلاش کرتا پھرتا ہے۔ اسلام کی تعلیم یہی ہے وہ بتلاتا ہے کہ خدا ہر انسان کے دل میں ہے اور شاہرگ سے بھی نزدیک تر ہے اسلام نے کسی انسان کے لئے جائز نہیں رکھا کہ وہ انعامات الٰہی کو لوگوں پر اپنی مرضی کے مطابق تقسیم کرے لیکن خلق اللہ کی خدمت کیلئے اس نے بہت بڑا اور وسیع میدان کھول دیا ہے خود رسول کریم صلعم نے اپنی نہایت ہی مفید زندگی میں اس اصول کی خوبی اور فائدہ کو ظاہر کر دیا۔ آپ نے فرمایا میں تم جیسوں ہی کی طرح ہوں۔ اور تم میری تقلید کر سکتے ہو۔ اور فرمایا کہ میں تمہاری ہی طرح خوشی و رنج محسوس کر سکتا ہوں لیکن میں نے اللہ تعالیٰ کو ایسی صفائی سے دیکھا ہے کہ میں انسانوں میں باہمی محبت کا اصول باندھ سکتا ہوں ✦

رواداری بھی اس مذہب کا ایک قابل تحسین خاصہ ہے جو حضرت محمد صلعم دنیا میں لائے۔ آپ کے ہموطن عربوں نے سسلی پر حکومت کی اور سپانیہ پر جہاں سب عیسائی ہی عیسائی رہتے تھے سلطنت کی۔ دس بیس سال ہی نہیں بلکہ سات سو سال سے بھی زیادہ لیکن کبھی بھی اور کسی صورت میں بھی انہوں نے اس جگہ کی رعیت کو اپنے اپنے طریق پر عبادت کرنے سے نہیں روکا۔ انہوں نے عیسائی مذہب کی عزت کی۔ اور اس امر میں انہوں نے قرآن پاک کے احکام کی تعمیل کی جو غیر مسلم لوگوں سے رواداری کی سخت تاکید کرتا ہے۔ ہندوستان کے سب سے بڑے اسلامی بادشاہ جلال الدین اکبر نے ہندوستان ہی میں اپنے خوبصورت محل میں ایک بہت بڑا کمرہ بنوایا اور تمام روئے زمین کے عالموں اور فاضلوں کو دعوت دی کہ وہ وہاں آ کر اس کی حاضری میں اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کریں۔ اس طرح ہر ایک مذہب کو موقعہ دیا گیا کہ وہ اپنی خوبیاں ظاہر کرے۔ اور مذہب کے نمائندوں کی بھی بہت بڑی عزت کیجاتی تھی ✦

ہمارے سامنے دنیا کے تمام بڑے بڑے مذاہب ہیں۔ اور ہر ایک ان میں سے کم و بیش ایثار کا سبق سکھاتا ہے لیکن اسلام ایثار اور بے نفسی کی نہایت مفید تعلیم دینے میں سب پر فوقیت لے گیا ہے اسلام کی تعلیم شروع سے آخر تک خدمت خلق اللہ سے بھری ہوئی نظر آتی ہے۔ ایک مسلمان صحیح مذاق

شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے کہ اپنے نفس کی موت میں دوسروں کی زندگی ہے اور ہمیشہ کا امن و آرام اُسی نسبت سے ملیگا جس نسبت سے کہ ہر شخص اپنے نفس کو متفقہ فائدہ کے لئے ماریگا۔ رسول پاک صلعم کا مذہب ہی خلق اللہ کی خدمت اور اس کے ساتھ محبت کرنا تھا اسی غرض کے لئے اسلام نے عالمگیر اخوت کی بُنیاد ڈالی۔ اور سکھلایا کہ عوام کے فائدہ کے لئے اپنے ذاتی فائدہ کو ترک کیا جائے دُنیا کے لئے زیادہ امن و آرام تب ہی ہوگا جب وہ اس اخوت کو اختیار کرے۔ اور بلا کسی قسم کے تعصّب اور طرفداری کے تمام لوگوں کے ساتھ صدق دل سے محبت کرے۔

لکچر کے اختتام پر مولوی صدر الدین صاحب نے معزز و محترمہ جناب لکچرار صاحب کا شکریہ ادا کیا اور انگریز سامعین کی توجہ اس طرف دلائی کہ ہندوستان کے لوگوں کا دل بے نفسی اور ایثار سے دوسروں کو فائدہ پہنچانے کیلئے بڑھ رہے جس فیاضی اور عالی حوصلگی سے ہندوستان نے اپنے بچے اور لکھو کھا روپے انگلستان کو خطرہ سے بچانے کیلئے دیئے۔ وہ آئندہ نسلوں کے لئے ایک شاندار مثال کا کام دیگی۔ اور اس سے ہمیشہ کے لئے ظاہر ہوتا رہیگا کہ اہل مشرق لوگوں کو دُکھ اور مصیبت سے بچانے کو اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ اور اس قسم کے کام سے انہیں محبت ہے۔ مولوی صاحب نے کہا کہ اِس ایثار سے اُمید ہے کہ انگلستان اور ہندوستان کا باہمی تعلق زیادہ تر مضبوط ہو جائیگا۔ اور یہ بھی بتلایا کہ ان کا مشن (یعنے کارکنان مسلم مشن ووکنگ) اسبات کی ہمیشہ کوشش میں ہے کہ ان دونوں قوموں میں سچی محبت پیدا ہو جائے۔ پھر مولوی صاحب نے کہا کہ ان کی مسجد میں انگریز اور ہندوستانی ہر وقت آسکتے ہیں۔ اور جس قسم کی واقفیت اہل انگلستان حاصل کرنا چاہیں انہیں دیجا سکتی ہے۔ تاکہ دونوں قوموں میں جن کی قسمت ایکدوسرے کے ساتھ وابستہ ہے مضبوط رابطۂ اتحاد و محبت قائم ہو جائے ؎

یورپ اور اسلام

اہل یورپ اسبات کا کُھلے لفظوں میں اعتراف کرتے ہیں کہ موجودہ ترقی اور شائستگی اہل اسلام کی بدولت یورپ کو یا یُوں کہئے کہ دُنیا کو حاصل ہوئی ہے۔ اور اس کا بھی اقرار کرتے ہیں کہ وہ کبھی اِن

احسانات سے سبکدوش نہیں ہو سکتے ۔ چنانچہ سرلیبو جو علم تاریخ کا ایک مشہور پروفیسر فرانس میں گذرا ہے ہسٹری آف اسلام میں لکھتا ہے کہ :۔

"قوم عرب (مسلمان) بیشک ہماری اُستاد ہے جس سے انکار نہیں ہو سکتا جن کمالات کو ہم سمجھتے تھے کہ اوروں کی ایجاد ہونگی وہ اب ہم کو اُن کی کتابوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا جاتا ہے کہ اصل میں سب کے موجد عرب (مسلمان) ہی ہیں" ۔

یہ مورخ اپنی تائید میں سیکنڈر ہملیٹ جرمنی کا قول نقل کرتا ہے کہ "عرب کی قوموں کو خدا نے اسلئے پیدا کیا تھا کہ وہ اپنے علوم وفنون واسباب تمدن یوروپین اقوام میں پھیلائیں"۔ پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ موجودہ دور ترقی و شائستگی کا بانی مسلمانوں کو سمجھتا ہے ۔لیکن اس زمانے کے یورپین مصنفین اسلام اور اسکے احکامات کے متعلق بہت کچھ زہر اگلتے ہیں ۔ گویا ان کے نزدیک اسلام کا وجود ہی ترقی اور شائستگی کے دوڑ میں ایک سد راہ ہے اور جب تک یہ قائم ہے اس وقت تک ترقی کا حقیقی معنوں میں ہونا اگر محال نہیں تو مشکل ضرور ہے ۔ مجھے ان مصنفین کی تصنیفات پڑھنے کے بعد گونہ ہنسی معلوم ہوتی ہے ۔ کہ کیوں نہو ۔ شاگرد ۔ اُستاد کی عنایت اور مہربانیوں کا صلہ اسی طرح ادا کرتا ہے ۔خیر ۔ شاید وہ اس بات سے ناواقف ہیں کہ مسلمانوں نے اُنہیں تعلیمات پر عامل ہو کر ترقی اور شائستگی کا جھنڈا ملک اسپین میں جا گاڑا جسوقت کی تمام دنیا جہالت کی تاریکی میں پھنسی ہوئی تھی ۔ اسی تعلیم نے ترقی کا ہر شعبہ انسانوں کیلئے کھول دیا ۔ اگر اُس زمانے میں ان تعلیمات پر عامل ہونا باm ترقی پر پہنچنے کا سبب سمجھا جاتا تھا اور یہی تعلیمات حکمت اور سائنس کے حامی تھیں تو آج معلوم نہیں کہ یورپ کو کیوں ایسی تعلیمات سے نفرت ہے ۔ اور کیوں ان کو باعث جہل اور تنزل قرار دیتا ہے ۔ ذرا کثیر الازدواجی کا مسئلہ ہی کو لیجئے کہ اس پر عامل نہ ہونے سے آج یورپ کو کیا کیا دشواریاں لاحق ہوئی ہیں ۔ یہ وہی مسئلہ ہے جس پر سینکڑوں کتابیں موافقین اور مخالفین کی شائع ہو چکی ہیں لیکن اسلام چونکہ صرف ملک عرب ہی کیلئے مخصوص نہیں ہے بلکہ عالمگیر مذہب ہے ۔ اسلئے اس کی تعلیمات میں ان تمام مشکلات کا دفعیہ موجود ہے ۔ آج پنجسالہ خوفناک جنگ کے بعد جب مردوں کی کمی محسوس ہو رہی ہے تو یورپ حیران ہے کہ اس کا علاج کیونکر کرے ۔کہیں تو کثیر الازدواجی کو قانونی رنگ دیکر ایک

نیا جامہ پہنانے کی کوشش ہو رہی ہے۔ اور کہیں اسلام کے اسی اصول کو دوسری شکل میں پیش کیا جا رہا ہے لیکن یاد رہے کہ لفظوں اور شکلوں کی ردوبدل سے اصلی صورت میں فرق نہیں آسکتا۔ اور دنیا چلا اٹھیگی کہ یورپ نے اسلام کے اس مسئلہ کے سامنے بھی سر تسلیم خم کر دیا۔ اور اسلام کو نہیں تو اسلام کے ایک مسئلہ کو قبول کر لیا۔ اہل یورپ اگر آج مسلمان ہوتے تو یہ سب دقتیں پیش نہ آتیں۔ کیونکہ ان سب کا ازالہ اسلام میں موجود ہے۔ اخبار بیں اشخاص پر مخفی نہ ہوگا۔ کہ آجکل یورپ میں شرمناک افعال اس کثرت سے جاری ہیں۔ کہ ان کے بیان سے قلم لرزتا ہے شریف خاندانوں کا افعال بد میں مبتلا ہونا اور خاندان بلکہ قوم کی عزت میں بٹہ لگانا صرف اسلئے ہے کہ اسلام کی تعلیمات کے خلاف چل رہے ہیں۔ اب دوسرا مسئلہ لیجئے وہ طلاق کا ہے۔ اس پر بھی مخالفین خصوصاً اہل یورپ اعتراض کرنے سے نہ چوکے اور بہت زور کے ساتھ اس امر کو ثابت کرنا چاہا۔ کہ اس میں فرقہ اناث کے حقوق کو پامال کیا گیا ہے لیکن شاید ان لوگوں کو معلوم نہیں ہے کہ اسلام نے بصورت ضرورت اسکے لئے جائز رکھا ہے لیکن دین مسیحی میں اس وقت تک طلاق نہیں ہو سکتی جب تک عورت زنا کے مرض میں مبتلا نہ ہو اور شوہر شہادت نہ دے سکے۔ چنانچہ اس سے یہ ثابت ہوا کہ دین مسیحی زنا کا حامی ہے۔ کیونکہ جب طلاق کی ضرورت ہو تو زنا کا مرتکب ہونا شرط ہے اور جب یہ شرط ہے تو خواہ مخواہ اسمیں مبتلا ہونا لازمی ہے۔ پس آج دیکھا جاتا ہے کہ یورپ میں اس کا ایک شور مچا ہوا ہے۔ اور اس کے لئے ایک خاص اجلاس قائم کیا گیا ہے۔ اگر یورپ طلاق کے بارے میں اسلام کی تعلیمات پر عمل کرتے تو آج ان تمام شرمناک فعلوں کے ارتکاب سے چھٹکارا پاتے۔ اب تیسرا مسئلہ حرمت شراب لیجئے مسلمانوں سے بار بار سوال کیا جاتا تھا۔ کہ اسلام نے شراب کو حرام کیوں قرار دیا لیکن آج تیرہ صدی گزرنے کے بعد اہل مغرب کو معلوم ہوا کہ واقعی یہ تمام برے فعلوں کا مخزن ہے اور اسلام نے اس کو جو امّ الخبائث کے لقب سے پکارا ہے وہ بالکل بجا ہے۔ چنانچہ امریکہ میں شراب کی قطعی ممانعت ہونے کے بعد وہاں کی اخبار سے معلوم ہوا ہے کہ جیلخانوں میں قیدیوں کی آمد کم ہو گئی ہے۔ اور لوگ کاروبار میں مستعدی کے ساتھ مصروف ہو گئے ہیں۔ اور سنگین جرائم کی تعداد بھی کم ہو گئی۔ اور مختلف امراض کا بھی ایک حد تک سدّباب ہو گیا ہے۔

پیدائش اور اموات کی تعداد میں بھی کافی تغیر واقع ہوا ہے۔ چنانچہ زمانہ کی رفتار کے ساتھ ساتھ یورپ اسلامی تعلیمات پر عامل ہوتا چلا جارہا ہے۔ اور خدا کے فضل سے وہ زمانہ دور نہیں ہے کہ وہ نہ صرف اسلامی تعلیمات پر عامل ہوں گے۔ بلکہ اسلام کے آگے سر تسلیم خم کر دینگے انشاء اللہ +

از ایم۔ اے۔ مایت۔ رنگون

از اسلامک ریویو دسمبر سنہ ۲۰ ۱۹ء

اہل آرمینیا کا طرز عمل

ماخوذ از مسلم اوٹ لک

آرمینیا والوں نے تو ترکوں کے خلاف بدظنی پھیلانا اور ان پر طرح طرح کے الزامات لگانا اپنا مذہب وایمان سمجھ رکھا ہے۔ لیکن اب انہوں نے اپنے پرانے کینہ کو بائیسکوپ کی تصویروں کے ذریعہ نکالنے کا انتظام کیا ہے۔ ان تصاویر میں جو امریکہ میں تیار ہوئی ہیں۔ اور از سرتا پا جھوٹھے واقعات کو دکھلاتی ہیں آرمینیا کے مظالم وغیرہ کا دکھلانا مقصود ہے۔ ان نظاروں کو مختلف ناموں سے تعبیر کیا گیا ہے مثلاً مظلوم آرمینیا یا نیلام ازدواج وغیرہ +

اخبار ڈیلی ٹیلیگراف نے اپنے پرچہ ۲۹۔ اکتوبر سنہ ۱۹ء میں صاف صاف لکھدیا ہے۔ کہ ان تصاویر سے کچھ بھی فائدہ حاصل نہیں ہوسکتا۔ جبکہ ہم سب جانتے ہیں کہ جو کچھ دکھلایا جاتا ہے وہ سب جھوٹھ ہے +

ہمیں آرمینیا والوں کی یا کسی اور کی چالوں کا ڈر نہیں لیکن جو طریقہ انہوں نے اختیار کر رکھا ہے وہ نہایت نازیبا اور گندہ ہے +

اگر اہل آرمینیا کی غرض یہ تھی کہ انگلستان والے صحیح واقعات سے آگاہ ہوجائیں تو وہ اور طرز پر کر سکتے تھے ہمیں ان کی قوم سے کوئی عداوت نہیں۔ اور نہ ہم ان سے کد رکھتے ہیں۔ انکی عادت ہے کہ وہ یورپ اور امریکہ کو باتیں غلط بتلا کر انہیں اپنا معاون ومددگار بنانا چاہتے ہیں اور اس طرح ناجائز فائدہ اُٹھانے کا انتظام کرتے ہیں جس سے اُن کی ایشیائی ہمسایہ قومیں رنجیدہ خاطر ہوتی ہیں۔ ذیل میں ہم اُن واقعات کا اظہار کرتے ہیں جو صلح کی کانفرنس میں بمقام پیرس اس وفد کی طرف سے پیش کئے گئے جو سلطنت آذربائیجان (کاکیشیا)

کی طرف سے کانفرنس مذکور میں تحریک ہوا +

صوبہ اریوان کے بعض حصوں میں آذربائیجان کے لوگ آباد ہیں۔ ان پر فوج آرمینیا نے حملے کئے۔ اور بعض ضلعوں میں تمام کے تمام مسلمانوں کو تہ تیغ کیا۔ کسی بڈھے کو کسی عورت اور بچے کو اس قابل نہیں سمجھا کہ اس پر رحم کیا جائے۔ اور اسکی زندگی بچا لی جائے اور ساتھ اس کے سینکڑوں گاؤں کو لوٹا اور انہیں جلا دیا۔ یہ ایک حقیقت ہے اور اسمیں ذرہ بھی خلاف نہیں کہ آرمینیا والوں نے بولشویکوں کے جامہ میں مسلمانوں پر حملہ کیا۔ اور کئی دن برابر قتل عام کر کے باراں ہزار سے زیادہ لوگوں کی گردنیں کاٹیں جن میں کثرت بوڑھے لوگوں عورتوں اور بچوں کی تھی +

سماخا کے اس علاقہ میں جہانکہ مسلمانوں کی زیادہ آبادی ہے آرمینیا والوں نے بہت ہی ظلم وستم کو روا رکھا مسلمانوں کا قتل عام ہزارہا خاندانوں کی تباہی گولیوں سے لوگوں کا اڑایا جانا اور سینکڑوں گاؤں کا جن میں سماخا کا پرانا شہر آذربائیجان بھی ہے برباد کیا جانا ان سب باتوں سے ظاہر ہے کہ اہل آرمینیا ہی کا کام یہ ہے اور بولشویکوں کا اسمیں کچھ بھی دخل نہیں +

بولشویک بھی جن کی آڑ میں آرمینیا والے مظالم کر رہے تھے خاموش نہیں رہے انہوں نے آخر الذکر قوم کی وحشیانہ حرکت کے خلاف آواز اٹھائی جنہوں نے مسلمانوں کے خلاف اپنی قومی نفرت کو دل کھول کر ظاہر کیا +

تمام ظلم وستم مسلمانوں ہی پر کیا گیا جس کی وجہ سے خود بولشویک اور دیگر اس جگہ کے غیر مسلم لوگوں نے آرمینیا والوں کو لعنت وملامت کی۔ مدرسہ باکو کے عملہ نے بھی نام نہاد بالشویکیں (آرمینیوں) کی اس روش کو نہایت خطرناک وسنگناک خیال کیا +

چونکہ آرمینیوں کا ہر ایک محکمہ میں عمل دخل ہے۔ اسلئے اخبار بولشویک پر بھی اُن کا ایک قسم کا قبضہ ہے۔ اور اسمیں نہ صرف وہاں کے متوسط درجہ کے لوگوں پر ہی بلکہ لکھے پڑھے مسلمانوں پر ہی انصاف پسند پارٹی کے خلاف ہونے کا الزام لگایا گیا۔ اور ان کو قسم قسم کی تکالیف دی گئیں اُن کی جائدادیں ضبط کر لی گئیں اور جس طرح ممکن ہوا انہیں تکلیف دی گئی۔ اس کا نتیجہ لازمی یہ ہوا

کہ آذربائیجان کے اکثر لوگ باکو اور اس کے گرد و نواح کو چھوڑ کر بھاگ گئے تاکہ آرمینیا قوم رستوں (بالشویکوں) کے ظلم و تعدی و وحشیانہ حرکات سے مخلصی ملے +

باکو کے آرمینی لوگوں کو مسلمانوں پر سختی کرنے میں آرمینی نیشنل کونسل کی ہدایت کے مطابق آرمینی فوجوں نے بھی مدد دی +

اصحاب ذیل نے بھی برائے امداد مسلم مشن ووکنگ عطیہ جات عنایت فرما کر مینجنگ کمیٹی بلا و غیر کو مشکور فرمایا + یہ عطیہ جات از ابتدائے جنوری سنہ ۱۹۱۹ء تا بتاریخ ۲۳ مارچ سنہ ۱۹۲۰ء وصول ہوئے۔

جنوری سنہ ۱۹۲۰ء	عطیہ	محمد	کانپور	۴-۰-۰
"	"	جناب شہزادہ عبدالرحیم بیگ صاحب ای-اے-سی	مردان	۴-۰-۰ عطیہ سالانہ
فروری سنہ ۱۹۲۰ء	"	جناب یعقوب حسین خان صاحب	اودھ	۱۰-۸-۰
"	"	جناب میاں فضل حق صاحب - لوند	پشاور	۶۰-۰-۰
"	"	جناب الیس امیر شاہ صاحب	میانوالی	عطیہ ۱۰-۶-۰
"	"	جناب بابو احمد علی صاحب سرویر	خیر پور سندھ	۲۰-۰-۰
"	"	جناب شیخ مولا بخش صاحب	لائلپور	۲۲-۰-۰
"	مفت اشاعت	جناب محمد رمضان صاحب اسسٹنٹ سرجن	پارہ چنار	۵-۰-۰
"	عطیہ	جناب خان بہادر نواب حمید اللہ خان صاحب	بھوپال	۵۰-۰-۰
مارچ	اعانت	جناب شیخ خدا بخش صاحب	مردان	۱۰-۰-۰
"	عطیہ	جناب ڈاکٹر ایم-اے شاہ صاحب	ڈیرہ دون	۱۱-۱۳-۰
"		جناب عبدالرحمن حامد قریشی صاحب	لعدار	۲-۰-۰
"	"	جناب مرزا عبدالکریم صاحب - دفتر ریونیو کمشنر	پشاور	۳۲-۰-۰
"	"	جناب ڈاکٹر حاجی - پی - ایچ قاسم صاحب ایم - بی - بی	کراچی	۲۰-۰-۰
"	بشیر بادشاہ فنڈ	جناب شہاب الدین صاحب انسپکٹر داود زئی	پشاور	۳۰-۰-۰
"	عطیہ	جناب شیخ خدا بخش صاحب	مردان	۱۰-۰-۰

مارچ سنہ ۱۹۲۰ء	عطیہ	جناب محمد عبد المنان صاحب حوالدار ۴۰ سگنل کمپنی	ڈیرہ اسمٰعیلخان	۱۰۔۰۔۰
"	"	جناب ابو الخلیل صاحب		۸۰۔۱۲۔۰

نوٹ۔ اگر کسی صاحب کی رقم رسالہ ہذا میں درج نہ ہوئی ہو یا اُن کے عطیہ کی رسید اُن کی خدمت میں نہ پہنچی ہو تو وہ براے مہربانی بذریعہ کارڈ رقم عطیہ اور تاریخ روانگی رقم سے راقم کو مطلع فرماکر مشکور فرماویں +

خاکسار۔ سکرٹری مینیجنگ کمیٹی بلاد غیر دوکنگ مشن

ذیل کے معزز اصحاب نے ازراہ محبت اسلام ووکنگ مشن کے لئے حسب ذیل مستقل سالانہ امداد دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزاء خیر دے۔ اور اسلام کیخدمت کرنے کی انہیں بیش از بیش توفیق دے مینیجنگ کمیٹی بلاد غیر ووکنگ مشن اُن کی اس ہمدردی کی مشکور ہے +

عالیجناب نواب صاحب ریاست امب	علاقہ پشاور	۵۰۔۰۔۰
جناب شیخ خدا بخش صاحب سب رجسٹرار	مردان	۱۲۰۔۰۔۰
جناب میاں فیروز الدین صاحب رئیس	نوشہرہ	۱۰۰۔۰۔۰
جناب حاجی جان محمد صاحب رئیس	پشاور	۲۴۰۔۰۔۰
جناب میاں فضل حق صاحب آنریری مجسٹریٹ	مردان	۱۲۰۔۰۔۰
جناب خان فضل رحمن صاحب رئیس	شبقدر	۱۰۰۔۰۔۰
جناب میاں عبد اللہ جان صاحب رئیس برگرام	پشاور	۱۰۰۔۰۔۰

خاکسار۔ آنریری سکرٹری مینیجنگ کمیٹی بلاد غیر ووکنگ مسلم مشن

ضروری التماس } ناظرین کرام کیخدمت میں التماس ہے کہ رسالہ ہذا ہر ماہ کی ۲۶ تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔ اگر کسی صاحب کیخدمت میں رسالہ بروقت نہ پہنچے تو ۱۰ تاریخ تک دفتر میں اطلاع بھیجدیا کریں۔ اور نمبر خریداری کا حوالہ دیدیا کریں۔ اسکی تعمیل کیجائیگی + مینیجر

مارچ ۱۹۲۶ء	عطیہ	جناب محمد عبدالمنان صاحب حوالدار ۳۸ سگنل کمپنی	ڈیرہ اسمعیلخان	۱۰-۰-۰
"	"	جناب ابوالخلیل صاحب		۸۰-۱۲-۰

نوٹ - اگر کسی صاحب کی رقم رسالہ ہذا میں درج نہ ہوئی ہو یا اُن کے عطیہ کی رسیدان کی خدمت میں نہ پہنچی ہو تو وہ برائے مہربانی بذریعہ کارڈ رقم عطیہ اور تاریخ ہوانگی رقم سے راقم کو مطلع فرماکر مشکور فرماویں +

خاکسار - سکرٹری مینیجنگ کمیٹی بلاد غیر دوکنگ مشن

ذیل کے معزز اصحاب نے ازراہ محبت اسلام ووکنگ مشن کے لئے حسب ذیل مستقل سالانہ امداد دینے کا وعدہ فرمایا ہے - اللہ تعالیٰ انہیں جزاء خیر دے - اور اسلام کی خدمت کرنے کی انہیں بیش از بیش توفیق دے - مینیجنگ کمیٹی بلاد غیر ووکنگ مشن اُن کی اس ہمدردی کی مشکور رہے +

عالیجناب نواب صاحب ریاست انب	علاقہ پشاور	۵۰۰-۰-۰
جناب شیخ خدا بخش صاحب سب رجسٹرار	مردان	۱۲۰-۰-۰
جناب میاں فیروز الدین صاحب رئیس	نوشہرہ	۱۰۰-۰-۰
جناب حاجی جان محمد صاحب رئیس	پشاور	۲۴-۰-۰
جناب میاں فضل حق صاحب آنریری مجسٹریٹ	مردان	۱۲۰-۰-۰
جناب خان فضل رحمن صاحب رئیس	شبقدر	۱۰۰-۰-۰
جناب میاں عبداللہ جان صاحب رئیس برگرام	پشاور	۱۰۰-۰-۰

خاکسار - آنریری سکرٹری مینیجنگ کمیٹی بلاد غیر ووکنگ مسلم مشن

ضروری التماس } ناظرین کرام کی خدمت میں التماس ہے کہ رسالہ ہذا ہر ماہ کی ۲۶ تاریخ کو شائع ہوتا ہے - اگر کسی صاحب کی خدمت میں رسالہ بروقت نہ پہنچے تو ۱۰ تاریخ تک دفتر میں اطلاع بھیجدیا کریں - اور نمبر خریداری کا حوالہ دیدیا کریں - اسکی تعمیل کیجائیگی + مینیجر

اسلامیہ سٹیم پریس لاہور بیرون دروازہ لاہوری میں حافظ مظفر الدین صاحب کے اہتمام سے چھپا اور خواجہ عبد الغنی ، مینجر اشاعت اسلام لاہور نے شائع کیا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

اشاعتِ اسلام

اُردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لندن

زیرِ ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی — مسلم مسنری — صدر الدین بی اے بی ٹی

قیمت سالانہ تین روپے

یہ کارِ ثواب ہے کہ آپ اِن رسالجات کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمدنی حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے ایک تہائی اخراجات کی ذمہ وار ہو سکتی ہے۔

جلد (۶) | بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۲۰ء | نمبر (۵)

فہرست مضامین

ضروری اعلان

تمام ترسیل زر متعلقہ رسالہ ہذا و اسلامک ریویو و امداد مسلم مشن ووکنگ و بلاد غیر بنام فنانشل سکرٹری اشاعت اسلام بلاد غیر و ووکنگ مشن عزیز منزل۔ لاہور اور باقی کل خط و کتابت بنام مینجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور ہونی چاہیئے +

مینجر رسالہ اشاعت اسلام

زکوٰۃ و صدقات کا بہترین مصرف

از روئے تعلیم قرآن اشاعت اسلام بھی مصرف زکوٰۃ و صدقات کا ہے۔ اگر آپ صرف رقم زکوٰۃ کو ان رسالوں کی مفت تقسیم پر یا اس اسلامی مشن کی دیگر ضروریات پر خرچ کریں۔ تو آپ اپنے فرض سے سبکدوش ہوں گے + مینجر

اسلام کی سخت احتیاج

اس وقت یہ ہے کہ اسکی اصل تعلیم کو بلاد غربیہ کے کونوں میں پہنچا دیا جائے۔ اور اس کے چہرے پر سے ان بدنما داغوں کو دور کیا جائے جو پادریوں کی افترا کا نتیجہ ہے مسلمانو ہماری اس کام میں مدد کرو۔ مینجر

اس رسالہ میں دو شیر خوار انگریز نژاد مسلم بچوں کی تصویر شائع کیجاتی ہے۔ دائیں ہاتھ جس بچہ کی تصویر ہے اس کا نام نصیر ہے۔ اور بائیں طرف والی بچی کا نام ناصرہ ہے یُوں تو دُنیا میں ہر آن توالد و تناسل کا سلسلہ جاری ہے لیکن جو امتیازی خصوصیت اِن دو شیر خوار بچوں کو ہے۔ اور جس کے لئے رسالہ ہذا کے ساتھ ان سعید بچوں کی تصویر شائع کیجاتی ہے وہ یہ ہے کہ ان سعید رُوحوں نے اُس مبارک با برکت خاندان میں جنم لیا ہے جو اسلام کی دولت سے متمتع ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ بہت سے مولود اس قسم کے سرزمینِ تثلیث میں پیدا فرمائے۔ جس سے اسلامی برادری میں اضافہ ہو۔ اور جن کے دِل میں اسلام کی حقیقی عشق و تڑپ ہو +

گذشتہ اشاعت میں ایک مجمل سی روئیداد حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کے لیکچر "دین فطرت" کی دیگئی تھی۔ جو انگریزی زبان میں انہوں نے فروری سنہ ۱۹۲۰ء کو مدراس کے

لالی ہال میں فرمایا۔ اس لیکچر کے بعد حضرت خواجہ صاحب کے دو اور مہتم بالشان لیکچر "انگلستان میں تبلیغ اسلام" اور "لیگ مذاہب اور پیغام مسلم" اردو اور انگریزی زبان میں مدارس کے وکٹوریہ ہال میں منعقد ہوئے۔ جن میں سامعین کی معتد بہ تعداد تھی۔ اور جن کی اجمالی کیفیت ہمارے پاس مدراس کے مشہور ومعروف انگریزی اخبار ہندو کے ذریعہ وصول ہوئی ہے جس کو ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے اردو میں ترجمہ کرکے اسی رسالہ میں کسی دوسری جگہ حضرت خواجہ صاحب کے لیکچر مدراس میں کے عنوان کے نیچے شائع کرتے ہیں۔ امید ہے کہ ہر دو لیکچر احباب کی دلچسپی کا موجب ہونگے

جو مسلم برادران وطن نے ہمارے سفیران مسلم مشن ووکنگ کے ساتھ ان کے دورہ بمبئی مدراس جنوبی ہند و ملک میسور میں حسن خلق۔ محبت و اخلاص سے پیش آئے ہیں۔ اور اپنی طاقت و استطاعت کے مطابق مسلم مشن ووکنگ کی مالی اعانت بھی فرمائی ہے ہم ان سب کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کو اپنی درگاہ سے اجر عظیم عطا فرمائے۔ اور انہیں اور بھی دینی کاموں میں حصہ لینے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین۔

اُمید واثق ہے۔ کہ ماہ رمضان تک انشاء اللہ تعالیٰ اسلامک ریویو کا تامل زبان میں ترجمہ مدراس سے ماہوار شائع ہونا شروع ہو جائیگا۔ رسالۂ مذکور مدراس سے ایک قابل گریجوایٹ کی زیر اہتمام شائع ہوا کریگا۔ جو کہ تامل زبان میں خاصہ ملکہ رکھتے ہیں اور کہ جن کی تامل تحریر و تقریر کا سکہ تمام جنوبی ہند۔ سماٹرا۔ جاوا اور سیلون تک اور جہاں جہاں تامل زبان بولی جاتی ہے بیٹھ چکا ہے +

رسالہ مذکورہ کا پراسپکٹس تامل جاننے والے احباب میں کثرت سے تقسیم ہو رہا ہے ہال جنرل کا سالانہ چندہ بھی رسالہ اردو اشاعت اسلام کی طرح غالباً تین روپیہ محصول ڈاک ہوگا +

۔ اسی رسالہ میں دوسری جگہ حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب ایم اے۔ ایل ایل۔ بی

مصنف انگریزی ترجمۃ القرآن مع تفسیر کا ایک جلیل القدر مضمون "خلافت اسلامیہ" ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے جس میں آپ نے قرآن کریم و احادیث نبوی سے خلافت اسلامیہ پر روشنی ڈالی ہے۔ اور جس کو تمام دنیا نے قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے +

ووکنگ کے تازہ ترین مراسلات سے معلوم ہوا ہے کہ مسلم مشن ووکنگ اس وقت کل مسلم دنیا کا مرکز بن چکا ہے۔ اور مسلمین و غیر مسلمین کے استفسارات کی ڈاک روز افزوں ترقی پر ہے۔ حلقہ کار کی وسعت اور مطالبات مسلم و غیر مسلم اس امر کے متقاضی ہیں کہ کچھ اور قابل مسلم احباب بعجلت تمام ووکنگ روانہ ہوں۔ یہ اہم معاملہ "اشاعت اسلام بلاد غیر و ووکنگ مشن" ٹرسٹ کے زیر غور ہے۔ عنقریب مناسب کارروائی کیجیاوے گی +

[illegible] المبلغین کے تحصیل علم دینی میں ہمہ تن مصروف ہیں ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بہت جلد دینی علم سے ان کو [illegible] فرمائے۔ اور [illegible] علائے کلمۃ اللہ کیلئے وہ ممالک غیر میں جانے کے قابل ہو سکیں +

بغداد شریف سے بعض مخلص مسلمین نے جو اسلام کی اشاعت کا کوئی موقع و محل کسی بھی وقت ہاتھ سے نہیں کھوتے حال ہی میں ایک معتد بہ رقم "اشاعت اسلام بلاد غیر و ووکنگ مشن" ٹرسٹ کو بدیں غرض ارسال فرمائی ہے کہ بعض غیر مسلمین کے نام پر رسالہ اسلامک ریویو انگریزی ان کی طرف سے مفت بطور صدقہ جاریہ جاری کیا جاوے۔ اللہ تعالیٰ ان جوشیلے مسلمین کو جزاء خیر عطا فرمائے۔ اور جن غیر مسلمین کے نام پر انہوں نے اسلامک ریویو مفت جاری کرایا ہے ان کو اللہ تعالیٰ انشراح صدر عطا فرمائے +

التماس ضروری

ناظرین کرام کی خدمت میں التماس ہے۔ کہ صفحہ ۲۰۱ لغایت ۲۰۸ کی بجائے ۲۰۹ لغایت ۲۱۶۔ اور ۲۱۷ لغایت ۲۲۴ کی بجائے ۲۲۵ لغایت ۲۳۲ نمبر صفحات درست سمجھیں

لالی ہال میں فرمایا۔ اِس لیکچر کے بعد حضرت خواجہ صاحب کے دو اور مہتم بالشان لیکچر "انگلستان میں تبلیغ اسلام" اور "لیگ مذاہب اور پیغام مسلم" اردو اور انگریزی زبان میں بمبارمن کے وکٹوریہ ہال میں منعقد ہوئے۔ جن میں سامعین کی معتد بہ تعداد تھی۔ اور جن کی اجمالی کیفیت ہمارے پاس مدراس کے مشہور و معروف انگریزی اخبار ہندو کے ذریعہ وصول ہوئی ہے جس کو ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے اردو میں ترجمہ کر کے اسی رسالہ میں کسی دوسری جگہ حضرت خواجہ صاحب کے لیکچر مدراس میں کے عنوان کے نیچے شائع کرتے ہیں۔ امید ہے کہ ہر دو لیکچر احباب کی دلچسپی کا موجب ہونگے

جو مسلم برادران وطن نے ہمارے سفیران مسلم مشن ووکنگ کے ساتھ اُن کے دورہ بمبئی مدراس جنوبی ہندوستان و ملک میسور میں حسن خلق۔ محبت و اخلاص سے پیش آئے ہیں اور اپنی طاقت و استطاعت کے مطابق مسلم مشن ووکنگ کی مالی اعانت بھی فرمائی ہے ہم ان سب کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کو اپنی درگاہ سے اجر عظیم عطا فرمائے۔ اور انہیں اور بھی دینی کاموں میں حصہ لینے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین۔

اُمید واثق ہے۔ کہ ماہ رمضان تک انشاء اللہ تعالیٰ اسلامک ریویو کا تامل زبان میں ترجمہ مدراس سے ماہوار شائع ہونا شروع ہو جائیگا۔ رسالہ مذکور مدراس سے ایک قابل گریجوایٹ کی زیر اہتمام شائع ہوا کریگا۔ جو کہ تامل زبان میں خاصہ ملکہ رکھتے ہیں اور کہ جن کی تامل تحریر و تقریر کا سکہ تمام جنوبی ہند۔ سماٹرا۔ جاوا اور سیلون تک اور جہاں جہاں تامل زبان بولی جاتی ہے بیٹھ چکا ہے +

رسالہ مذکورہ کا پراسپکٹس تامل جاننے والے احباب میں کثرت سے تقسیم ہو رہا ہے تامل جنرل کا سالانہ چندہ بھی رسالہ اُردو اشاعت اسلام کی طرح غالباً تین روپیہ محصولڈاک ہوگا +

اِسی رسالہ میں دوسری جگہ حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب ایم اے۔ ایل ایل۔ بی

مصنف انگریزی ترجمۃ القرآن مع تفسیر کا ایک جلیل القدر مضمون "خلافت اسلامیہ" ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے جسمیں آپ نے قرآن کریم و احادیث نبوی سے خلافت اسلامیہ پر روشنی ڈالی ہے۔ اور جس کو تمام دنیا نے قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے +

ووکنگ کے تازہ ترین مراسلات سے معلوم ہوا ہے کہ مسلم مشن ووکنگ اس وقت کُل مسلم دنیا کا مرکز بن چکا ہے۔ اور مسلمین و غیر مسلمین کے استفسارات کی ڈاک روز افزوں ترقی پر ہے۔ حلقہ کار کی وسعت اور مطالبات مسلم و غیر مسلم اس امر کے متقاضی ہیں کہ کچھ اور قابل مسلم احباب بعجلت تمام ووکنگ روانہ ہوں۔ یہ اہم معاملہ اشاعت اسلام بلاد غیر ووکنگ مشن" ٹرسٹ کے زیر غور ہے۔ عنقریب مناسب کارروائی کیجاویگی +

جزاء المبلّغین کے تحصیل علم دینی میں ہمہ تن مصروف ہیں ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بہت جلد دینی علم سے ان کو [illegible] فرمائے۔ [illegible] اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے وہ ممالک غیر میں جانے کے قابل ہوسکیں +

بغداد شریف سے بعض مخلص مسلمین نے جو اسلام کی اشاعت کا کوئی موقع و محل کسی بھی وقت ہاتھ سے نہیں کھوتے حال ہی میں ایک معتدبہ رقم "اشاعت اسلام بلاد غیر ووکنگ مشن" ٹرسٹ کو بدیں غرض ارسال فرمائی ہے کہ بعض غیر مسلمین کے نام پر رسالہ اسلامک ریویو انگریزی ان کی طرف سے مفت بطور صدقہ جاریہ جاری کیا جاوے۔ اللہ تعالیٰ ان حسنیہ مسلمین کو جزاء خیر عطا فرمائے۔ اور جن غیر مسلمین کے نام پر انہوں نے اسلامک ریویو مفت جاری کرایا ہے ان کو اللہ تعالیٰ انشراح صدر عطا فرمائے +

التماس ضروری

ناظرین کرام کی خدمت میں التماس ہے۔ کہ صفحہ ۲۰۱ لغایت ۲۰۸ کی بجائے ۲۰۹ لغایت ۲۱۶۔ اور ۲۱۷ لغایت ۲۲۴ کی بجائے ۲۲۵ لغایت ۲۳۲ نمبر صفحات درست سمجھیں

کپتان جلال الدین ڈیوڈسن کا قبولِ اسلام

کپتان جلال الدین ڈیوڈسن کا فوٹو مارچ ۱۹۲۰ء کے نمبر رسالہ اشاعت اسلام میں شائع ہوچکا ہے لیکن فوٹو کے نیچے انگریزی زبان میں جو دلچسپ کیفیت ان کے اظہار اسلام کی ہے ہمیں افسوس ہے کہ وہ اردو دان ناظرین کرام تک نہیں پہنچی۔ اسلئے اُردو دان احباب کے لئے ذیل میں درج کردیجاتی ہے۔ ایڈیٹر

مورخہ ۲۲۔ اگست ۱۹۱۹ء میری زندگی کے نہایت ہی مسرت آمیز لمحوں میں سے تھا۔ یہ معرکۃ الآراء و قابل یادگار دن ہے جبکہ میں مشرف بہ اسلام ہوا۔ قریباً ایک سال کے عرصہ سے اس معاملہ پر نہایت ہی سنجیدگی سے غور و تدبر کر رہا تھا۔ اور اسی اثنا میں میں نے مذہب اسلام کا اچھی طرح سے مطالعہ کر لیا +

سب سے پہلی بات جو میرے دل میں جاگزین ہوئی۔ وہ اس عظیم الشان مذہب اسلام کی سادہ و معقول تعلیم ہے جس پر اس مذہب کی بنیاد ہے۔ ایک رات میں مصر کے دریا کے کنارے گھوڑے پر سواری کر رہا تھا اثنائے سواری میں میں مسلمانوں کو نماز ادا کرتے دیکھ کر کھڑا ہو گیا۔ اور اُن کے طرز عبادت کی توصیف و ستائش دل ہی دل میں کرنے لگا کسی زائر کو ایسے لوگوں کی طرز عبادت دیکھ کر حیرانی ہو جاتی ہے۔ جن کا اللہ تعالیٰ سے براہ راست تعلق ہے۔ اور درمیان میں کسی وسائط کی انہیں ضرورت نہیں +

آخر الامر مجھے یقین ہو گیا۔ کہ میں اس عقیدہ پر ہرگز کسی صورت میں بھی نہیں رہ سکتا۔ اور وہ میرے اطمینان قلب کا بھی موجب نہیں ہو سکتا۔ جس کے گوشۂ کنار و عاطفت میں میں نے پرورش پائی +

جلال الدین ڈیوڈسن

قرآن مجید کا ترجمہ تلگوئی زبان میں

ذیل میں ہم ایک خط کا اقتباس جو ہمیں علاقہ مدراس کے ایک علمدوست ہندو جنٹلمین کی طرف سے موصول ہوا ہے درج کرتے ہیں۔ جیسا کہ اس خط سے معلوم ہوتا ہے صاحب موصوف نے قرآن مجید کا تلگوئی زبان میں ترجمہ کیا ہے مسلمانوں کے لئے کس قدر غیرت کا مقام ہے کہ دوسرے مذاہب کے لوگ تو قرآن کریم کا ترجمہ کریں۔ اور خود مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ دوسروں کو تو کیا تبلیغ قرآن کریں گے۔ وہ خود اپنے بچوں کو بھی قرآن پڑھنے اور قرآن کی تعلیم پر عمل کرنے کی طرف توجہ نہیں کرتے بہر حال اس مکتوب کا ترجمہ یہ ہے:- ایڈیٹر

"High Road. Egmore (Madras)

20th February, 1920

بخدمت جناب خواجہ کمال الدین صاحب و جناب مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی مسلم مشنری۔

پیارے صاحبان! میں آپ کو قرآن مجید کے نوٹ تلنگوئی ترجمہ کی چار جلدیں بھیجتا ہوں جو میں نے ابھی ابھی شائع کیا ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ آپ انکو دیکھ کر بہت خوش ہونگے۔ مجھے اس ترجمہ کی اشاعت کی کئی برسوں سے خواہش تھی۔ اور اس لئے میں نے سیل۔ راڈول۔ پامر اور نیز مرزا افضل الہ آبادی اور ڈاکٹر حکیم خان کرنالی کے تراجم مطالعہ کئے۔ حال ہی میں مجھے آپکا ترجمہ مسٹر ایم احمد بادشاہ صاحب بی اے سیکنڈ لائن بیچ مدراس سے دستیاب ہوا۔ میں نے آپ کے ترجمہ کو ان سب سے اعلیٰ پایا۔ اور آپکے نوٹ بھی نہایت قیمتی اور قابل قدر ہیں۔ انہی اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے جو اسلام سکھاتا ہے میں نے قرآن مجید کا ترجمہ تلنگوئی زبان میں بطور نمونہ کیا ہے۔ اور دیکھنا چاہتا ہوں کہ پبلک اسکو کس نگاہ سے دیکھتی ہے +

میں خوشی سے کہتا ہوں کہ ایک ہندو جنٹلمین نے اور ایک تلنگوئی دان مسلمان نے لکھا ہے کہ

وہ میرے اس کام کو بہت وقعت کی نظر سے دیکھتے ہیں*

آپ کا صادق

M. Venkata Ratnam.

بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام

مراسلہ ووکنگ نمبر ۶

مسٹر پکتھال کی اہلیہ صاحبہ کا قبول اسلام

برادران! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اس ہفتہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ایک اور انگریز خاتون داخل حلقۂ اسلام ہوئیں۔ یہ خاتون مسٹر مارمیڈیوک پکتھال کی اہلیہ ہیں مسٹر مارمیڈیوک کو اسلام قبول کئے ہوئے کوئی دو سال کا عرصہ ہو گیا۔ اور اس عرصہ میں انہوں نے اسلام کی جو خدمات کی ہیں اور مسائل اسلامیہ بالخصوص ٹرکی کے مسئلہ میں انہوں نے تحریری تقریری جو کچھ جدوجہد کی ہے اس سے ہندوستان کے اکثر مسلمان واقف ہیں آجکل بھی وہ ان اسلامی کاموں ہی میں اپنے وقت کا کثیر حصہ صرف کرتے ہیں۔ کچھ عرصہ سے مکرمی ومخدومی خواجہ صاحب کے تشریف لے جانے کے بعد وہ لندن مسلم ہوس میں جمعہ کی امامت بھی کراتے رہے۔ لیکن خاوند کی ان اسلامی خدمات اور سرگرمیوں کے باوجود اس آزاد ملک میں بیوی کا بھی اس کا ہم خیال اور ہم عقیدہ ہونا ضروری نہیں۔ نہ ہی یہ ہوتا ہے کہ کسی مرد کے مسلمان نہ ہونے سے اسکی عورت کو قبول اسلام کی جرأت نہ ہو یہی وجہ ہے کہ مسٹر پکتھال کی اہلیہ صاحبہ کے قبول اسلام کے اعلان کی مسرت آج ہمیں حاصل ہوئی ہے۔ اس سے پتہ لگتا ہے کہ ووکنگ مسلم مشن کے نومسلمین کس قدر کافی عرصہ تک تحقیقات اور غور وفکر کرنے کے بعد مسلمان ہوتے ہیں۔ اور اُن کے دلوں پر اسلام کا کس قدر زبردست اثر قائم رہ سکتا ہے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ خاتون موصوفہ کو اپنے خاوند کی طرح خادم دین اسلام بنائے۔ اور وہ دوسروں کے لئے نیک نمونہ ثابت ہو۔ آمین

مراسلہ ووکنگ نمبر ۷

ایک کمپنی کے ڈائرکٹر مسٹر الیشٹن صاحب کا اسلام

مکرمی! السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ - قبل ازیں بارہا تجربہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ انگلستان کے مسیحی ملک میں جہاں بہت سے ایسے لوگ ہیں - جو اپنے خیالات و معتقدات کے لحاظ سے کوسوں دور اور اسلام سے بہت نزدیک ہیں اگرچہ انہیں اس بات کا کوئی علم نہیں کہ جن اصولوں کے وہ قائل ہیں وہ اسلام ہی کے اصول ہیں - وہیں اسی ملک کے اندر ایسے بھی لوگ ہیں جو اندر ہی اندر اسلام سے واقف ہو کر دل سے اس پر ایمان لا چکے ہیں لارڈ ہیڈلی مرحوم کا واقعہ مشہور عام ہے - اس کے بعد بھی جب سے ووکنگ میں تبلیغی کام شروع ہوا ہے - بعض ایسے اندرونی مسلمانوں کا پتہ مل ہی جاتا ہے - ان ہی چھپے مسلمانوں میں سے ایک مسٹر الیشٹن ہیں جو بہت قابلیت کے انسان ہیں اور مڈلینڈ فر کمپنی میلورن (انگلستان) Midland Fur Co کے ڈائرکٹر ہیں حال ہی میں ان کا ایک خط قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ کے لئے آیا - اور اسی میں اس کا بھی اظہار تھا - کہ وہ پہلے سے مسلمان ہیں - ان کا یہ اظہار یہاں کے نومسلمین کی تعداد میں ایک معتدبہ اضافہ ہے - فالحمد علی ذالک +

معلوم نہیں ابھی کتنے اسلام کے فدائی اس سرزمین تثلیث میں چھپے ہوئے بیٹھے ہیں - اور پاک مذہب کے تیر صداقت کے گھائل ہو کر دل ہی دل میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھ چکے ہیں - دعا ہے کہ اللہ تعالے ان سب کو اظہار ایمان کی جرات عطا فرمائے - اور اسلام کے قدم کو سرزمین مادیت و تثلیث میں مضبوطی کے ساتھ جما دے +

خاکسار - دوست محمد از ووکنگ انگلستان

التماس - ناظرین کرام رسالہ اسلامک ریویو انگریزی و اردو رسالہ اشاعت اسلام کو توسیع اشاعت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں + مینیجر

ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع الخ

بقرہ ۸۶

جو بلا آئی ہدایت ہو گئی | ٹھیس ہادیٔ طریقت ہو گئی
خارِ راہ چبھ کر عصائے راہ ہُوا | لغزشِ پا استقامت ہو گئی
آئیں تکلیفیں جگانے کیلئے | مرہم کاری جراحت ہو گئی
مصقلِ جوہر ہوئیں ناکامیاں | اے عجب! ذلت سے عزت ہو گئی
بے زری نے اغنیا چیں مار دیں | میری عُسرت میری عشرت ہو گئی
بیکسی نے مجھ کو مستغنی کیا | مجھ کو غیروں سے فراغت ہو گئی
دل نے آخر چھوڑ دی اُمیدِ غیر | بیوفائی انکی شفقت ہو گئی
جا لگاہ آخر ٹکی اُس ذات پر | بےرُخی یاروں کی رحمت ہو گئی

اِنّا لِلّٰہ وَاِنّا اِلیہِ رَاجِعُون

میری بے ہنری سے توقیرِ ہنر | میری پستی زیبِ رفعت ہو گئی
خوش رہا جب تک رہا ناآشنا | علم کیا آیا مصیبت ہو گئی

(از کلکتہ ۱۰۔ اپریل سنہ ۱۹۲۰ء ۔ خواجہ کمال الدین)

خلافتِ اسلامیہ بروئے قرآن و حدیث

(از قلم حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی مصنف انگریزی ترجمۃ القرآن)

عالمگیر جنگِ عظیم نے دولتِ عثمانیہ کی قسمت کا فیصلہ مدبرانِ یورپ کے ہاتھوں میں دیدیا ہے اس مسئلہ نے نہایت پیچیدگی اختیار کی ہے۔ اور غالباً یہی وجہ ہے کہ مجلس صلح اس کو بار بار ملتوی کرنے پر مجبور ہوتی ہے مختلف مشکلات میں سے جو دول فاتحہ کے نمایندگان کو اس وقت درپیش ہیں غالبا سب سے بڑی مشکل یہی مسئلہ خلافت اسلامیہ ہے اسلامی دنیا متواتر یہ نظارہ دیکھتی رہی کہ اسلامی سلطنتیں یکے بعد دیگرے مسیحی یورپ کی روز افزوں تشنگی مملکت کا شکار ہوتی جا رہی ہیں مگر دولت عثمانیہ کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا یہ آخری مرحلہ جس پر اب یورپ تلا ہوا ہے صرف یہ معنی نہیں رکھتا کہ اسلام کی دنیوی طاقت کو صدمہ پہنچے گا۔ بلکہ اس کا اثر اس سے بہت بڑھ کر ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اسلامی نکتہ نگاہ سے خلافت کا مذہبی مفہوم بیخ و بن سے اکھڑ جائے۔ اسلئے یورپ کے ارباب حل و عقد کیلئے بہتر ہوگا کہ اس اہم ترین مسئلہ کے متعلق کوئی عملی کارروائی کرنے سے قبل خوب غور و خوض سے کام لیں +

اس نازک وقت میں یورپ کا فرض اولین یہ ہے کہ اسلامی نکتہ نگاہ سے خلافت کا مفہوم وضاحت سے سمجھ لیں۔ اسلامی عقاید کے متعلق یورپ میں انواع و اقسام کی غلط فہمیاں پھیل رہی ہیں جن میں سب سے بڑا سبب بلا شبہ یہ ہے کہ مذہب اسلام دیگر مذاہب عالم میں سے عیسائیت کا سب سے بڑا حریف ہے لیکن جب مدبرین یورپ خلافت جیسے نازک مذہبی مسئلہ کا فیصلہ کرنے بیٹھیں تو ان کا فرض ہے کہ وہ اس مسئلہ کا وہ غلط مفہوم دل سے نکال لیں جو شاید عیسائیت کے ایک اعتقاد کے ساتھ اس مسئلہ کی غلط مشابہت نے ان کی نظروں میں بظاہر معقول بنا دیا ہو اور صحیح اسلامی مفہوم کو بخوبی ذہن نشین کر لیں +

اہل یورپ کی رائے بالعموم یہ ہے کہ اسلام میں خلیفہ کی وہی حیثیت ہوتی ہے جو عیسائیت میں پاپائے روم کی چنانچہ یہی خیال سول ملٹری گزٹ لاہور نے اپنی ۱۳ جنوری ۱۹۲۰ء کی اشاعت میں بالفاظ ذیل ظاہر کیا ہے:-

"مسلمانان ہند کی نظروں میں جس بات نے امر متنازعہ فیہ کو سب سے زیادہ تاریک بنا دیا ہے وہ مذہبی اور سیاسی خیالات کو باہم مخلوط کر دینا ہے مسئلہ ٹرکی کے متعلق لفظ خلافت کے عام

استعمال نے اس غلط ملط کو لازماً اور بھی بڑھا دیا ہے جہانتک ہمیں علم ہے اتحادی مدبرین کے وہم میں بھی یہ بات نہیں ہے کہ بحیثیت خلیفۃ المسلمین سلطان ٹرکی کے مذہبی منزلت کو کمزور کریں یا اس کو نقصان پہنچاویں لیکن مسلمانان ہند کے دل میں یہ بیٹھ گیا ہے کہ خلافت کا قیام سلطان کی دنیاوی مملکت کے قیام کے ساتھ وابستہ ہے۔ تاریخ کی ورق گردانی سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ مذہبی پیشواؤں کے مذہبی اور دنیاوی اقتدار میں تفریق کرنا ضروری ہے چنانچہ اٹلی نے جو آج تک ایک رومن کیتھولک ملک ہے ملا تامل سنہ ۱۸۷۰ء میں بزور شمشیر پوپ روم کی دنیاوی مملکت کا الحاق کیا۔

خلافت اسلامیہ کا یہ مفہوم جو عام طور پر یورپ میں پھیلا ہوا ہے۔ اس غلط فہمی کا نتیجہ ہے کہ وہاں اسلامی خلافت کو مسیحی پاپائی کا مترادف سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ فی الحقیقت یہ ایک بالکل غلط خیال ہے جو خطرناک گمراہی کا موجب بن رہا ہے۔

سب سے اول یہ امر مدنظر رکھنا چاہئے کہ عقیدہ پاپائی کی بنیاد حضرت مسیح کی کسی تعلیم پر نہیں ہے اور نہ ہی یہ مسیحی مذہب کا کوئی جزو لاینفک ہے۔ اسکے بالمقابل اسلام میں خلافت قرآن کریم کے صریح احکام پر مبنی ہے جس کی تائید نبی کریمؐ کی حدیثوں سے ہوتی ہے۔ اور روئے زمین پر کوئی مسلم فرد اس کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ گو تعیین خلیفہ میں اختلاف بھی ہے جیسے اہلسنت والجماعت اور اہل تشیع میں ہے۔ حالانکہ بہشت و دوزخ کی کنجیوں کا مالک پوپ پطرس کا جانشین ہے اس کے اختیارات کا وارث خیال کیا جاتا ہے "پاپائی" کا عقیدہ عیسائیت میں اس طرح پیدا ہوا کہ پطرس کے القاب جو اناجیل میں ملتے پاپا پر چسپاں کئے گئے۔ مگر جس طرح پطرس کو دنیاوی طاقت کبھی نصیب نہ ہوئی اسی طرح پاپائیت بھی ابتدائی منازل میں دنیاوی جاہ و جلال سے صدیوں متبرا رہی نہایت آہستہ تدریج کے ساتھ کہیں آٹھویں صدی میں جا کر پوپ صاحبان میں یہ امنگ پیدا ہوئی کہ دنیاوی طاقت حاصل کریں۔ اسلئے اگر انہوں نے دنیاوی مملکت پیدا کی تو یہ محض ایک امر اتفاقی تھا۔ جس کا عیسائی مذہب سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ اور اسلئے اگر یہ مملکت بعد میں ان سے چھینی گئی۔ تو اس سے عیسائی دنیا کے احساسات کو کچھ صدمہ نہیں پہنچا۔ برعکس اس کے خلافت اسلامیہ کے لئے ملکی طاقت بمنزلہ روح رواں کے ہے اور نہ صرف اول خلیفۃ المسلمین بلکہ خود صاحب اقتدار نبی کریمؐ تک جو اسلام کے بانی تھے اس حقیقت

کا ثبوت ملتا ہے۔ اسلام کے سب سے پہلے خلیفہ کے وقت میں خلافت کی ملکی طاقت کو اس قدر اہمیت
دی گئی کہ جب بعض قبائل عرب نے بیت المال میں زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کیا تو صحابۂ کرام کی اتفاقی رائے
سے اُن کے برخلاف اعلان جنگ کیا گیا۔ اور یہ لوگ آج تک اسلامی تواریخ میں مرتدین کے
یاد کئے جاتے ہیں۔ لہٰذا یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ اسلامی خلافت کو مسیحی پاپائی کے ساتھ ذرا
بھی مناسبت اور مشابہت نہیں۔ اور مسلمان مذہبی خیالات کو سیاسی معاملات سے
ہرگز خلط ملط نہیں کرتے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ خلافت کے صحیح مفہوم کے متعلق اکثر عیسائی سرخیالات
پریشانی سے لبریز ہیں۔ اگر فی الحقیقت مسلمان بھی خلیفہ کو وہی حیثیت دیتے جو عیسائی دنیا میں
پوپ کو دی جاتی ہے اور اسی طرح اس کو بہشت کا دربان مانتے جس طرح عیسائی پوپ کو مانتے ہیں اور
نیز اسکو نبی کریم کی دُنیاوی طاقت کا جانشین اور مقدس مقامات اسلام کا محافظ یقین نہ کرتے
تو اس صورت میں بیشک اُن کو شکایت کا کوئی موقع نہ ہوتا۔ اور خلیفہ ایک انچ زمین کا بھی
مالک نہ رہتا۔ تو مدبرین یورپ مسئلہ خلافت پر ایک منٹ کے لئے بھی غور و خوض کئے بغیر ٹرکی کی
قسمت کا فیصلہ کر سکتے۔ مگر موجودہ صورت حالات کے ماتحت ان کا فرض اولین ہے کہ مسئلہ
خلافت کو مسئلہ پاپائیت سے مخلوط نہ کریں بلکہ مسلمانوں کے نکتہ نگاہ سے اس کا مفہوم تسلیم کریں۔
اسلامی خیالات اس مسئلہ کے متعلق اس کثرت اور اس زور کے ساتھ پیش کیا جا چکا ہے کہ میرے
سے کوئی ضرورت باقی نہیں ہے کہ اس کا اعادہ کروں۔ مگر چونکہ یہ مسلمانوں کے لئے موت اور زندگی کا
سوال ہے۔ اور عیسائی یورپ ایک غلط مشابہت کی بنیاد پر خلافت کے خود تراشیدہ مفہوم پر مصر ہے
مجھے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ کے اصل الاصول پر روشنی ڈال کر دکھاؤں کہ یہ معاملہ بظاہر
دنیاوی معلوم ہوتا ہے فی الحقیقت مذہبی بنیاد پر بھی ہے۔ اور حقیقۃ الامر بھی یہی ہے کہ اگر مسلمانان عالم کے اندر
مسئلہ خلافت کے متعلق اس وقت ایک عالمگیر تشویش اور پریشانی ہے۔ تو اسکی وجہ یہ نہیں ہے
کہ وہ ایک اور اسلامی سلطنت کو پامال ہوتے دیکھنا گوارا نہیں کر سکتے بلکہ یہ وجہ ہے کہ خلافت
ایک مذہبی معاملہ ہے۔ اور وہ بھی اسقدر اہم اور ضروری تھا کہ اس کے سامنے فرقہ بندیوں کے جملہ
اختلافات مٹ گئے۔ سب سے پہلے اس بات کو ذہن نشین کرنا چاہئے کہ اسلامی خلافت معمولی بات
نہیں بلکہ قرآن کریم کے صریح الفاظ کے ماتحت قائم ہے چنانچہ سورۂ نور میں مسلمانوں کو آئینی [illegible]

وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم و عملوا الصّٰلحٰت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم
ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا یعبدوننی لا یشرکون
بی شیئا و من کفر بعد ذٰلک فاولٰئک ھم الفاسقون ۔ اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ان کیلئے جو ایمان
لائے اور نیک عمل کرتے ہیں وعدہ کیا ہے کہ یقیناً وہ اُن کو زمین میں خلافت عطا کریگا جس طرح
اس نے ان لوگوں کو بادشاہت دی جو اُن سے پہلے گزرے ہیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ اُن کیلئے اُن کا
مذہب مستحکم اور مضبوط کر دیگا جو اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے اور یقیناً وہ ان کو ان کے خطرات کے
بعد امن اور سلامتی بخشیگا ۔ وہ میری عبادت کرینگے اور میرے ساتھ کوئی اور شریک نہیں ٹھیرئینگے
جو کوئی اس کے بعد ناشکر گزار ہوں تو وہ حد سے تجاوز کرنیوالے ہیں (۲۴ : ۵۵)

مندرجہ بالا آیت میں لفظ استخلف کا یہ مفہوم ہے کہ اس کو جانشین یا بادشاہ
بنایا گو اس لفظ کے معنی بالکل صاف ہیں تاہم میں چند ایک تفاسیر کے حوالے یہ بتلانے کے لئے
دیتا ہوں کہ اس مفہوم کی نسبت کبھی کسی مسلمان کے دل میں شبہ نہیں رہا ۔ بیضاوی لکھتا ہے:-
"لیجعلنھم خلفاء متصرفین فیھا تصرف الملوک فی ممالیکھم" یعنی وہ ان کو خلیفہ بنائیگا
کے یہ معنی ہیں کہ وہ اُن کو بادشاہ بنائیگا زمین میں تصرف رکھتے ہوئے جیسے بادشاہ اپنی مملکت
زیر تصرف رکھتے ہیں +

کشاف اسی آیت کی تفسیر کرتا ہے ۔ یورثھم الارض ویجعلھم فیھا الخلفاء یعنی وہ اُن کو
زمین کا وارث بنائیگا اور اُسمیں بادشاہت عطا کریگا +

روح المعانی میں ہے لیجعلنھم خلفاء متصرفین فیھا تصرف الملوک فی ممالیکھم یعنی وہ انکو
حکمران کر دیگا ۔ اور وہ زمین میں اسطرح تصرف کریں گے جس طرح بادشاہ کیا کرتے ہیں +

ابن کثیر لکھتا ہے بانہ سیجعل اُمتہ خلفاء الارض ای ائمۃ الناس والولاۃ علیھم
یعنی اللہ تعالیٰ نبی کریمؐ کی اُمت کو زمین میں حکمران بنا دیگا یعنی لوگوں کے سردار اور اُن کے والی
بنا دیگا +

ابن جریر یُوں تفسیر کرتا ہے لیورثنھم اللہ الارض المشرکین فی العرب والعجم فیجعلھم
ملوکھا وساستھا یعنی اللہ تعالیٰ انکو غیر مسلموں کی زمین کا عرب و عجم میں وارث بنا دیگا یعنی وہ انکو زمین کے بادشاہ بنا دیگا +

کثرت سے دیگر مفسرین کی آرا نقل کیجا سکتی ہیں مگر جسقدر اُوپر لکھا جا چکا ہے یہ بتلانے کیلئے کافی ہے کہ اس آیت میں مسلمانوں کو ایک کھلا الٰہی وعدہ دیا گیا ہے کہ وہ زمین میں خود مختار خلیفہ یعنی بادشاہ بنائے جائیں گے پس اسلام میں خلافت لازماً حکومت یا خود مختاری کا مترادف ہے اس کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ الارض سے کونسی زمین مراد ہے اسکی تخصیص سیئے بھی پہلے مفسرین کے حوالے نقل کرونگا +

بیضاوی کہتا ہے - کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ مکثوا بمکۃ عشر سنین خائفین ثم ھاجروا الی المدینۃ وکانوا یصبحون فی السلاح ویمسون فیہ حتی انجز اللہ وعدہ واظھر علی الارض کلھم وفتح لھم بلاد المشرق والغرب وفیہ دلیل علی صحت النبوۃ بالاخبار عن الغیب علی ماھو بہ وخلافۃ الخلفاء الراشدین - یعنی رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم اور آپکے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ دس سال تک مکہ میں حالت خطرہ میں رہے پھر انہوں نے مدینہ کو ہجرت کی - اور صبح وشام مسلح رہتے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا کیا اور ان کو تمام عرب کا مالک بنایا اور مشرقی اور مغربی ممالک کا فاتح کیا - اور اسمیں نبی کریم کی نبوت کی صداقت پر ایک دلیل ہے کہ آپ نے غیب کی خبر جیسے کہ واقع ہونیوالی تھی پیش از وقت دی - اور نیز خلفائے راشدین کی صداقت پر بھی یہ ایک دلیل ہے

غرائب القرآن میں لکھا ہے - وتمکین الدین تسویتہ واشارۃ قواعدہ کانوا بالمدینۃ یصبحون فی السلاح ویمسون فیہ فسئموا فشکوا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لاتعبرون الا یسیرا حتی یجلس الرجل فی الملاء العظیم محتبیا لیس فیہ حدیدۃ فانجز اللہ وعدہ واظھر علی جزیرۃ العرب وورثوا ملک الاکاسرۃ وخزائنھم" یعنی تمکین دین سے مُراد دین کا مضبوط کرنا اور اسکی بنیاد مستحکم کرنا صبح وشام صحابہ کو مجبوراً مسلح رہنا پڑتا تھا جس سے تنگ آکر بحضور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم انہوں نے شکایت کی - آپ نے فرمایا کہ یہ صرف چند روز کی بات ہے، جس کے بعد ایک آدمی بڑی مجلس میں آرام سے بیٹھیگا جس میں کچھ ہتھیار نہیں ہوں گے چنانچہ خدا نے اپنا وعدہ پورا کر دکھایا اور اُن کو جزیرہ عرب کا مالک بنایا اور کسرے کی مملکت اور اُس کے خزائن کا وارث ٹھیرایا +

کشاف اس آیت کی تفسیر کے اخیر میں یُوں لکھتا ہے فانجز اللہ وعدہ واظھرھم علی جزیرۃ العرب

فتفتحوا العرب بلاد المشرق والمغرب" یعنے خدا نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اُن کو جزیرہ عرب کا مالک بنایا جس کے بعد انہوں نے مشرقی اور مغربی ممالک کو بھی فتح کر لیا +

فتح البیان نے لکھا ہے وهو وعد يعم جميع الامة وقيل هو خاص بالصحابة ولا وجه لذالك ..... وقد ابعد من قال انها مختصة بالخلفاء الاربعة او بالمهاجرين او ان المراد بالارض ارض مكة ..... قال ابن العربي انها بلاد العرب والعجم وهو الصحيح یعنی یہ ایک وعدہ ہے جس میں تمام اُمت شامل ہے اور یہ جو کہا گیا ہے کہ یہ صرف صحابہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے مخصوص ہے ایک بے دلیل امر ہے اور وہ غلطی پر ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ یہ وعدہ صرف چار خلیفوں تک یا مہاجرین تک محدود ہے یا یہ کہ الارض سے مراد مکہ ہے ابن عربی کہتا ہے کہ اس سے مراد عرب اور دیگر ممالک ہیں اور یہ بات سچ ہے یہی مفسر ابو العالیہ سے نقل کرتا ہوا لکھتا ہے کہ نبی کریم نے صحابہ کرام دشمن کے متواتر خطرہ میں تھے۔ اور اس واسطے رات دن مسلح رہا کرتے تھے۔ ایک صحابیؓ نے نبی کریمؐ کے پاس اس کی شکایت کی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ اور پھر خدا نے نبی کریمؐ کو جزیرة العرب کا مالک بنایا۔ اور اس طرح وہ محفوظ و مامون ہو گئے اور ہتھیار اُتار دیئے گئے " یہی مفسر حضرت ابی بن کعبؓ کا حوالہ دیتا ہے جو اس قسم کے واقعات اور انجام کار اس آیت کے نزول کی روایت کرتے ہیں تب یہ آیت نازل ہوئی اور خدا نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اُن کو جزیرۃ العرب کا مالک بنایا۔ اس کے علاوہ انہوں نے دور دراز تک مشرق و مغرب میں ممالک فتح کیئے" +

رُوح المعانی میں جو ایک مشہور و معروف تفسیر ہے لکھا ہے والمراد بالارض على ما قيل جزيرة العرب وقيل ما اراه عليه الصلوة والسلام من مشارق الارض ومغاربها ففي الصحيح زويت لي الارض فأريت مشارقها ومغاربها وسيبلغ ملك امتى ما زوي لي منها یعنی الارض سے مُراد جزیرۃ العرب ہے جیسا کہ کہا گیا ہے بعض کا خیال ہے کہ اس سے مُراد تمام مشرق و مغرب کے وہ ممالک ہیں جو نبی کریمؐ کو دکھائے گئے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ نبی کریم نے فرمایا ہے کہ زمین میرے لئے سکیڑ دی گئی ہے یہاں تک کہ مجھے اس کے مشرقی اور مغربی ممالک دکھائے گئے اور میری اُمت کی مملکت کی اُن حدود تک پہنچیگی جہاں تک زمین میرے لئے سکیڑ دی گئی +

ابن کثیر جس کی تفسیر مستند احادیث اور آثار پر مبنی ہے لکھتا ہے هذا وعد من الله تعالے

لرسولہ صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ بانہ سیجعل امتہ خلفاء الارض... فانہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یمت حتی فتح اللہ علیہ مکۃ وخیبر والبحرین وسائر جزیرۃ العرب وارض الیمن بکمالھا واخذ الجزیۃ من مجوس ھجر ومن بعض اطراف الشام.... ثم لما مات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم.... قال بالامر بعدہٗ خلیفتہٗ ابوبکر صدیق یعنی یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے رسُول سے ایک وعدہ ہے۔ کہ وہ آپ کے پیروؤں کو زمین میں خلیفہ بنائے گا۔۔ پس نبی کریم کا انتقال نہیں ہُوا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مکّہ اور خیبر اور تمام جزیرۃ العرب اور سب کا سب یمن آپ کے مطیع کر دیا اور آپ نے ہجر کے مجوس اور شام میں بعض مقامات سے جزیہ لیا پھر جب نبی کریم کا انتقال ہؤا.... تو آپ کا خلیفہ حضرت ابوبکر صدیقؓ حاکم اعلیٰ ہُوئے +

یہی مُفسّر بعض روایات جن میں سے کئی ایک کا تذکرہ آ چکا ہے نقل کرنے کے بعد کہتا ہے۔ قال بعض السلف خلافۃ ابی بکرؓ وعمرؓ حق فی کتاب اللہ ثم تلا ھذہ الایۃ "۔ یعنی بعض متقدمین نے کہا ہے کہ ابوبکرؓ اور عمرؓ کی خلافت درحقیقت کلام الٰہی میں موجود ہے۔ اور پھر یہ آیت پڑھی یعنی اِس دعوٰی کی تائید میں +

تفاسیر منقولہ بالا اور نبی کریم کی حدیثوں پر نظر ڈالنے سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ جس خلافت کا اس آیت میں مسلمانوں کو وعدہ دیا گیا ہے اس سے مُراد یہ ہے کہ اولاً عرب پر اور بعد میں دیگر ممالک پر حاکمانہ اقتدار قائم ہو جائیگا۔ تمام اکابر مفسرین کے نزدیک یہ آیت خلافت کی بنیاد ہے اور اُنہیں اس میں ایک وعدہ نظر آیا کہ جزیرۃ العرب کی بادشاہت بطور مرکزی حکومت ہو گی جس کے اردگرد مشرق و مغرب میں وسیع اسلامی سلطنت کا وعدہ دیا گیا۔ اس مرکزی سلطنت کے اول شاہنشاہ حضرت نبی کریمؐ تھے اپنے انتقال سے قبل آپ اس مرکزی مملکت کے مالک بنائے گئے۔ اور آپ کے اول خلیفہ کے ماتحت جو خلیفۃ المسلمین کے لفظ سے ملقب ہؤا۔ اس نے ایک عظیم الشان سلطنت کی شکل اختیار کی۔ اور نبی کریمؐ کی وفات سے دس سال کے عرصہ کے اندر اندر خلیفہ ثانی کے دوران میں یہ ایک نہایت ہی مستحکم اور وسیع سلطنت بن گئی +

جو کچھ اوپر لکھا جا چکا ہے۔ اس سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ ہمیشہ سے وعدہ خلافت کا مفہوم اکابر اُمت کے نزدیک وعدۂ حکومت رہا ہے اور عرب اس کا مرکز ہونے کی حیثیت سے ایک جزو لاینفک سمجھا گیا ہے عرب پر حکومت کے بغیر خلافت بے معنی ہے۔ جیسے میں بار بار لکھ چکا ہوں عرب اِس سلطنت موعودہ میں

مرکزی مملکت اس لحاظ سے مانا جاتا ہے کہ اگر اس سلطنت کے دیگر حصے بدلتے بھی ہیں تو بھی عرب اس سے کبھی نکل نہیں سکتا بالفاظ دیگر وہ اسلامی سلطنت جو عرب پر حاکم ہو خلافت کے نام سے موسوم رہی ہے خواہ دوسرے کوئی سے ممالک اس کے مقبوضات ہوں۔ روئے زمین پر اور بھی عظیم الشان مسلمان حکومتیں ہی ہیں۔ مگر خلافت اس کے پاس ہی جو مالک عرب رہی ہے مندرجہ ذیل وجوہات پر غور کرنے سے اس امر کی اور بھی تصریح ہوتی ہے :-

(۱) حضرت نبی کریمؐ بہ نفس نفیس تمام عرب کے بادشاہ بنائے گئے۔ اگرچہ یہ سب کا سب ملک آپ نے بزور شمشیر فتح نہیں کیا تھا لیکن آپ کی حکومت میں شامل ہو چکا تھا۔ کیونکہ مختلف قبائل کی طرف سے یکے بعد دیگرے آپ کی خدمت میں وفد حاضر ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ اس وسیع جزیرہ میں ایک قبیلہ بھی ایسا باقی نہ رہا جس نے آپ کی اطاعت قبول نہ کی۔ اس کی حقیقی اہمیت اور بھی واضح ہو جاتی ہے اگر اس واقعہ کو مدنظر رکھا جائے کہ ملک عرب متضاد اور متخاصم اجزاء کا مجموعہ تھا اور زمانہ تاریخ کے اندر کسی وقت ایک حاکم اعلیٰ کے زیر اطاعت نہیں رہا۔ اس لحاظ سے کہ خلافت سے مراد نبی کریمؐ کی جانشینی ہے۔ جزیرہ عرب جو نبی کریمؐ بطور ورثہ چھوڑ گئے۔ خلافت کا ایک لازمی حصہ بن گیا اور جب تک اسلامی خلافت جہان میں قائم رہیگی اور انشاء اللہ ضرور رہیگی اور جب تک اسلام صفحۂ ہستی پر باقی ہے اور انشاء اللہ ضرور رہیگا۔ اس وقت تک جزیرۃ العرب ضرور بالضرور خلافت کا جزو لاینفک رہیگا۔ اگر خدانخواستہ عرب خلیفۃ المسلمین کی حکومت سے نکلجائے تو پھر خلیفۃ المسلمین نہیں رہیگا۔ کیونکہ وہ نبی کریمؐ کے مقبوضات کا مالک نہ ہوگا۔ منصب خلافت میں حکومت عرب ایک جزو لاینفک ہے +

(۲) جب حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے تو فی الفور آپ کو تمام عرب کا بادشاہ تسلیم کیا گیا بعض جھوٹے مدعیان نبوت کے ماتحت بعض قبائل نے بیت المال میں زکوۃ ادا کرنی بند کر دی۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے ان سب کے ساتھ جنگ کی یہاں تک کہ اُن کو مطیع کر لیا یہ ایسا وقت تھا کہ حضرت ابوبکرؓ کو کئی ایک مشکلات درپیش تھیں شمال کی طرف سے سلطنت روما اور شمال مشرق کی طرف سے فارس کا خطرہ تھا۔ تاہم حضرت ابوبکرؓ نے اپنا فرض اولین یہی سمجھا کہ سب کا سب ملک عرب اپنے دست تصرف میں لائیں دیگر صحابہ کرام نے بھی اس فیصلہ میں آپ کی تائید کی اور وہ ہرگز ایسا نہ کرتے۔ اگر ان کا خیال ہوتا کہ تمام عرب پر حکومت کے بغیر بھی خلافت قائم رہ سکتی ہے +

(۳) صحیح بخاری میں حضرت عباسؓ سے ایک روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے بستر مرگ پر ایک وصیت ان الفاظ میں کی اخرجوا المشرکین من جزیرۃ العرب غیر مسلموں کو جزیرۃ العرب سے باہر نکال دو۔ صحیح مسلم میں بھی حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ نے نبی کریم کی زبان مبارک سے یہ الفاظ سُنے لاخرجن الیھود والنصاریٰ من جزیرۃ العرب حتی لاادع فیھا الا مسلماً وفی روایۃ لئن عشت انشاء اللہ لاخرجن الیھود والنصاریٰ من جزیرۃ العرب "یقیناً میں یہودیوں اور عیسائیوں کو جزیرۃ العرب سے باہر نکال دونگا۔ اور سوائے مسلمان کے اس میں کسی کو نہیں رہنے دونگا۔ ایک اور روایت کے مطابق نبی کریم صلعم کے الفاظ یہ ہیں :-

"اگر میں زندہ رہا تو یقیناً میں یہودیوں اور عیسائیوں کو جزیرۃ العرب سے نکال دونگا"

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ملک عرب خلافت کے ساتھ کوئی خاص تعلق نہیں رکھتا تو نبی کریم کو اس کے متعلق اس قدر فکر کیوں لاحق رہا۔ مذہب اسلام دیگر مذاہب کی طرف سے وہ دلی کی تعلیم دیتا ہے یہاں تک کہ نہ صرف دیگر مذاہب کو خدا کی طرف سے تسلیم کرتا ہے بلکہ اپنے پیرووں کو بھی ایسا ماننے کا حکم دیتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہر ایک مسلمان حکومت میں کم و بیش دیگر مذاہب کے لوگ ہمیشہ موجود رہے ہیں باوجود اس کے کہ عیسائیت نے مسلمانوں کیلئے یہ نمونہ پیش کیا تھا کہ جہاں کہیں اس کا اقتدار ہوا۔ دوسرے مذاہب کو جڑ سے اکھیڑ پھینکا باوجود اسلام کی اس تعلیم کے عرب کو اس عام اصول سے مستثنےٰ رکھا گیا۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ عرب کا مسلمان غیر مذاہب کے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتا بلکہ صرف یہ تھی کہ چونکہ عرب خلافت اسلامیہ یا موجودہ سلطنت اسلامیہ کا مرکز تھا اسلئے ضروری تھا کہ اسکو دشمنان اسلام کے سازباز سے پاک صاف رکھا جاتا جن کا مقصد تباہی اسلام کے لئے منصوبہ بازی کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کا اسبارہ میں یہودیوں اور عیسائیوں کا ذکر کرنا خصوصیت سے قابل غور ہے پس یہ اس امر کی پوری شہادت ہے۔ کہ نبی کریم نے جزیرۂ عرب کو خاص تقدس سے صرف اسلئے خاص کیا کہ اس کو خلافت میں ایک خاص حیثیت حاصل تھی +

(۴) خلافت کے علاوہ اسلام میں اور بھی عظیم الشان حکومتیں رہی ہیں۔ مثلاً ہندوستان میں سلطنت مغلیہ مگر ان کو کبھی منصب خلافت صرف اسی واسطے نصیب نہیں ہوا کہ جزیرۃ العرب ان کی مملکت میں شامل نہیں رہا بلکہ باوجود اپنی عظمت اور اقتدار کے ایسی سلطنتیں خلافت کو تسلیم کرتی رہی ہیں +

(۵) پیدائش اسلام سے اب تک تیرہ سو سال کے عرصہ دراز میں جزیرۃ العرب ہمیشہ خلیفہ کے ماتحت ہی رہا ممکن ہے کہ اسکے ہر ایک حصہ پر کسی وقت یکساں اقتدار نہ رہا ہو مگر اصولاً یہ ہمیشہ خلیفہ کے تصرف میں رہا ہے +

ایسی حالت کے متعلق صرف اس قدر لکھوں گا کہ اگر کبھی کسی حصہ پر خلیفہ کا اقتدار کامل نہ تھا تو خلافت میں اُس وقت اسی قدر کمزوری تھی مگر کبھی کوئی شخص خلیفہ تسلیم نہیں کیا گیا جیسے عرب پر حکومت حاصل نہ تھی۔ اس مختصر رسالہ میں خلافت کی تاریخ کے مفصل حوالہ جات یہ بتلانے کیلئے پیش کرنا مشکل ہیں کہ کس طرح خلافت نے ہمیشہ جزیرۃ العرب کو اپنے زیر اطاعت رکھنے کی انتہائی کوشش کی۔ ہاں مختصراً یہ تذکرہ بےموقع نہ ہوگا سب سے پہلے خلیفہ اول کے عہد میں بعض قبائل عرب نے خود مختار ہونے کی کوشش کی مگر حضرت ابوبکرؓ نے ان سب کو مطیع کر دیا حضرت عثمانؓ کی خلافت کے اخیر میں خانہ جنگی نے سر اُٹھایا۔ مگر حضرت علیؓ آپ کے جانشین تمام عرب کے مالک تھے حضرت معاویہؓ کے عہد حکومت میں بھی عرب سلطنت کا ایک صوبہ تھا اور خلفاء بنی اُمیہ کے دور میں اس طرح رہا سوائے عبداللہ بن زبیر کے واقعہ کے جو انجام کار بےسود ثابت ہوا۔ خلفائے بنی عباس کے عہد میں بھی عرب کی یہی حالت رہی یہاں تک کہ مختلف صوبوں کے گورنر خلیفہ ہی مقرر کیا کرتا تھا جب خلافت ترکوں کی طرف منتقل ہوئی اور عرب سلطنت ٹرکی کے زیر حکومت آیا۔ تب سے سب کا سب مُلک اس سلطنت کا اب تک حصہ شمار کیا جاتا ہے۔ گو ٹرکی کا اقتدار اس کے کسی ایک صوبہ میں کسی وقت عملی رنگ میں کامل نہ رہا ہو۔ اگر گاہ بگاہ کسی جگہ ضبط ایسا مضبوط نہ رہا ہو تو اس کے یہ معنی ہرگز نہیں ہو سکتے۔ کہ ٹرکی نے عرب کو اپنی سلطنت کا ایک ضروری جزو سمجھنا چھوڑ دیا تھا۔ اس کی وجہ صرف اسیقدر تھی کہ مالی لحاظ سے عرب کوئی بڑا مفید نہ تھا۔ باوجود اس کے جب وسط عرب میں عظیم وہابی تحریک شروع ہوئی تو ترکوں ہی نے محمد علی کی مدد سے اس کو دبایا۔ اور اٹھارھویں صدی کے اخیر پر یمن میں ایک اور بغاوت کو فرو کرنے کی انتہائی کوشش کی۔ اور یمن کو سلطنت کا ایک صوبہ قرار دیا +

اس سب کا لازمی نتیجہ ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ مذہب اسلام ایک اسلامی سلطنت کو ضرورت مذہب قرار دیتا ہے جس کا تمام جزیرۃ العرب پر حاکمانہ تسلط ہو۔ ایسی سلطنت کا وعدہ قرآن کریم میں آیت استخلاف میں مسلمانوں کو دیا گیا ہے۔ اور یہ حقیقت تیرہ سو سال سے تمام اسلامی دنیا میں مسلم رہی ہے۔ یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ ایک معاملہ کو جو بظاہر دنیوی معلوم ہوتا ہے مذہبی رنگ کیوں دیا گیا۔ ایک وجہ تو یہ ہے کہ حضرت نبی کریم کی ذات بابرکات بادشاہت اور رسالت کی جامع تھی۔ اس واسطے یہ ضروری ہوا کہ آپ کی اُمت میں بادشاہت اور مذہبی امامت ہر دو فیوض جاری رہیں۔ ایک اور بڑی وجہ خود

قرآن کریم کے ان الفاظ میں ملتی ہے جو خلافت کو ایک مذہبی ضرورت ٹھیراتے ہیں۔ آیت استخلاف کے یہ لفظ جو پہلے نقل ہو چکے ہیں قابل غور ہیں۔ اور اللہ تعالے یقیناً اُن کیلئے اُن کا مذہب مستحکم کردیگا جو اُن کیلئے اُسنے پسند کیا ہے اور یقیناً اُنکو اُن کے خوف کے بعد امن عطا کریگا"۔ پس خلافت کو اسلئے ضروری ٹھیرایا گیا کہ مذہب اسلام جہان میں مضبوطی سے قائم رہے اور مسلمان امن میں رہیں۔ یہ وعدہ جو ایک پیشگوئی کے رنگ میں کیا گیا ہے صاف طور پر مسلمانوں کیلئے خلافت اسلئے ضروری ٹھیراتا ہے تاکہ وہ خود اور اُن کا مذہب استحکام پکڑیں +

اسلام تو اُس وقت بھی سچا مذہب تھا جبکہ نبی کریم مکہ میں آزادی سے تبلیغ حق بھی نہ کر سکتے تھے! اور آپ پر دشمنان دین طرح طرح کے ظلم وستم توڑتے تھے! اور جبکہ مسلمان جہان میں کسی تاج تخت کے مالک نہ تھے۔ بلکہ دُکھ اُٹھا رہے تھے اور ہجرتیں کر رہے تھے۔ مگر بہرحال وہ مذہب کے استحکام اور مسلمانوں کیلئے امن وامان کی حالت ہرگز نہ تھی۔ اسیطرح موجودہ خطرہ اگر فی الواقع پیدا ہو گیا تو اگرچہ مذہب اسلام کی صداقت پر کوئی اثر نہیں رکھتا مگر اسکے یہ معنی تو ضرور ہونگے کہ یہ استحکام مذہب پر ایک خطرناک حملہ ہے اور مسلمانوں کا حقیقی امن سلب ہو جائیگا یہی ایک بات ہے جس نے ہر ایک مسلم قلب کو بیچین کر رکھا ہے۔ یہ تشویش کسی آنیوالے خطرے کے کمزور احساس کا نتیجہ نہیں۔ بلکہ اسکی وجہ یہ راسخ ایمان واعتقاد ہے جس کی بُنیاد قرآن کریم کے ان الفاظ پر ہے کہ خلافت کو کمزور کرنے کی کوشش درحقیقت مذہب اسلام کو کمزور کرنے کی کوشش ہے! اور باوجود تمام نہاد مذہبی آزادی کے مسلمان امن کیحالت سے نکلجائیں گے لہٰذا خلافت مسلمانوں کیلئے ایک اہم مذہبی ضرورت ہے کیونکہ قرآن کریم کے الفاظ نے اسکو ضروری ٹھیرایا ہے +

اگر قرآن کریم نے متذکرہ بالا حقیقت عظمیٰ کیطرف رہنمائی نہ بھی کی ہوتی تو بھی یہ امر اظہر من الشمس تھا کہ اگر مذہبی مرکز بھی مسلمانوں کے حیطۂ اقتدار سے باہر کسی خارجی طاقت کے زیر نگین رکھے جانیوالے ہیں تو مذہب اسلام کے اصول اپنے پوری آب وتاب کے ساتھ مطلع عالم پر ضوفشانی نہیں کر سکیں گے۔ یہ صرف اسیوجہ سے درست نہیں ہے کہ اسلام اپنے جُداگانہ سیاسیات رکھتا ہے جو کہ دنیا میں کسی اسلامی سلطنت کی عدم موجودگی میں بالکل مفقود ہو جاتے بلکہ اسکی ایک زبردست وجہ یہ بھی ہے کہ مذہب اسلام کے کئی ایک عام اصول بھی ایک حکومت اسلامی کی عدم موجودگی میں عمل پذیر نہیں ہو سکتے۔ مثال کے طور پر یہ کہنا کافی ہوگا کہ زکوٰۃ کا مسئلہ وہ عظیم الشان مسئلہ ہے جس کیلئے خلیفۂ اول نے کہا تھا کہ اگر ایک اونٹ باندھنے کی رسی بھی مال زکوٰۃ میں سے بیت المال میں آنے سے روکی جائیگی تو میں جنگ کرونگا +

تاریخ عالم کے حالات وواقعات کی روشنی بھی قرآن حکیم کے الفاظ کی صداقت کی شاہد ہے۔ کیونکہ خلافت

کے خلاف کوشش سب سے آخر آئی ہے سلطنت کے بعد سلطنت لگاتار مرکز سے چھن گئی۔ اور اب جبکہ کسی آزاد مسلم سلطنت کا وجود صفحۂ عالم پر قریباً معدوم ہو چکا ہے تو ٹرکی پر بھی جو صدیوں سے مسلمان نظام خلافت تسلیم کر چکے ہیں اسوقت سے آنیکا کھٹکا لگا ہوا ہے۔

قرآن کریم کی اور آیات سے اسی نتیجہ کی تائید ہوتی ہے جس پر ہم اوپر پہنچے ہیں۔ چنانچہ مسجد حرام کی حفاظت کو اہل اسلام سے مخصوص کیا گیا ہے جیسا کہ فرمایا وما لھم الا یعذبھم اللہ وھم یصدون عن المسجد الحرام وما کانوا اولیاءہ ان اولیاءہ الا المتقون یعنی کیا وجہ ہے کہ اللہ انکو سزا نہ دے۔ اور وہ مسجد حرام سے روکتے ہیں حالانکہ وہ اُس کے ولی ہونے کے اہل نہیں ہیں۔ اس ولایت کے اہل تو صرف متقی ہیں۔ یہاں متقی سے مُراد مُسلم ہیں۔ جیسا کہ مفسّرین نے لکھا ہے اسلئے کہ متقی وہ ہے جو بدی سے اپنے آپ کو بچاتا ہے۔ اور شرک سب بدیوں کی جڑ ہے۔ پس مُسلم جو شرک سے اپنے آپ کو بچاتا ہے متقی کہلاتا ہے اور پھر دوسری جگہ سورۂ توبہ میں فرمایا ہے۔ یاایھا الذین امنوا انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامھم ھذا اے مومنو مشرک نجس ہیں پس چاہئے کہ وہ اُس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ آئیں یہاں بھی مشرکوں سے مُراد غیر مسلم ہیں اسی وجہ سے جن کا ذکر اُوپر ہوا۔ اسلئے مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں بت پرست اور دوسرے غیر مُسلم یکساں شامل ہیں ٭

مشرکوں کو نجس قرار دیا گیا ہے لیکن ظاہر ہے کہ اس کا مفہوم نجاست بدنی نہیں ہے کیونکہ قرآن حکیم غیر مسلم کے ساتھ شرکت طعام کی اجازت دیتا ہے اور غیر مسلم عورتوں کو بھی اپنے حبالہ عقد میں لانے کو جائز ٹھیراتا ہے اور اُن کو نجاست بدنی کا ملزم قرار دیتے ہوئے تو ایسا حکم نہیں ہو سکتا تھا پس یہاں نجاست سے ناپاکیزگی خیالات ہی مراد ہے لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ ناپاکیزگی خیالات کا ارض مقدس پر کیا اثر پڑتا ہے۔ ناپاک خیالات کا انسان اگر ایک پاک زمین پر چلے تو وہ اس سے ناپاک نہیں ہو جاتی۔ اصل بات یہ ہے کہ یہاں بالخصوص اُس ناپاکی خیالات کی طرف اشارہ ہے جو دشمنان اسلام کے دلوں میں اسلام کے خلاف تھی کہ وہ اسکو نیست و نابود کرنا چاہتے تھے۔ اس آیت کریمہ کے نزول سے پہلے خانہ کعبہ دشمنوں کے ہاتھ سے نکلکر مسلمانوں کے قبضہ میں آچکا تھا۔ اسلئے اللہ تعالیٰ نے اُن کو آیندہ کیلئے محتاط بنانا چاہا۔ اور فرمایا کہ غیر مسلموں کا یہاں آنا بھی ٹھیک نہیں۔ اسلئے کہ وہ یہاں آئیں گے تو ضرور اسلام کے خلاف منصوبے کرینگے۔ اگرچہ یہ صحیح ہے کہ خیالات کی ناپاکی میں جس کے مشرکوں میں یہاں پائے جانے کا ذکر ہے ان کے غلط عقاید کا بھی ذکر ہے مگر خصوصیت سے اشارہ دشمنان اسلام کے ناپاک منصوبوں کی طرف ہے۔ مذہب اسلام دوسرے مذاہب کے

پیروؤں کے ساتھ انتہائی رواداری کا حکم دیتا ہے یہاں تک کہ وہ تمام مذاہب کو ایک ہی سرچشمہ فیض کی ندیاں بتاتا ہے لیکن وہ عالم الغیب جانتا تھا کہ اسلام کا مرکز مقدس جو اسکی خالص وحدانیت کا مظہر ہے۔ اسی وقت تک محفوظ رہ سکتا ہے جب تک غیر مسلم من حیث القوم وہاں قدم رکھنے نہ پائیں۔ کیونکہ وہاں اُن کے عام طور پر آنے جانے کا نتیجہ یہ ہوتا کہ اُن میں سے جو دشمنان اسلام تھے وہ اپنے ناپاک منصوبوں سے اسلام کو نقصان پہنچاتے تیرہ سو سال پہلے کے ایک عرب کے وہم و گمان میں بھی وہ باتیں کہاں آسکتی تھیں جن کو آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ کس طرح دُنیوی حکومت کے حریص ایک سرزمین پر قدم رکھنے ہی کو اس پر قبضہ کرنے کا بہانہ بنا لیتے ہیں لیکن اس عالم الغیب نے مسلمانوں کو بتا دیا کہ غیر مسلموں کو مکہ کی ارض مقدس میں قدم تک رکھنے نہ دو +

قصہ مختصر اسلام میں مسئلہ خلافت ایک زبردست مرکزی حکومت اسلام کا قیام چاہتا ہے جو کہ جزیرۃ العرب پر بھی اقتدار حکومت رکھتی ہو یہ صحیح ہے کہ پیغمبر خدا صلعم کی جانشینی میں دونوں امر داخل ہیں یعنی حکومت اور بادشاہت بھی۔ اور روحانیت یا امامت بھی لیکن یہ سعادت کبریٰ تو صرف پہلے چار خلفاء حضرت ابوبکرؓ عمرؓ۔ عثمانؓ علیؓ اللہ تعالیٰ عنہم ہی کیلئے (کہ وہ پیغمبر خدا صلعم کے سایۂ عاطفت میں ہی اس فرض اہم کی ادائیگی کے لئے تربیت پاچکے تھے) مخصوص ہو چکی تھی۔ بنا بریں پہلے چار خلفاء آج تک خلفاے راشدین کے نام مشہور ہیں +

وہ چاروں عصا برداران سلطنت اور رہنمایانِ مملکت رُوحانیت بھی تھے مسلمان اُن کو نہ صرف حاکم وقت اور بادشاہ ہی سمجھتے تھے۔ بلکہ وہ نیکی کے نمونہ مذہبی پیشوا اور شریعت اسلامی کے مجتہد بھی تھے لیکن اُن کے پیچھے جو لوگ آئے وہ صرف شان حکمرانی کی بناء پر خلفاء پکارے جاتے تھے۔ اور منصب رُوحانیت کے علم بردار بڑے بڑے امام یا بڑے بڑے اولیاء یا مجددین یعنی مصلح دین قرار پائے +

نبی کریم کی خلافت پہلے چار خلفا کے بعد دو شاخوں پر تقسیم ہوگئی۔ ایک شاخ دُنیوی اور ایک شاخ دینی۔ حکومت دنیوی کے علمبردار تو بادشاہ ہوئے۔ اور منصب رُوحانیت کو ائمۂ دین اور بڑے بڑے مصلحین نے سنبھالا ہاں کبھی یہ دونوں منصب پھر یکجا جمع ہوتے ہوئے نظر آجاتے ہیں جیسے حضرت عمر بن عبدالعزیز کہ بادشاہ وقت بھی تھے اور پہلی صدی کے مجدد بھی تسلیم کئے گئے ہیں +

اسی بناء پر خلفاے مابعد کی خلافت کو خلافت راشدہ سے تمیز کرنے کے لئے احادیث میں ملک

یعنی بادشاہت کے نام سے یاد کیا ہے لیکن پھر بھی مقامات مقدسہ کی حفاظت اور جزیرۃ العرب کی حکومت خلافت کے ساتھ ہی وابستہ ہے +

پس موجودہ حالات میں خلافت محض بادشاہت ہے یعنی ایک امر دنیوی اور روحانی صفت اُسے انہی معنوں میں کہا جا سکتا ہے کہ اس امر دُنیاوی کو دین اسلام کی ایک ضرورت ٹھیرایا گیا ہے جس سے کوئی مسلمان انکار نہیں کر سکتا۔ لیکن پھر بھی یہ صاف صاف سمجھ لینا چاہئے کہ یہ ایک معمولی اسلامی سلطنت کی مترادف نہیں ہے خلافت دُنیائے اسلام کی سیاسی طاقت کے لئے بمنزلہ ایک قلب کے ہے۔ اور مشرق و مغرب کی کسی اسلامی سلطنت کا زوال اگر محض اسلام کی شان و شوکت کا زوال ہے تو خلافت کا زوال خود قلب اسلامی پر صدمہ ہے۔ اسلام کی عالمگیر اخوت کا یہ تقاضا ہے کہ جہاں کہیں اُن کی کسی سیاسی طاقت کا خاتمہ ہوتا ہے تو اس غم میں وہ مسلمان اپنے مصیبت زدہ بھائیوں کے ساتھ شریک ہوتے ہیں۔ کیونکہ بعض وقت ایک مسلمان حکومت کے جاتے رہنے کا یہ نتیجہ ہوا ہے کہ خود اس قوم کی ہستی ہی مٹ گئی ہے جیسا کہ ہسپانیہ میں ہوا۔ جہاں اسلامی سلطنت کے زوال کے ساتھ اُس ملک میں سے مسلمانوں کا نام ونشان مٹ گیا +

اندریں حالات ہر مسلمان سمجھتا ہے کہ اسلام کی سیاسی طاقت کے مرکز پر ہی حملہ ہو تو خود اس کی ہستی ہی معرض خطر میں ہو گئی ہے +

بیشک اللہ تعالیٰ نے ہی مذہب اسلام کے لئے آخری فتح کا وعدہ کیا ہے لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ مسلمان ایسے حالات کو اطمینان سے دیکھ سکتے ہیں جن کا لازمی نتیجہ اسلام کے کسی عظیم الشان اصول کی بربادی کے رنگ میں نظر آتا ہو +

یہاں تک تو میں نے صرف مسئلہ کی عام ماہیت پر روشنی ڈالی ہے۔ اب مجھے معاملہ کے اس حصے کی طرف توجہ کرنا ہے جو اس وقت تمام عالم اسلامی میں بے چینی اور بددلی پیدا کر رہا ہے۔ کیا ٹرکی کے حصے بخرے کرنا خلافت سے کوئی تعلق رکھتا ہے؟ اس سوال کا جواب ٹرکی کی اس حیثیت پر منحصر ہے جو کہ اس کو مسلمانوں کی نگاہ میں حاصل ہے۔ گزشتہ پانچ صدیوں سے خلافت ترکوں کے ساتھ وابستہ رہی ہے دنیائے اسلام نے خلافت کو ایک عرصہ دراز سے ترکی کا مترادف سمجھا ہوا ہے پھر اس کی گزشتہ تاریخ ایک شوکت کی تصویر ہے دنیائے اسلام کے لیے ترکی اسلام کی طاقت سیاسی

کا ایک منظہر ہی اگرچہ اسے اپنے دشمنوں کی وجہ سے . . . . . . آج مصیبت کے دن دیکھنے پڑے ہوں تاہم جدید ترین جنگ میں بھی اس نے اپنی زندگی کا ثبوت دیا ہے - پس مسلمانوں کی نظر میں تجزیہ ٹرکی تجزیہ خلافت ہے - اور یہ امر صحیح ہے - ان تجاویز کے مطابق جو وقتاً فوقتاً شائع ہوتی رہی - ٹرکی کو ایک ہندوستانی ریاست کی طرح بنا دیا قلب اسلام پر ایک ضرب کے مترادف سمجھا جاتا ہے - اور مسلمانان ہند خارج طاقتوں میں سے ایک کا جز و ضروری ہونے کی حیثیت میں اپنے معتقدات مذہبی کے مطابق اس معاملہ کا تصفیہ چاہتے ہیں اسلئے اُن کا مطالبہ یہی ہے کہ خلافت کو صحیح و سالم رکھا جائے - بالفاظ دیگر ایک زبردست ترکی حکومت کا قیام اشد ضروری ہے جس کے زیر اقتدار جزیرۃ العرب ہو - وہ نہیں سمجھ سکتے کہ یورپ کو ایک خلیفہ کے برطرف کرنے اور دوسرے کو مسند خلافت پر متمکن کرنے کا کیا حق حاصل ہے - کیونکہ عرب اور مقامات مقدس کو ایک طاقت سے چھڑا کر دوسری طاقت کے سپرد کرنے کے معنی سوائے اس کے کچھ نہیں - شاہ حجاز نے اتحادیوں کی لاکھ مدد کی ہو - لیکن اتحادی خلافت اسکے سپرد کر دینے کا کوئی حق نہیں رکھتے - اور جب عرب اور مقامات مقدس پر سے اقتدار ٹرکی سے چھین کر دوسروں کے سپرد کیا جاتا ہے - تو اس کے صاف معنی یہی ہیں - کہ خلافت کو ٹرکی سے لیکر ایک دوسرے کے سپرد کیا جاتا ہے - اگر یہ بات فی الواقع عملدرآمد میں آگئی تو مسلمانوں کے نزدیک اس کا صاف صاف یہ مفہوم ہوگا - کہ عیسائی مُدبرین نے مسلمانوں کی خواہشات کی پروا نہ کرتے ہُوئے خلیفۃ المسلمین کو برطرف کر دیا - یا بالفاظ دیگر مسلمانوں کے ایک مذہبی معاملہ کا تصفیہ کرنیوالے غیر مسلم ہونگے - اور یہ معاملات مذہبی میں صریح مداخلت ہے خلیفہ کو صرف دو طریقوں میں سے ایک طریق پر ہی برطرف یا معزول کیا جا سکتا ہے - یعنی یا تو مسلمانان عالم بحیثیت مجموعی اتفاق یا کثرت رائے سے موجودہ انتظام خلافت کو ناقابل تشفی قرار دیکر کوئی دوسرا خلیفہ منتخب کر لیں - یا دو مسلمان طاقتیں بلا مدد غیرے آپسمیں مسئلہ خلافت کا تصفیہ بزور بازو کر لیں اور جو طاقت میدان جنگ میں غالب آجائے وہی حقدار خلافت ہوگی - اگر ترک اسقدر کمزور ہیں کہ عرب ان پر غالب آسکتے ہیں تو بلا شُبہ ان کو خلافت اسلامی خالی کر دینی چاہئے - اور دوسری طاقت اسکی حقدار ہو جائیگی - کیونکہ مرکز اسلامی پر ایک کمزور طاقت کی حکومت مرکز کی کمزوری پر دلالت کرتی

ہے جس کو مسلمانان عالم کبھی منظور نہیں کر سکتے۔ دراصل یہی ایک وجہ ہے جس کی بنا پر مسلمان شاہ حجاز کو مکہ مدینہ جیسے مقامات مقدس جو مرکز اسلام ہیں خودمختار بادشاہ تسلیم نہیں کر سکتے۔ وہ جزیرۃ العرب کا بھی مالک نہیں صرف ایک صوبہ کا حاکم ہے اور وہ بھی ایسا کمزور کہ حاکم نجد بھی اُسے شکست دے سکتا ہے۔ اس کی موجودہ طاقت کا انحصار صرف اتحادی طاقتوں کی امداد پر ہے کہ میں ایسے شخص کا بادشاہ ہونا جس کا اقتدار ذاتی نہیں بلکہ عیسائی طاقتوں کے زور و طاقت کا مرہون ہے خلافت اسلامی کو بازیچہ اطفال بنانا ہے۔ جہاں تک اس کا تعلق خلافت سے ہے شاہ حجاز خلافت اسلامی کا ایک باغی ہے۔ اور مسلمانوں کا حق ہے کہ اتحادی مدبرین سے اس امر کا مطالبہ کریں۔ کہ اگر خلیفہ اپنا اقتدار اُس پر رکھ سکتا ہے تو غیر مسلم طاقتیں ایسا اقتدار قائم کرنے میں حائل نہ ہوں +

میں نے اس بحث میں دیگر تمام امور کو جو کہ ایک طاقتور ترکی سلطنت کے قیام کو چاہتے ہیں نظرانداز کیا ہے۔ اور صرف مذہبی نقطۂ خیال کو پیش کیا ہے۔ ان چند امور سے انکار نہیں ہو سکتا کہ قیام خلافت اسلامی ضروری ہے اور ترک اس خلافت کے جائز مالک ہیں۔ خلافت سے معزول کرنا اہل اسلام کا کام ہے نہ کسی دوسرے کا۔ اہل اسلام ترکوں کو خلافت سے معزول کر کے ..... خلافت کو کسی اور قوم کے سپرد کرنا نہیں چاہتے۔ پس وہ ٹرکی کے نے دست و پا کئے جانے کو خلافت کی کمزوری تصور کرتے ہیں جس کا لازمی نتیجہ اسلام کی کمزوری اور اس کے امن کو مخدوش کرنا ہے۔ یہ تمام مذہبی معاملات ہیں۔ اور مدبرین برطانیہ کا یہ فرض ہے کہ انکو نظرانداز نہ کریں۔ آواز برطانیہ اگرچہ مجلس مصالحت میں ایک ہی آواز ہے لیکن باایں ہمہ وہ اسقدر پر زور ہے۔ کہ اگر مدبرین برطانیہ مسلمانوں کے کام کو اپنا کام سمجھیں تو اس آواز کے سامنے دوسری مخالفانہ آوازیں خود بخود دب جائیں گی۔ اُن کا یہ طریق کار انجام کار سلطنت برطانیہ کے استحکام کے لئے بجائے اس ایک چپہ زمین کے اضافہ کے جو غالباً مستقل فسادات کو ساتھ لئے ہوئے ہوگی کہیں زیادہ مفید ثابت ہوگا +

اِن مقامات مقدسہ کے متعلق بھی جو حدود عرب سے باہر سمجھے گئے ہیں تھوڑا سا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے۔ ان میں سے اوّل فلسطین ہے۔ جو کہ یہودیوں۔ عیسائیوں اور مسلمانوں تینوں قوموں کے نزدیک یکساں مقدس ہے۔ یورپ دو صدیوں کے بڑے حصہ تک اس ارض مقدس کے حاصل کرنے کے لئے مسلمانوں سے برسر پیکار رہا اور تاریخ عالم میں لس سب سے بڑی مذہبی جنگ کا

انجام یہ ہوا کہ فلسطین مسلمانوں کے ہاتھ میں رہا۔ اب ایک خالصتاً دنیوی جنگ جس میں دونوں طرف سے مسلمان لڑے ہرگز ہرگز ایک جنگ مذہبی یا معرکۂ ہلال وصلیب نہیں کہلا سکتا۔ اگرچہ وزیر اعظم برطانیہ مسٹر لائڈ جارج نے دور اندیشی سے کام نہ لے کر اس کا نام کروسیڈ یا صلیبی جنگ رکھ دیا ہے۔ مگر ظاہر ہے کہ درست نہیں۔ اگر وزیر اعظم برطانیہ جیسا کوئی ذمہ وار شخص دوران جنگ میں یہی بات کہہ دیتا جو آج مسٹر لائڈ جارج نے کہی ہے تو بیشک مسلمان اپنی حالت کا صحیح اندازہ کر سکتے تھے۔ مگر اب جبکہ جنگ خالصتاً ایک غیر مذہبی لڑائی کی حیثیت میں اختتام پذیر ہو چکی ہے تو عیسائی مدبرین کو اس سے وہ نتائج حاصل کرنے کا ذریعہ بنانا جائز نہیں جو وہ ایک مذہبی جنگ میں حاصل نہیں کر سکتے اور جو خالص مذہبی جنگ میں قدرت نے مسلمانوں کو دلائے۔ ارض مقدس مسلمانوں کے لئے ایسی ہی عزت و احترام کی جگہ ہے جیسے یہودیوں اور عیسائیوں کے لئے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر کیونکہ وہاں اب خالص اسلامی مقام بھی ہیں جن کی عزت مسلمان تو کرتے ہیں مگر یہودی اور عیسائی نہیں کرتے۔ پھر اسلام کے خلاف عیسائیت کی عظیم ترین مذہبی جنگ نے یہ علاقہ مسلمانوں کے تسلط میں چھوڑا۔ پھر یہ علاقہ قیام اسلام کے ساتھ ہی خلافت کا ایک حصہ قرار پا چکا ہے کیونکہ یہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ دوم کے عہد میں داخل ممالک اسلامی ہوا۔ لہذا خلافت اسلامی کو اس ارض مقدس سے محروم کر دینا نہ صرف تمام اصول انصاف کے برخلاف ہے۔ بلکہ اس کا اثر مسلمانوں کے مذہبی خیالات کو صدمہ پہنچانیوالا ہوگا +

دوسرا سوال مقامات مقدسہ واقع عراق کے متعلق ہے۔ عراق بالکل عرب کا ایک جزو ضروری ہو گیا ہے یہاں عرب لوگ آباد ہیں اور یہ عرب سے کوئی جداگانہ ہستی نہیں رکھتا۔ قرن اولیٰ ہی سے عراق بھی فلسطین کی طرح ممالک زیر نگین خلافت کی فہرست میں داخل ہو چکا ہے۔ اور خلافت کی چند اولین لڑائیاں بھی اس کے میدانوں میں لڑی گئیں۔ لہذا یہ عرب کا ایک صوبہ ہے اور چونکہ اسلام کے مقامات مقدسہ اس سرزمین میں بکھرے پڑے ہیں۔ لہذا عراق جیسا کہ تیرہ سو سال سے اب تک رہا ہے خلافت اسلامی کے زیر نگین رہنا چاہئے۔ مزید برآں چونکہ یہ ایک ٹکڑہ زمین ہے جو برطانیہ اپنے قبضہ اقتدار میں لانا چاہتا ہے تو مدبرین انگلستان کے لئے اسلامی احساسات کی خاطر اور مسلمان سلطنت برطانیہ کے ناقابل لحاظ عنصر نہیں ہیں۔ بس سے دست بردار ہو جانا اور بھی

آسان ہے۔ بالآخر میں یہ بھی کہونگا۔ کہ مسلمانوں کا یہ خیال یا مطالبہ کہ سلطنت ٹرکی جو خلافت اسلامی ہے قریب قریب اسی حالت پر رکھی جائے جیسے جنگ سے پہلے تھی محض جذبات کی نمائش نہیں۔ بلاشبہ جزیرۃ العرب کا خلافت کے ماتحت رہنا ایک خالص مذہبی سوال ہے اور اسی کے قریب قریب دیگر مقامات مقدسہ کا سوال بھی ہے لیکن سلطنت ٹرکی کا قیام ایک طاقتور سلطنت کے رنگ میں آخر کار خلافت سلامی کا سوال ہی بن جاتا ہے۔ جزیرۃ العرب کی حکومت بیشک خلافت کا جزو لاینفک ہے مگر تنہا جزیرۃ العرب کی حکومت استحکام خلافت کے ہم معنی نہیں +

خلافت جیسا کہ قبل ازیں دکھایا جاچکا ہے اس سلطنت موعود کا نام ہے جو کہ عرب و عجم پر حاوی ہو بڑے ابتدائی زمانہ سے اس کا پایہ تخت عرب سے باہر رہا ہے اور مزید برآں سلطنت کا کامل طور پر خود مختار اور آزاد رہنا ضروری ہے پس اگر جیسا کہ ذمہ وار ارکین سلطنت کیطرف سے ایک سے زیادہ دفعہ یقین دلایا جاچکا ہے مسئلہ خلافت کا تعلق صرف اہل اسلام سے ہے اور وہ ٹرکی کے سوائے کسی اور کو خلافت کا جائز مالک تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ تو پھر سلطنت عثمانیہ کا آزادانہ اور طاقتور قیام اور عرب کے لئے اُسی سلطنت کا ایک جزو ہونا بھی ایک مذہبی مسئلہ ہے اور ٹرکی کا کسی سلطنت کے زیر اقتدار رکھا جانا یا اُس کو عرب یعنی خلافت کی جزو ضروری سے محروم کردینا یا اس کا خارجی پابندیوں میں جکڑ کر اسکی قوت مدافعت کو زائل کردینا ہر سچے مسلمان کے لئے اس دردناک احساس کا موجب ہوگا کہ دُنیا کی عیسائی سلطنتوں نے خود مذہب اسلام پر حملہ کیا ہے +

اخوت

ازقلم جناب خالد صاحب

إِنَّ الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَة

اب جبکہ بین الاقوامی خطرناک جنگ کا خاتمہ ہوچکا ہے ہر ایک شخص کی تمنا اور آرزو ہے کہ کوئی ایسا طرز عمل ملجائے۔ اور کوئی ایسی روش اختیار کیجائے جس کا نتیجہ صلح وامن اور باہمی اتفاق ہو۔ اور جس سے تمام دُنیا ایک ہوجائے۔ اور اُنکی باہمی منافرت و مغائرت جاتی رہے۔ اور باہمی اختلافات کے وجوہ معدوم ہوجائیں۔ جن لوگوں کا میدان جنگ میں رات دن موت سے مقابلہ

رہا ہو ان کا اطمینان اب چکنی چپڑی باتوں سے کبھی بھی نہیں ہو سکتا۔ اور نہ انہیں ایسی خوش کُن تجاویز تسلی دے سکتی ہیں جو عملی جامہ پہننے کے قابل نہیں۔ لوگ تو آجکل معاملات کے متعلق قطعی اور عملی رنگ میں فیصلہ کرنا چاہتے ہیں۔ اور ایسے اُمور کو وہ پسند نہیں کرتے جن کا وجود میں آنا ممکن نہ ہو۔ وہ تمام قصے جن سے ہمدردی کو بھڑکا کر انسانی ضمیر میں زہر پیدا کیا جاتا ہے۔ اب سب بیسود ہیں۔ اور علم الٰہیات کو مداریوں کی طرح پیش کرنیوالوں کے قول پر اب کسی قسم کا اعتماد نہیں رہا۔ زمانہ منزلیں طے کرتا کرتا اب ایسے مقام پر پہنچا ہے جہاں کہ لوگ سوچتے اور سمجھتے ہیں۔ ہر ایک بات کے متعلق استفسار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ انہیں مادی اور روحانی ہر دو عروج حاصل ہوں۔ اس حالت میں یہ ناممکن ہے کہ وہ لوگ جو اس خوفناک جنگ کے بعد زندہ ہیں پھر انہیں اصولوں اور مسئلوں کو چپکے سے مان لیں جو انہیں بچپن میں سکھلائے گئے تھے۔ اور جو کسی رنگ میں بھی قوائے عقلیہ کو طاقت اور جلا نہیں دے سکتے۔ اب لوگوں کا مشین کی طرح بلا سوچے سمجھے کام کرنا دور از قیاس ہے۔ زمانہ چاہتا ہے کہ جو کچھ بھی خلق اللہ کیلئے پیش کیا جائے وہ صحیح و صاف ہو۔ اور اس میں کسی قسم کی مداہنت و منافقت نہ ہو۔ تاکہ اس سے انسانی رُوح کو طاقت ملے۔ اور اس کا عروج و انبساط ہو۔ لوگ تو اس وقت اپنے اندرونی حالات پر غور کر رہے ہیں اور اپنے اعتقادات کا جائزہ لے رہے ہیں۔ انہیں زمانۂ ماضی میں یہ تعلیم دیگئی تھی کہ ان کے مذہب کی غرض و غایت صلح و آشتی پیدا کرنا اور برادری کا قائم کرنا ہے۔ لیکن اب انہیں اس کا صحیح نتیجہ دکھائی دیتا ہے جس نے جنگ اور نفرت کی صُورت اختیار کی ہے انہیں بتلایا گیا تھا۔ کہ اب امن اور خدا کی حکومت کا دور بالکل نزدیک ہے جس سے تمام قومیں ایک کانفرنس کی شکل میں دکھائی دینگی۔ اور جو دنیا میں امن کی گویا ضامن ہو جائینگی انہیں یہ بھی سبق دیا گیا تھا۔ کہ جب عیسائی مذہب تمام دنیا میں پھیل جائیگا تو جنگ کا نام و نشان نہ رہیگا۔ اور یہ غرض محض عیسائیت ہی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ ان سب باتوں کو لوگ خاموشی سے سُنتے رہے اور ان پر ایمان لاتے رہے۔ وہ بیرُونی مشنوں کو امداد بھی دیتے رہے مشنریوں کی رپورٹیں بڑے شوق سے پڑھتے رہے۔ اور انہوں نے اس بات کو صحیح سمجھا کہ تمام دُنیا میں امن و آرام ہے۔ یورپ تمام عیسائیوں سے پُر ہے۔ اور امریکہ میں بھی تمام آبادی عیسائیوں کی ہے۔ اور ہزارہا پونڈ

ہر سال ایشیا اور افریقہ میں اس مذہب کی اشاعت کے لئے صرف کئے جاتے ہیں۔ مگر جو لوگ عیسائیت کے متعلق کچھ تحقیقات کریں انہیں اُلو سمجھا جاتا ہے۔ اور جب کبھی کسی نے یہ کہا کہ عیسائیت میں چار سو نوے مختلف قسم کے فرقے پائے جاتے ہیں۔ تو اُسے مسخرا خیال کیا گیا۔ لیکن اس ظاہری اطمینان کو ایک آتش فشاں پہاڑ کی طرح سمجھنا چاہیئے۔ جن لوگوں کو اس کا دُھواں دکھائی نہیں دیا۔ وہ اس کے اندر کی آگ کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔ دُنیا کا جنگ سے پہلے یہی حال تھا۔ جو اُوپر بیان کیا گیا ہے۔ لیکن اب جو نظارہ ہمارے اُوپر ہے وہ سب پر عیاں ہے۔ بڑی بڑی سلطنتیں اور حکومتیں جنہیں اپنے مذہبی اعتقادات کی وجہ سے متفق و یکجان ہونا چاہیئے تھا۔ ایک دوسرے کے مقابلہ پر کھڑی ہیں۔ اور پرواہ تک نہیں کرتیں۔ تمام امن کے مقام تاریکی کے اندر ہیں۔ اور خوبصورت پہاڑیوں اور وادیوں پر دُھوئیں کے پردے ہیں۔ صاف اور ستھری ہوا بارُود کی وجہ سے بدبودار ہو رہی ہے۔ اور بچّوں کو جو بڑی آزادی سے کھلی ہوا میں کھیلا کرتے تھے بند کیا جاتا ہے تاکہ وہ ان توپوں کی آواز نہ سُنیں جو کہ آہستہ آہستہ اور اطمینان سے اپنا کام کر رہی ہیں۔ تمام مرد۔ عورت اور بچے سخت مصیبت میں ہیں۔ اور اس کے کان اور آنکھیں کسی ایسے خطرہ کی طرف لگی ہوئی ہیں جس کا انہوں نے مقابلہ کرنا ہے۔ عیسائی سرزمین کا یہی نقشہ اب نظر آتا ہے۔ اُس وقت جبکہ تباہ کُن آلات اور سامان حرب گاؤں کے گاؤں اور شہر کے شہر ویران اور برباد کر رہے تھے۔ اور لوگ حیرت زدہ ہو رہے تھے تو انہیں اپنے عزیزوں کی حفاظت کا خیال پیدا ہوا اور وہ صلح کیلئے اور اپنے اقربا کے خیریت سے واپس آنے کیلئے خدا سے دُعائیں مانگنے لگے۔ مگر وہ انہیں پُرانے گرجوں میں جاتے اور پُرانے دقیانوسی قسم کے دعا منتر کو دل میں خیال کرتے تھے کہ یہ باتیں لیکن وہ نہیں ہو سکتیں۔ انہیں کسی ایسی چیز کا کھٹکا لگا ہوا تھا جو ظہور پذیر نہیں ہوئی تھی۔ اور انکو اسباب کا بھی احساس ہو رہا تھا کہ ان کا مذہب کچھ اور ہونا چاہیئے اور وہ خیال کر رہے تھے کہ وہ اس وقت دوسروں کے کہنے پر چلتے ہیں۔ اور انہیں خود کسی بات پر سوچنے کا موقعہ نہیں دیا جاتا۔ انہیں آنکھیں بند کئے اپنے خاص قسم کے مذہب پر چلنے کی ترغیب دیجاتی تھی۔ جب لڑائی کا بازار گرم ہوا گھر اور شہر ویران اور برباد کر دیئے گئے۔ لیکن اگر اتفاقاً کسی جگہ صلیبی نشان کو نقصان پہنچا یا کوئی بت یا مجسمہ صحیح و سلامت رہا تو سادہ لوح لوگوں نے اسی میں عیسائیت کی فتح و نصرت کو دیکھا

ان بیچاروں کو عیسائیت کے متعلق ان قصوں کا خیال تک نہیں رہا جو ہمیں بتلاتے ہیں کہ شیطان فرشتے بن جائیں گے۔ اور تمام قسم کے جرائم مسدود ہو جائیں گے اور آخر ش ہماری دنیا ایک جنت کا نمونہ بن جائیگی میں پوچھتا ہوں کہ کیا انہوں نے کبھی اپنے مذہب کے متعلق پر چول کی اور کیا انہوں نے کبھی خیال کیا کہ وہ پادریوں کی تعلیم پر دل سے اعتقاد رکھتے ہیں۔ میں کہہ سکتا ہوں کہ ہرگز نہیں پر چول کرنیوالے اور سچے معتقد شاذ و نادر ہی دکھائی دیں گے۔ اسلئے چاہئے کہ ہم اس بات پر آپ غور کریں۔ خدا کی زمین پر لکھو کہا عیسائیوں کا خون ہوتے ہوئے دیکھ کر بھی خوش نہ ہو کہ اب عیسائی تہذیب کی فتح و نصرت کا جھنڈا ایشیا اور افریقہ میں گاڑا جا رہا ہے۔ ان براعظموں کے ہزارہا نوجوانوں نے بڑی بہادری کا ثبوت دیا ہے۔ اور بڑی وفاداری سے اپنی جانیں دی ہیں۔ آخر ش اس سیلاب اور طوفان عظیم کے خاتمہ پر گویا ہم ایک ڈرانیوالے خواب سے بیدار ہوئے ہیں۔ گو ہم آہستہ آہستہ محسوس کر رہے ہیں کہ اب مغربی یورپ میں آلات حرب کی آواز نہیں آتی۔ لیکن جنگ اپنی قربانیوں کا تقاضا دنیا کے دیگر ممالک میں کر رہی ہے ہمیں اس بات کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے کہ کوئی ایسی تدبیر کیجائے جس سے خلق اللہ اس آنیوالی آفت سے نجات پا جائے ہم نے مختلف قسم کی کانفرنسیں ایجاد کی ہیں صلحنامے تیار کئے ہیں۔ اور بین الاقوامی مجلس کو بھی قائم کیا ہے۔ لیکن یہ سب انسان کی بنائی ہوئی باتیں ہیں اور ان سے کوئی بھی عمدہ نتیجہ مرتب نہیں ہو سکتا۔ جب تک ان انسانی تجاویز پر ربانی مُہر نہ ہو اور انکی بنا روحانی اصول پر نہ رکھی جائے۔ اور خالق حقیقی کے منشا کے مطابق نہ ہو ہمیں یہ خیال کرنا چاہئے کہ ہم خدا نہیں بلکہ فانی انسان ہیں اور کسی صورت میں بھی لوگوں کی راہنمائی نہیں کر سکتے۔ جب تک کہ ہم خدا کی بتلائی ہوئی راہ پر نہ چلیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمام چیزیں جو انسان کی ہستی کے لئے اور اس کے فائدے کے واسطے ضروری ہیں پیدا کر رکھی ہیں۔ اور جو کچھ بھی اس نے پیدا کیا ہے وہ بالکل مکمل ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ خامی کہاں نظر آتی ہے۔ غور کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ نقص انسان کی طمع اور حرص کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ اگر انسان خدا کی عنایات انعامات کا مناسب و جائز طور پر استعمال کرے۔ اگر وہ علم حاصل کرنے کے صحیح طریق کی تلاش کرے۔ اگر وہ اپنی ذات کا مطالعہ کرے۔ اور اپنے خیالات اور الفاظ و اعمال پر قابو رکھے تو وہ شخص اپنی زندگی صحیح

طور پر بسر کر سکتا ہے۔ اور دنیا کو اس کے وجود سے فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ یہ بڑی مصیبت جسمیں دُنیا مبتلا رہی ہے
محض خدا تعالیٰ کے عطا کردہ انعامات کو نامناسب طور پر استعمال کرنے سے نازل ہوئی ہے۔ دُنیا نے
خدا داد عقل و علم کی وجہ سے بہت نقصان اٹھایا ہے۔ ایکدوسرے کے ساتھ ملکر فائدہ اُٹھانے کا کبھی
کسی نے خیال نہیں کیا۔ بلکہ اسکے برعکس ایسی تجاویز اختراع کیجاتی ہیں جن سے لوگ اوروں کو اپنے
ملکیت و مقبوضات سے فائدہ ہی اُٹھانے نہیں دیتے۔ بلکہ اوروں کی جائداد پر خود قبضہ کر لینے کا انتظام
کرتے ہیں۔ اب اس قسم کی کارروائی کا خاتمہ ہو جانا چاہئے۔ اسلامی ممالک میں اخوت قائم رہی ہے۔ اور
صحیح راہ رہنما کا کام دیتی رہی ہے۔ اسلامی دُنیا کو جہاز۔ گولہ بارُود اور دیگر تباہ کُن سامان کے نہ ہونے سے
نقصان پہنچا ہے لیکن ان چیزوں کی جنہیں یورپ نہایت ضروری خیال کرتا ہے وہاں کیوں کمی ہے اسکی وجہ صاف
ظاہر ہے۔ سب سے بڑے اور سب سے آخری پیغمبر صلعم کی تعلیم کے مطابق اسلامی لوگ زندگی بسر کرنے کی
کوشش کرتے ہیں مسلمان قومیں ہمیشہ رواداری کے اصُول کی پابند رہی ہیں۔ اور کسی
پر حملہ کرنا انہوں نے نہیں سیکھا۔ انہوں نے سب کو اپنے ضمیر و وجدان پر چلنے کی آزادی دے رکھی ہے اور
عیسائیوں کو اپنے اعتقاد اور مذہب پر قائم رہنے کی ہمیشہ اجازت دی تھی۔ اور یہی وجہ ہے ہر ایک اسلامی
سلطنت میں بہت سے عیسائی لوگ بھی آج تک نظر آتے ہیں لیکن یورپ میں نقشہ بالکل مختلف
دکھائی دیتا ہے ہسپانیہ کی طرف دیکھو اور سوچو کہ وہاں جو مسلمان تھے وہ اب کہاں ہیں۔ اور مسجدیں
جو وہاں تعمیر کی گئی تھیں۔ اُن کا کیا حشر ہوا۔ کیا اہل یورپ نے کبھی بھی خیال کیا ہے کہ عیسائیوں
کے ہسپانیہ فتح کرنے کی کیا غرض تھی۔ عیسائی لوگ خوب جانتے تھے۔ کہ مذہب چنداں ضروری
نہیں۔ اور یہ بھی خوب سمجھتے تھے کہ اُن کا مذہب جنگ اور قتال کو روک نہیں سکتا۔ اور نیز یہ بھی
انہیں علم تھا کہ مذہب ایک نام نہاد چیز ہے جسے حسب ضرورت ترک یا تبدیل بھی کیا جاسکتا ہے
نیز اس زمانہ میں یورپ ایک عظیم الشان لشکر کی طرح تھا۔ جس نے میدان جنگ میں ڈیرا ڈالا ہوا تھا۔
اور سلطنت کا ہونا یقینی امر تھا۔ عیسائیت اس وقت کی جبکہ یہ اپنے عروج پر تھی اپنے معتقدین کو
خونریزی سے نہیں روک سکی۔ باوجود ان تمام باتوں کے اس وقت یورپ میں لوگ اخوت کی تلاش میں ہیں
اور یہ آثار دنیا کے لئے اچھے نظر آتے ہیں۔ اب لوگ سوچ رہے ہیں۔ اور بحث و مباحثہ کر رہے ہیں
کہ کوئی ایسی صورت پیدا ہو جائے۔ کہ دُنیا میں ہمیشہ رہنے والا امن قائم نظر آئے لیکن میں اہل یورپ سے

کہونگا۔ کہ ایک بوسیدہ اور کمزور مذہب کی حفاظت کرنا اب بالکل بے سود ہے۔ یورپ میں عیسائیت کا خاتمہ ہو رہا ہے۔ اور یہ اسوقت تک کسی قدر زندہ نظر آتی ہے جب تک تنخواہ دار پادری اسکو سہارا دے رہے ہیں۔ اسلئے ہر ایک شخص کیلئے جو سچے دل سے مذہبی صداقت کی تلاش میں ہے اسلام کا مطالعہ کرنا ضروری ہے اسے چاہئے کہ اس تعصب کو چھوڑ دے جو صدیوں سے ان کے دل میں بٹھلایا گیا ہے۔ اور بلا رورعایت صحیح طور پر تحقیقات کرے۔ اُسے تمام قسم کی تحریرات جو مشرق والے پیش کرتے ہیں پڑھنی چاہئیں اُسے عیسائیت کی ہر ایک شاخ پر بھی غور کرنا چاہئے۔ اور پھر ان بڑے بڑے مذاہب کا بھی مطالعہ کرنا چاہئے جن کے پیرو عیسائیوں سے تعداد میں زیادہ ہیں اُسے قرآن مجید کو پڑھنا تمام اسلامی کتب کا مطالعہ کرنا اور رہنمائی کے لئے خدا سے دُعا بھی مانگنا چاہئے جب اس قسم کا شخص راضی برضاء الٰہی کے مسئلہ پر عمل پیرا ہو گا۔ اور صداقت اور حقیقت تک پہنچ جائیگا۔ تو پھر اُسے چاہئے کہ وہ دوسروں کو بھی فائدہ پہنچائے اور ان لوگوں تک علم پہنچائے جو تاریکی میں بھٹک رہے ہیں۔ اگر مغرب والوں کو ایسے مذہب کی تلاش ہے۔ جس سے دُنیا میں اُخوت قائم ہو تو ان کے لئے لازمی ہے کہ وہ ان غلطیوں کو ترک کر دیں جن کو انہوں نے اس طرح پکڑا ہوا ہے جس طرح کہ ایک ڈوبتا ہوا انسان کسی تختہ کو پکڑ کر سہارا بنتا ہے۔ اور انہیں نڈر ہو کر ہر بات میں صفائی سے کام لینا چاہئے ✢

اسلام میں سب ایکدوسرے کے بھائی ہیں۔ جماعت بندی یا قومیت کا لحاظ نہیں ہمیں ایک جمہوریت کی شان نظر آتی ہے جس کی عمارت ایک نہایت محفوظ اور مضبوط بنیاد یعنے سب کتابوں سے افضل کتاب جسے قرآن پاک کہا جاتا ہے رکھی گئی ہے۔ اور یہ کتاب دنیا کی ہدایت کے لئے اس وقت نازل ہوئی جبکہ لوگ ایکدوسرے کے برخلاف لڑائی جھگڑوں میں مبتلا تھے ✢

اسلام میں جمہوریت کا مکمل نمونہ

ہم بلاخوف تردید یہ کہسکتے ہیں کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہی پہلے شخص تھے جن کے ذریعہ دُنیا نے جمہوریت کے اصول سیکھے آپکے وصال کے چند سال بعد جب حضرت عمرؓ نے جو دُنیا میں ایک عظیم الشان حکمران گذرے ہیں عنان سلطنت اپنے ہاتھ میں لی تو آپنے مسلمانوں کی طرف مخاطب ہو کر یوں ارشاد فرمایا

اے برادران! میرے ذمہ آپ کے متعلق بعض خدمات و فرائض ہیں اور آپ کے بھی کچھ حقوق مجھ پر ہیں تمہارے لئے لازمی ہو کہ تم دیکھو کہ میں مالیہ کو بیجا طور پر صرف نہیں کرتا۔ اور اس امر کا خیال رکھو کہ مالیہ کی تشخیص میں میں غلط اصولوں پر نہیں چلتا۔ میرے لئے ضروری ہوگا کہ میں تمہارے مشاہرے بڑھا دوں۔ سرحد کی حفاظت کروں اور بلا ضرورت تمہیں خطرات میں نہ ڈالوں۔ اگر کسی موقعہ پر میں خطا کروں تو تمہارا حق ہے کہ تم مجھے روک دو اور مجھ سے باز پرس کرو۔

کوئی شخص بھی یہ کہنے کی جرات نہیں کر سکتا کہ اس عظیم الشان خلیفہ نے اپنے دوران حکومت میں اپنے مذکورہ بالا الفاظ کے خلاف عمل کیا۔ ان کا اپنا مشہور مقولہ کہ خلافت کا وجود تمام مسلمانوں کے مشورہ اور رائے کے بغیر ایچ ہو آپ کی تمام زندگی بحیثیت حکمران کا ترجمان ہو آپ کے اپنے عہدہ کی تنخواہ صرف اس قدر تھی کہ جس سے وہ بمشکل گذارہ ہی کر سکتے تھے۔ آپ ایک موٹے کھردرے کپڑا کا کرتہ جس میں باراں جگہ دھجیاں لگی ہوئی تھیں پہنا کرتے تھے۔ اگر اندازہ لگایا جائے تو آپ کے گھر کا تمام خرچ در اصل ایک شلنگ سے زائد نہ ہوا کرتا تھا۔ ابتدا میں آپ بیت المال سے کچھ نہ لیا کرتے تھے۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد انہیں محسوس ہوا۔ کہ اپنی معیشت و روزی کے لئے اُن کی کوشش اُن کے اصلی عہدہ کے فرائض کی سرانجام دہی میں حارج ہے۔ آپ نے اسلئے اپنے وظیفہ کا سوال مجلس شوریٰ (دیوان خاص) اور عام مسلمانوں کے سامنے پیش کیا۔ جو سب کے سب جمعہ کی نماز کے لئے مسجد میں جمع ہوئے۔ اور وہاں فیصلہ ہوا کہ آپ کو ضروریات کے مطابق مشاہرہ دیا جائے۔

خلافت کی ذمہ واریاں نیک و بد کے پرکھنے والے مسلمان بادشاہوں نے خلافت کی ذمہ واری کو ایک گراں اور مشکل فرض خیال کیا ہے جس کے ادا کرنے کے لئے حتی الامکان سخت ترین کوشش کیجانی چاہئے۔ لکھا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رو پڑے جبکہ انہیں خلیفہ انتخاب کیا گیا۔ مسلمانوں سے وفاداری کا عہد لے کر اپنے گھر واپس آئے تو شاہی اصطبل سے سرکاری گھوڑا منگوانے کی بجائے وہ اپنے خچر پر سوار ہوئے۔ اور جب انکی بیوی نے ان سے رونے کا سبب پوچھا اور کہا کہ یہ ایک خوشی اور شادی کا مقام تھا کہ مسلمانوں نے آپ کو اپنا سردار مقرر کیا ہے۔ اور اس طرح سب سے بہتر آپ کو خیال کیا ہے۔ تو آپ نے پُر از درد آواز کے ساتھ فرمایا کہ اے نادان کیا تو

نہیں دیکھتی کہ مسلمانوں کے ایک انبوہ کثیر کی نگہداشت کی ایک بڑی بھاری ذمہ واری مجھ پر عائد ہوئی ہے۔ اس صورت میں تو کس طرح کہہ سکتی ہو کہ مجھ جیسے مفلس انسان کے لئے آج خوشی کا دن ہے؟

عید کے دن خلیفہ کے بچّوں کا لباس

ذیل کے قصہ پر ممکن ہے کہ آجکل کے لوگ اعتماد نہ کریں لیکن اس کے معتبر ہونے پر آج تک کسی کو شُبہ نہیں ہُوا۔ مغرب میں جمہوریت کے حامیوں کے لئے یہ ایک زندہ سبق ہے۔ اور اس نصیحت آموز قصہ کو مدنظر رکھ کر وہ بڑے وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ ان کا مطالبہ شاہی خاندان کے ذاتی اخراجات میں کمی کرنے کا کوئی خیالی پلاؤ نہیں ہے۔ روایت ہے کہ ایک عید کے موقعہ پر جو کہ تمام مسلمانوں کے لئے نہایت ہی خوشی کا دن ہوتا ہے خلیفہ پنجم کے بچّوں کا لباس بہت ہی پھٹا پُرانا تھا۔ اور اُن کی بیوی اس بات پر مُصر تھی کہ اُنہیں نیا لباس بنا کر دیا جائے۔ خلیفہ عمرؓ ثانی جواب میں کہتے تھے کہ اُن کے پاس اُنکی اپنی کمائی میں سے ایک بھی پیسہ بچا ہُوا نہیں۔ اس پر آپ کی بیوی نے کہا کہ وہ بیت المال میں سے ایک دن کی تنخواہ پیشگی برآمد کرا لیں۔ یہ سُنکر خلیفہ کا چہرہ غُصّہ سے لال ہو گیا۔ اور انہوں نے کہا کہ کیا تمہیں یقین ہے کہ میں کل تک زندہ رہونگا۔ اور جو روپیہ میں آج لونگا۔ اس پر میرا حق بھی ہوگا۔ یہ واقعہ اُس زمانہ کا ہے جبکہ خلیفہ دُنیا کے ایک عظیم الشان شاہنشاہوں میں گنا جاتا تھا اور اُسکی سلطنت ہندوستان سے لیکر مراکش تک پھیلی ہوئی تھی +

اس اخوت اسلامی کے اصُول کو نہ صرف خلفا ہی نے عملی جامہ پہنایا بلکہ غریب سے غریب مُسلمان میں بھی اسی قسم کی رُوح پھُونکی گئی تھی۔ ملک شام کی لڑائی میں جو کہ عیسائیوں سے ہوئی عیسائیوں نے اپنا ڈیرہ بنسان میں لگایا اور اسلامی فوج نے موصل میں قیام کیا۔ یہ واقعہ ۱۳ ہجری کے تھوڑے ہی دیر بعد ہوُا یعنے جبکہ دمشق کی فیصلہ کن لڑائی میں عیسائیوں کو شکست نصیب ہوئی تھی۔ عیسائیوں نے اسلامی حملہ کی زور دار رو کو روکنے کے لئے سخت جدوجہد کی اور تمام اپنے ذرائع خرچ کر دیئے حتےٰ کہ بنسان اور فحل کے درمیانی تمام علاقہ کو زیر آب کر دیا۔ لیکن مسلمان بڑے بڑے استقلال اور ہمت سے آگے بڑھتے گئے۔ جب عیسائیوں نے اُن کی رفتار کو دیکھا تو انہوں نے حضرت ابوعبیدہؓ کو جنہیں پیغام بھیجا جو اُس وقت فوج کے ایک بڑے بہادر جرنیل تھے۔ اور درخواست کی کہ وہ اپنا ایک ایلچی عیسائیوں کی لشکرگاہ میں صلح کی شرائط کے تصفیہ کے لئے بھیجیں

حضرت معاذؓ کو اس کام کے لئے منتخب کیا گیا۔ عیسائیوں کے خیمہ میں نہایت قیمتی قالین بچھے ہوئے تھے۔ اور بیش بہا پردوں سے وہ مزین تھا۔ حضرت معاذ نے اُن قالینوں پر چونکہ غربا کو لوٹ کر اور اُنہیں تکلیف دے کر تیار کئے گئے تھے بیٹھنا پسند نہ فرمایا۔ اسلئے آپ اس جگہ بیٹھ گئے جہاں کوئی قالین وغیرہ بچھایا نہ گیا تھا۔ عیسائیوں کو اسبات پر بہت رنج ہوا کہ آپ نے انہیں موقع نہ دیا۔ کہ وہ ان کی مناسب طور پر تعظیم و تکریم کرتے۔ اور اُن کا خیال تھا کہ اگر آپ نے خود اپنے تئیں بےعزت کیا۔ تو اس کے ذمہ وار عیسائی نہیں۔ حضرت معاذؓ اس موقعہ پر اپنے آپ کو ضبط نہ کر سکے۔ اور بآواز بلند فرمایا کہ میں اس چیز کی جسے تم لوگ عزت و عظمت کی نگاہ سے دیکھتے ہو ذرہ بھر بھی پرواہ نہیں کرتا۔ اگر غلاموں کی عادت میں ہے کہ وہ فرش زمین پر ہی بیٹھیں تو مجھے اسبات پر فخر ہے۔ کہ میں خدائے ذوالجلال کا ایک عاجز اور ادنیٰ غلام ہوں۔ عیسائی آپ کی صاف گوئی پر حیران و ششدر رہ گئے۔ اور پوچھا کہ آیا لشکر اسلام میں آپ سے زیادہ تر نیک اور پاک کوئی اور شخص بھی ہے۔ آپ نے نہایت ہی لطیف جواب عیسائیوں کو دیا۔ فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ اپنے تمام فوجی برادری میں میں بدترین شخص ہوں اور یہ امر میرے لئے تسکین دہ ہے۔ اس کے بعد صلح کے متعلق کچھ گفتگو ہوتی رہی اور پھر حضرت معاذؓ نے اسلام کے متعلق ذکر کرتے ہوئے ذیل کے زبردست الفاظ فرمائے۔

”اگر تم لوگ اسلام قبول کرو۔ تو تم ہمارے بھائی بن جاؤ گے تمہیں اسبات کا فخر ہے کہ تمہارا ایک بادشاہ ہے۔ جو تمہاری جائداد اور تمہاری جانوں کا واحد مالک ہے لیکن ہمارا بادشاہ کوئی بھی ایسی طرز اختیار نہیں کرتا جس سے ہم پر اسکی فوقیت ظاہر ہو۔ اگر خدا نخواستہ وہ کبھی زنا یا چوری کا مرتکب ہو تو وہ خود اپنے لئے مقررہ سزا تجویز کریگا۔ وہ محلات میں آرام کرنا نہیں جانتا۔ اور اس تک رسائی نہایت آسان ہے۔ اور دولت اور جائداد کے لحاظ سے ان کی حالت اور حیثیت دیگر مسلمانوں کے مقابلہ میں بہتر نہیں“

مضمون بالا پر رسالہ مسلم انڈیا کے ریمارکس حسب ذیل ہیں:۔ | یڈیٹر

آجکل کے بعض لیڈر جو اس امر پر زور دیتے ہیں کہ آئینی طرز حکومت اسلامی ممالک کے لئے موزوں نہیں ان کے لئے مسطورہ بالا مضمون موجب دلچسپی ہوگا۔ جبکہ اسبات کا سب کو اعتراف ہے اور

دنیا کی تاریخ بھی اس پر گواہ ہے کہ اسلام ہی نے مکمل آئینی حکومت کو قائم کیا۔ اور اس کے لئے آواز بلند کی۔ تو پھر اُس کے متعلق ایک غلط رائے کا اظہار کرنا یا تو محض ناواقفیت کی وجہ سے ہے۔ اور یا ناجائز مداخلت کو جواز کا جامہ پہنانے کی کوشش ہے۔ جمہوریت کی اس اصلی غرض و غایت تک پہنچنے کیلئے جس کا علم اسلام نے دیا ہے ابھی اہل مغرب نے مختلف قسم کے آئینی انقلاب دیکھنے ہیں مسلمانوں نے جمہوریت ہی کی وجہ سے ترقی کی تھی اور جب مطلق العنان بادشاہ بننے کی خواہش اُن کے دل میں پیدا ہوئی تو اُن کی مضبوط جڑیں کمزور ہونے لگیں۔ کہا جاتا ہے۔ کہ اگر مذاق اور خیالات ایک ہی قسم کے ہوں تو باہمی ہمدردی اور امداد کا موجب ہوتے ہیں لیکن یہ ایک شان الٰہی ہے کہ برطانیہ کلاں کی قدامت پرست پارٹی ہمیشہ سلطنت ٹرکی کی طرفداری کرتی رہی ہے، اور آزادی کے دلدادوں نے جو کہ جمہوریت کا اعلان کرتے پھرتے ہیں۔ اس کا گلا دبائے جاتے ہوئے اُسے اس وقت دیکھنا گوارا کیا جبکہ وہ اپنی وراثت یعنی جمہوری حکومت کو پھر حاصل کرنے کی کوشش کر رہی تھی +

حضرت خواجہ صاحب کے لیکچر مدراس

(دوسرا لیکچر)

(مدراس کے مشہور و معروف انگریزی اخبار ہندو سے ترجمہ کیا گیا)

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے جن کی فصیح اور شاندار تقریروں نے مدراس کی پبلک میں زندگی کی ایک نئی لہر دوڑا دی ہے۔ مورخہ ۲۲ فروری اتوار کو وکٹوریا ہال میں "انگلستان میں تبلیغ اسلام" کے موضوع پر اردو میں تقریر فرمائی۔ آنریبل مسٹر یعقوب حسن صاحب کرسی صدارت پر متمکن تھے صاحب صدر نے ووکنگ مشن اور اُس کے بانی کا حاضرین سے تعارف کراتے ہوئے اس مسئلہ کے سیاسی پہلو پر نظر ڈالی۔ اور اسلام کے اصولوں کی غلط فہمی کا جو غبار یورپ کے اُفق ذہن پر اندھیرا کئے ہوئے ہے اُس کے دور کرنے کی اہمیت پر بڑا زور دیا۔ صاحب صدر نے پھر وہاں کے نومسلموں کی خدمات دینی کا تذکرہ گن گن کر کیا۔ خصوصاً مسئلہ خلافت کے

ضمن میں مسٹر محمد مارمیڈیوک پکتھال کا جو اپنی ان تھک کوشش اور جوش کے ساتھ مغربی دنیا میں اسلام کے سچے اصول پیش کر رہا ہے۔ اور جسکی وجہ سے وہ تمام اہل اسلام کی تحسین کے مستحق ہیں۔

لیکچر } بعد ازاں خواجہ صاحب لیکچر کے واسطے کھڑے ہوئے اور نعروں اور چیرز سے ہال گونج اٹھا۔ انہوں نے قرآن شریف کی چند آیات کی تلاوت کی۔ اور مسلمانوں کی موجودہ تکالیف کا کچھ عرصہ تک ذکر کیا انہوں نے فرمایا کہ تمام مسلمان صحیح طور پر یہ تسلیم کرتے ہیں کہ مسئلہ خلافت کے تصفیہ میں انکی آیندہ زندگی کا راز سربستہ ہے۔ اگر خلافت کو برقرار نہیں رکھا جائیگا تو اس سے مسلم نظام کی بنیادیں متزلزل ہو جائینگی۔ اور بنی نوع انسان کی ترقی میں اسلام اپنا اثر ڈالنے میں ایک ضروری جزو نہیں رہیگا لیکن انہوں نے حاضرین کو یقین دلایا۔ کہ اللہ تعالیٰ کے ہمارے ساتھ وعدے ہیں۔ اور اسکے وعدے ٹل نہیں سکتے) کہ مسلمانوں کے اماکن مقدسہ ہمیشہ مسلمان شہنشاہوں کے قبضہ میں ہی رہینگے اگر ترک کسی وقت مکہ شریف اور مدینہ منورہ کے خادم نہیں رہتے (اور سوال یہ ہے کہ آخر کار ترک کون ہیں، تو کوئی اور بادشاہ خواہ وہ جارج پنجم ہی ہو۔ یا اس کا ہم پلہ طاقتور والی ملک ہو اسلام کی نعمت سے مالامال ہو گا جو ان مقامات کیخدمت پر مامور ہو گا۔ کیا ترک پہلے عیسائی نہ تھے اور کیا وہ اسلام کے نہایت خوفناک دشمن نہ تھے؟ کیا انہوں نے مسلمانوں کی سلطنتوں کو تاخت و تاراج نہیں کیا تھا؟ اور مسلم یونیورسٹیوں اسلامی نظم و تمدن کو برباد نہیں کر دیا تھا؟ لیکن اسلام کے اعلےٰ اصولوں کے آگے مسلمانوں کے فاتح بالآخر سرنگون ہوئے۔ آخر انہوں نے اسلام قبول کیا۔ اور مقامات مقدسہ کے خدمتگذار ہو گئے۔ کیا تاریخ اپنا اعادہ نہیں کرتی؟ اگر کسی قسم کی بدظنی ہے تو وہ مسلمانوں کی خواب غفلت پر ہے جس سے ابھی ان کو ہوش نہیں آئی۔ وہ اپنی کاہلی کے طلسم کو توڑ ڈالیں اور نوزائیدہ زندگی میں حلقہ کار کی طرح ڈالیں وہ قرآن کریم کے خزانہ کو کھولیں اور اس کے موتیوں کو صفحۂ عالم پر بکھیر دیں۔ اور دنیا کو بتائیں کہ قرآن کریم کس تہذیب کی تعلیم دیتا ہے۔ اور اسلام کونسی جمہوریت سکھاتا ہے۔ اس کے بعد معزز لیکچرار نے انگلستان میں اپنے نوعیت عمل کے کچھ حالات بیان فرمائے۔ اور عیسائیوں کے لغو اور بے بنیاد اتہام کا کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلایا گیا ہے بطلان کیا اور اس کے ساتھ ہی افریقہ میں اشاعت اسلام کیطرف اشارہ کیا جہاں تلوار تو بڑی چیز ہے نشتر سے بھی کام نہیں لیا جاتا اور جہاں حکومت کی مدد کے باوجود عیسائی مشنریوں کو سخت ناکامی ہوئی

ہے پھر خواجہ صاحب نے عیسائیوں کے طفلانہ مضحکہ آمیز اعتراض کا ذکر کیا۔ کہ اسلام صرف وحشی لوگوں کے مناسب حال ہے اور یہ کہ وہی اسکو جلدی قبول کرتے ہیں لیکن انہوں نے حاضرین سے سوال کیا آیا انگریز وحشی ہیں ؟ اگر وہ ایسے نہیں تو پھر کس طرح وہ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں انہوں نے بتایا کہ ان تین سو نومسلموں میں سے زیادہ تر اعلےٰ طبقہ کے لوگ ہیں جو اعلےٰ تعلیم وتمدن کے مالک ہیں۔ حالانکہ عیسوی فلسفہ تثلیث جو کہ علم ریاضی کے ابجد کو بھی بٹہ لگاتے ہوئے ہے۔ وہ بہت فرومایہ لوگوں کو اپنی طرف کھینچ سکا۔ اگرچہ عیسائی مشنری یہ فخر تسلیم کیا کرتے ہیں کہ یہ عقیدہ اپنی پرپیچ اور الجھی ہوئی نوعیت کے سبب سے خاص امتیاز رکھتا ہے۔ اگر ہندوستان میں چوہڑے اور دیگر رذیل قومیں نہ ہوتیں جنہوں نے غربت سے تنگ آکر عیسائیت قبول کی۔ تو ہندوستان کی مسیحی مشنوں کی کامیابی کا راز کھل جاتا +

خواجہ نے آگے چلکر مسلمانوں کے اندرونی اختلافات کا ذکر کرکے بیان فرمایا کہ جب اسلام کے اصول ایک ہیں۔ اور اسی طرح سے بتمام وکمال مسلمان اُن پر اعتقاد رکھتے ہیں تب اسلام میں اس قسم کی کوئی فرقہ بندی نہیں کہلا سکتی جس طرح کہ عیسائی مذہب میں ہے.... مسلمان ایک ہی خدا پر ایمان رکھتے ہیں۔ ایک ہی پیغمبر کی اطاعت کرتے ہیں۔ ان کا ایک ہی قرآن ہے نماز اور دوسری عبادات بھی وہ ایک ہی طریق پر ادا کرتے ہیں۔ ان کا ایک ہی مذہب ہے۔ تو پھر اُن میں تفرقہ کیسا۔ فروعی معاملات میں رائے کا اختلاف ہوگا۔ جو زندگی کو زیادہ مفید اور اس سے بڑھ کر زیادہ دلچسپ بنانے کے لئے از حد مفید بلکہ ضروری ہے +

بعدازاں انہوں نے حاضرین جلسہ کی توجہ کو اہل یورپ کی اس معقولی رنگ لئے ہوئے بیداری کی طرف مبذول کرایا۔ جو وہ مذہب میں بھی اختیار کر رہے ہیں۔ موجودہ کلیسیا عقل اور سمجھ کو قطعاً مذہب کے میدان میں قدم رکھنے کی اجازت نہیں دیتا۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا ہے کہ وہ خود اپنی بنیادوں پر آن گرا ہے۔ اور ہر متنفس ایک عالمگیر مذہب کی تلاش میں ہے جس کی بنا معقولیت پر ہو۔ ایسا مذہب اسلام ہے اور یہ ضرور یورپ میں پھیلکر رہیگا +

لیکچر کے اختتام پر جناب صدر کھڑے ہوئے جنہوں نے خواجہ صاحب کی عظیم الشان خدمات کا جو انہوں نے اسلام اور انگلستان میں مسلمانوں کی کیں شکریہ ادا کیا۔ اور انگلستان رہکر ووکنگ مشن مشن کی سرگرمی کا عینی مشاہدہ بیان فرماتے ہوئے جلسہ کی کارروائی کو ختم کیا۔ بعدازاں اعلان

کیا گیا۔ کہ ۲۵ فروری بدھ وار کو خواجہ صاحب زیر صدارت مسٹر سی پی رام سوامی وکٹوریہ ہال میں جلسہ مذاہب اور پیغام اسلام پر لیکچر دیں گے +

تیسرا لیکچر

خواجہ صاحب کا تیسرا لیکچر لیگ مذاہب اور پیغام اسلام" پر وکٹوریہ ہال میں ۵ مارچ کی شام کو ہؤا۔ ہال ہندوؤں اور مسلمانوں سے بھرا ہوا تھا مسٹر سی۔ پی رام سوامی آئر صدر جلسہ قرار پائے انہوں نے لیکچر کے شروع ہونے سے پہلے فرمایا۔ کہ وہ اسکو اپنے لئے باعث فخر سمجھتے ہیں کہ اُن کو ہندوستان کی دو بڑی قوموں کی متحدہ جلسہ کی صدارت پیش کی گئی ہے ان کے خیال میں ہندو اور مسلم اتحاد اب عملی جامہ پہن چکا ہے اور ہر لمحہ تیزی سے ترقی کر رہا ہے۔ یہ اتحاد دونوں قوموں کی دلی خواہش کا نتیجہ ہے اور کسی خاص فرد کو اس کا ذمہ دار ٹھیرانا واقعات کے بالکل خلاف ہے اگرچہ یہ بات بلا تامل کہی جاسکتی ہے کہ مہاتما گاندھی ضرور ان قابلقدر انسانوں میں سے ہیں جنہوں نے اس اتحاد کے مبارک پودہ کی نشو ونما میں اپنی پوری طاقت صرف کی ہے +

بعد ازاں صاحب صدر نے فرمایا۔ کہ مذہب اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے اپنے پیروؤں کو اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اسکی رضا جوئی کی راہوں پر چلایا ہے۔ اور پیغمبر اسلام کی اس تعلیم سے بنی نوع انسان کے معلومات میں ایک بڑا اضافہ ہؤا ہے" +

لیکچر } اس کے بعد خواجہ صاحب لیکچر کے لئے کھڑے ہوئے۔ آپ نے فرمایا۔ آج سے تیرہ سو برس پیشتر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کُل بنی نوع انسان کے لئے ایک برادری میں منسلک ہونے کا پیغام دنیا میں لائے تھے مخلوقات کا اختلاف دراصل کوئی بُری چیز نہیں ہے کہ جس کے مٹانے کی کوشش کی جائے۔ جو لوگ صحیفۂ قدرت کا مطالعہ کرتے ہیں وہ اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ یہ اختلاف ہی ترقی کی رُوح رواں ہے۔ یہی امر جب انسان پر عائد کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں۔ کہ اگر طبائع انسانی میں اختلاف نہ ہو۔ تو ترقی فوراً رک جائے۔ چنانچہ تقسیم عمل کا قاعدہ جو مہذب دُنیا میں رائج ہے اس بات کا کافی ثبوت ہے۔ اور دنیا کی ترقی اس وقت تکمیل کو پہنچیگی جب دُنیا کے تمام شہری اپنے فرائض کو باہم اس طرح بانٹ لیں گے۔ جس طرح کہ ایک کنبہ کے بہت سے

افراد سہولیت کی غرض سے اپنے گھر بس کر لیا کرتے ہیں۔ مذہب بھی تمدن کا حامی ہے اس نے انسان کے حیوانی جذبات کو اخلاق میں تبدیل کر کے اُن کو روحانی نظام کے ماتحت کیا ہے۔ اسلئے ہم کہتے ہیں کہ دنیا میں مختلف مذاہب کا پایا جانا ہی اس کی ترقی کی دلیل ہے۔ اس اختلاف مذاہب میں ایک نظام پیدا کرنے کے لئے سات باتیں ضروری اور قابل توجہ ہیں :۔

اول۔ ایک منبع ہدایت یا جڑ۔
دوئم۔ شاخیں۔
سوئم۔ شاخوں کا اپنی اصل جڑ سے دائمی تعلق
چہارم ایک شاخ کا دوسری کی آزادی کا احترام
پنجم۔ ایک شاخ دوسری شاخ کی ممد۔
ششم۔ ایکدوسرے کے نقصان سے پرہیز۔
ہفتم۔ اشتراک۔

کیا یہ تمام مختلف اجزا ایک بڑے اور قوی ہیکل درخت کو وہ ہیئت کذائی نہیں دیتے جس کی وجہ سے وہ درخت کے نام سے موسوم ہو سکے ؟

پس سیاسی یعنی جسمانی یا اخلاقی یعنی رُوحانی ترقی کے مدارج اعلیٰ پر پہنچنے کیلئے انہی سات بڑے اصولوں کے اوپر قدم مارنا ہوگا۔ دنیا ایک بڑے اتحاد کی طرف بڑھ رہی ہے کانفرنسوں۔ کانگرسوں۔ مجالس ہائے بین الاقوامی کا قائم ہونا اس بات کی واضح دلیل ہے۔ کہ قلب انسانی ایک عالمگیر برادری کی تڑپ اپنے اندر رکھتا ہے۔ ہاں اگر کوئی بات لیگ آف نیشنز (مجلس بین الاقوامی) کی کامیابی میں شبہ پیدا کرتی ہے تو وہ یہ ہے کہ شاید اس کی صحیح اصولوں پر بنیاد نہ رکھی جائے۔ اگر ایک مشروط ایک جزو دینی نوع انسان کو دوسرے جزو دینی نوع انسان کی دائمی غلامی میں رکھنے کی غرض سے قائم کیا جاتا ہے تو اسکی بنیاد بجائے مضبوط چٹان پر قائم کرنے کے ریت پر رکھی جاتی ہے۔ اور ایسی مجلس یقیناً ایک عالمگیر صلح کا پیش خیمہ نہیں قرار دیجائیگی +

قرآن پاک کے نزول سے پہلے کوئی مذہب اِس خیال کا احاطہ نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے سوائے دوسرا مذہب بھی خدا کی طرف سے ہو سکتا ہے۔ اس ننگ ظرفی کا شکار دُنیا مدتوں رہی اور افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اب بھی بہت سے انسان اس نوک نشتر سے خون آلودہ ہیں۔ خدا تو

اپنے بندوں کے ساتھ کبھی ناانصافی روا نہیں رکھتا۔ اور جب تقسیم جسمانی میں غریب و امیر اس کے سامنے برابر ٹھیرے تو اُس کی شان سے بعید ہے کہ رُوحانی نعماء کی تقسیم میں تفریق جائز رکھے۔ محمد رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جس بڑی تاریکی کو دُنیا سے دُور کرنے پر مامور کئے گئے۔ تو وہ بھی تنگ ظرفی کی تاریکی تھی۔ چنانچہ اس کا پہلا پیارا پیغام الحمد للہ رب العٰلمین۔ الرحمٰن الرحیم۔ مٰلک یوم الدین جو دُنیا کو ملا وہ ایک عالمگیر اتحاد کا بیج تھا +

اِس پیغام نے ہر انسان کا جسمانی اور رُوحانی برکات کے سرچشمہ یعنی الہام سے مُستفید ہونا پیدائشی حق قرار دیا ہے۔ اب اگر کوئی کینہ ور انسان قرآن پاک کی تعلیم کو ظلم تعدی کا سبق دینے والی قرار دے تو یہ الزام محض بے بنیاد ہوگا۔ ایسے نکتہ چینوں کو چاہیئے کہ کتاب پاک سے کوئی ایسی آیت نکالکر پیش کریں۔ جس سے لوگوں میں بُغض و تعصب ہونے کا مفہوم ادا ہوتا ہو +

اسلام انبیاء میں کوئی تفریق نہیں کرتا مسلمان ہر الہامی کتاب پر خواہ وہ محمد صلعم پر نازل ہوئی یا کرشن پر ایمان رکھتا ہے +

فاضل مقرر نے یہاں پر دلائل سے ثابت کیا کہ قرآن پاک کی تعلیم سات مندرجہ بالا اصُول سے مخالف نہیں پڑتی۔ اور یہ بھی بیان کیا کہ انہوں نے مختلف مذاہب کی کتب مقدسہ حصُول سچائی کی غرض سے مطالعہ کی ہیں۔ اور باوجود اس کے کہ اُن میں بعد کی ملائی ہوئی بعض بے ربط آیات موجود ہیں لیکن بلاشبہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ کتب مقدسہ بہت سی خوبیوں کی جامع ہیں +

اسلام سب سے ضروری تعلیم جو اپنے پیروں کو دیتا ہے۔ اور جس کو اُن کا انتہائی مقصد قرار دیتا ہے۔ وہ اُن کو تمام قوی جسمانی کو بنی نوع انسان کی خدمت میں لگاتا ہے۔ اور اگر ایک مسلمان صرف اپنی نشو و نما میں منہمک ہو جاتا ہے۔ تو گویا وہ اپنی امانت میں جو اُسکو اللہ نے سپُرد کی تھی خائن ٹھیرتا ہے +

تنگدلی اور تنگظرفی کا زمانہ اب ہو چکا ہندوستان والوں کو چاہیئے کہ اپنی مذہبی

جنگ و جدال کی پرانی داستان بھول جائیں۔ اور اپنے فرائض کو پہچانیں اور پاک خداوند تعالیٰ کی پرستش کیلئے "لیگ مذاہب" بنائیں۔ آیا قوم دوسری قوم کے انبیاء کو اللہ کے بھیجے ہوئے برحق تسلیم کرلیں جس کا حیرت انگیز نتیجہ انشاءاللہ یہ ہوگا۔ کہ مسلم اور ہندو اتحاد مضبوط چٹان پر قائم ہو جائیگا۔ اور ایکدوسرے کے انبیاء کو راستباز انسان مان لینا کسی قوم کیلئے ہرج کی بات بھی نہیں ہے +

ہندو اور مسلمان مدتوں ہندوستان میں امن و چین سے رہے۔ جب جسمانی اتحاد ممکن ہے تو روحانی اتحاد کیوں ناممکن ہوسکتا ہے؟ اس سے یہ نہ سمجھا جائے۔ کہ "لیگ مذاہب" کا رکن بننے کے ساتھ تبدیلی مذہب بھی لازمی ہوگی۔ کیونکہ اس اتحاد کی غرض صرف ایک ایکدوسرے کی ہمدردی ہوگی۔ اور دُنیا کا کوئی مذہب اس بات سے نہیں روکتا +

مدراس مذہبی سرگرمیوں کے لئے مشہور ہے۔ اور مسز بیسنٹ کا احسان کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ جو انہوں نے مذہبی تعصب کے قلع قمع کرنے میں ملک پر کیا ہے اب میدان اس بات کے لئے صاف پڑا ہے۔ کہ اس پر لیگ مذاہب کی ایک شاندار اور دلکش عمارت کھڑی کیجائے +

اس لیگ یا پنچایت کا رکن ہونے کیلئے سب انبیا مثلاً موسیٰ عیسیٰ رامچندر کرشن بدھ محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام کے متعلق یہ تسلیم کرنا ہوگا۔ کہ وہ اللہ کے بھیجے ہوئے مرسل تھے۔ تمام کتب مقدسہ برحق ہیں۔ اور قرآن آخری الہامی کتاب ہے۔ اور یہ کہ آئندہ کسی مذہب پر بیجا تہمت نہ لگائی جائے +

اخیر میں جناب مقرر نے حاضرین کو یقین دلایا۔ کہ کم از کم ہندوستان کے آدھے مسلمان نہ صرف جناب کرشن اور رامچندر جی کو سچے پیغمبر تسلیم کرلیں گے۔ بلکہ وہ گائے کی قربانی سے دست بردار ہو جائیں گے +

حضرت خواجہ صاحب کے لیکچر کے اختتام پر مسٹر سی۔ پی۔ رام سوامی آئر نے فرمایا۔ کہ اسلام نے عربی روح سے اپنے کو کبھی علیحدہ نہیں کیا۔ یہ روح اپنے تخیل میں عرب کے وسیع ریتلے میدانوں کی طرح دُور دراز حد تک پھیلی ہوئی افق سے جا ملتی ہے۔ مگر ساتھ ہی اس کا قدرتی نتیجہ نخلستانوں کی

ایک شکستہ بت کی مانند ہے۔ یورپ کے بڑے بڑے اہل الرائے اور مدبر آج کی تہذیب سے بیزار ہو رہے ہیں اور جو کچھ بھی خوبی ہمیں مغربی اقوام میں نظر آ رہی ہے۔ وہ سب اسلام میں پائی جاتی ہے۔ یا یوں کہیئے کہ اہل مغرب نے اسلام سے لی ہے ہمیں اسلامی تہذیب و تعلیم کو مخدوش اور ٹیڑھی راہوں سے نہ دیکھنا چاہیئے بلکہ اس کے صاف اور پاک چشمہ پر براہ راست جانا چاہیئے۔ کیا مسلمانوں کے پاس ترقی و تہذیب کا ایک مجرب نسخہ نہیں؟ ان کے پاس اس قسم کا نسخہ ہے۔ لیکن انہوں نے اسے چھوڑ رکھا ہے۔ اور خدا نے بھی اسی لئے ان کی طرف سے منہ موڑ لیا ہے۔ اے مسلمانو تمہیں کافی سبق مل چکا ہے۔ اب آئندہ لا پرواہی اور سستی سے کام نہیں چل سکیگا۔ اٹھو میرے پیارے بھائیو تیسند ہو جاؤ سستی کو دور پھینکدو۔ کمر ہمت باندھو اور اسلام کے کام میں تن من سے مصروف ہو جاؤ۔ خود سچے مسلمان بنو اور اپنے لیڈروں اور راہنماؤں کو مجبور کرو کہ وہ بھی سچے مسلمانوں کا نمونہ دکھلائیں اور اگر وہ اسلام کے احکام پر عمل نہ کریں تو ان کی پرواہ نہ کرو۔ اور انہیں چھوڑ دو لیکن یہ یاد رہے کہ اسلام نے غیر مسلم حکومت کے ماتحت رہ کر اس کے خلاف نا جنگی پھیلانے کی تعلیم نہیں دی۔ اسلئے اپنی گورنمنٹ کے ساتھ وفاداری کو جیسا کہ قرآن کا حکم ہے ہاتھ سے نہ دو۔ مگر ساتھ ہی گورنمنٹ کے ساتھ سچے مسلمانوں کی سی روش کو اختیار کرو۔ اور یہ بھی ذہن نشین کر لو۔ کہ اسلام دنیا کے لئے ایک ایسی آئینی حکومت پیش کرتا ہے۔ جو تمام قوموں کے لئے ایک نمونہ کا کام دے سکتی ہے +

ناظرین کرام کی قابل توجہ

کسی رسالہ یا اخبار کی ہستی کا انحصار بہت حد تک اس کے ناظرین کرام کی توجہ ہمدردی پر ہی ہوتا ہے رسالہ اشاعت اسلام جو خدمت گذشتہ چند سالوں سے اسلامی دنیا میں کر رہا ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ اس وقت چونکہ ہر ایک چیز کی قلت و گرانی ہے اور کاغذ کی گرانی بھی روز افزوں ترقی پر ہے۔ اور اجرت کتابت میں بھی پچاس فیصدی کا اضافہ ہو گیا ہے۔ اور پریس والوں نے چھپائی کی نرخ میں سو فیصدی کا اضافہ کر دیا ہے۔ اسلئے سامان طبع کی گرانی اس امر کی متقاضی ہے کہ ہم اپنے بہی خواہاں کو جو متمنی مالی اعانت کے لئے اپیل کریں امید واثق ہے کہ ناظرین کرام میں سے ہر ایک ضرور کچھ نہ کچھ کاغذ فنڈ میں مرحمت فرما کر عند اللہ ماجور ہونگے یا کم از کم دو جدید خریدار رسالہ کے اس سال فراہم فرما کر ممنون فرمائیں گے +

خادم۔ مینجر

اسلام کا طرزِ عمل گنہگاروں کے لئے

تمام مذاہب پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو دیگر مذاہب کے لئے رواداری کو جائز قرار دیتا ہے۔ اور تمام بانیان مذاہب اور مصلحانِ دین کو عزت کی نگاہ سے دیکھنے کی تعلیم دیتا ہے۔ اس بارے میں اسلامی تعلیم کا نقشہ نہایت مختصر طور پر ذیل کے الفاظ میں کھینچا جاتا ہے :-

انسان کی پیدائش کی بڑی غرض و غایت یہ ہے کہ وہ خدا کے ساتھ مل جائے۔ اور اس مدعا کی تکمیل کیلئے اللہ جلشانہٗ نے ہر ملک اور ہر زمانہ میں پیغمبر رسول بھیجے جنہوں نے اپنے اپنے متبعین کو سیدھی راہ دکھلائی۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد جبکہ کسی ایک رسول کی تعلیم کو پسِ پشت ڈالدیا گیا۔ اور اسمیں آمیزش کی گئی تو اللہ تعالیٰ نے ایک اور رسول بھیجدیا۔ تاکہ لوگوں کو پھر راہِ راست کی طرف لے جائے۔ رسول کی تعلیم پر عمل کرنے ہی سے اصلی نجات مل سکتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی منشاء کو رسول ہی کے ذریعہ خلقت پر ظاہر کرتا ہے +

اسلام میں اس قسم کی تحکمانہ تعلیم نہیں پائی جاتی کہ نجات صرف اُسی شخص کیلئے ہے جو خاص قسم کے مسائل و اعتقادات پر ایمان رکھے لیکن وہ نجات کا دار و مدار ایک پختہ اور محکم بنیاد پر رکھتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ نجات کی راہ ہر ایک رسول نے بتلائی ہے۔ اگر اس راہ پر قدم مارا جائے تو نجات مل سکتی ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مبعوث ہوئے جبکہ آپ سے پہلے تمام پیغمبروں کی تعلیم میں مختلف قسم کی غلطیوں اور آمیزشوں نے راہ پا لی تھی۔ اسلئے اب آپ ہی کے ذریعہ نجات (وصل الٰہی) حاصل ہو سکتی ہے۔ جن لوگوں کو اس قسم کا وصال اس دنیا میں جو کہ مزرعِ آخرت ہے نصیب نہیں ہوتا۔ انہیں ایک اور منزل طے کرنی پڑتی ہے۔ اس منزل کو اسلام نے دوزخ کی سزا سے تعبیر کیا ہے +

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا وہ لوگ جنہوں نے اسلام قبول کیا ہے سب کے سب بلا کسی شرط و تمیز کے نجات پا جائیں گے۔ اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ قرآن مجید اس قسم کی تعلیم کسی جگہ بھی پیش نہیں کرتا + اسمیں صاف صاف لکھا ہے کہ صرف اللہ اور اس کے

رسول صلعم اور قرآن کریم پر ایمان لانے ہی سے کسی شخص کو کُلّی فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا جبتک کردہ ایسے اعمال نہ کرے جن سے خدا راضی ہوتا ہے۔ یہی تعلیم ہے جسے بنی اسرائیل کے تمام انبیاء نے جنمیں جناب مسیح بھی شامل ہیں بار بار پیش کیا۔ البتہ سینٹ پال نے ایک نئی طرز کے علم الٰہیات کی طرف لوگوں کی توجہ پھیر دی ہے۔ لیکن جن عجیب مسائل پر اس نے رومیوں کی طرف اپنے خط میں زور دیا ہے۔ انکی معقولیت ان لوگوں سے وہ نہیں منوا سکا جو اسکی تحریرات کو بلا کسی جانبداری کے پڑھتے ہیں۔ البتہ اسکی تحریرات کا اثر یہ ہؤا ہے کہ بہت سے لوگوں نے راستی اور قانون کو خیرباد کہ دیا ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک صرف ایمان ہی رکھنا کافی و شافی ہے لیکن قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق صحیح اعتقاد ایک بیج کا کام دیتا ہے۔ جس کی پرورش اگر نیک و صالح اعمال سے کیجائے تو وہ عمدہ پھل لاتا ہے۔ اعتقاد و ایمان بغیر عمل صالح کے بالکل ناکافی ونے شو ہے۔ اور اس سے انسان خدا تک نہیں پہنچ سکتا ٭

زکوٰۃ

دُنیا کے ہر ایک مذہب نے صدقہ و خیرات کی تعلیم دی ہے لیکن اسلام نے نماز کی طرح اس اہم فریضہ کو ضابطہ و قاعدہ کے ماتحت کیا ہے۔ یہاں تک کہ اسلام میں اس فریضہ نے ایک مستقل شکل اختیار کر لی ہے۔ جو دُنیا کے دیگر مذاہب میں کہیں نظر نہیں آتی۔ اسلام ان لوگوں پر جو دین اسلام کو قبول کرتے ہیں۔ زکوٰۃ کو فرض قرار دیتا ہے۔ اسلام ایک ایسی برادری ہے۔ جسمیں کہ امیر آدمی اس وقت تک شامل نہیں ہو سکتا جبتک وہ اپنے غریب بھائیوں کی امداد کے لئے اپنے مقبوضات میں سے کچھ حصہ دینے کے لئے راضی نہ ہو۔ اسلام میں بلاشبہ کسی شخص کو خدا کی بادشاہت میں داخل ہونے کے لئے اُونٹ کو سوئی کے ناکہ میں سے گذارنے کی ہاتل مشکل کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ بلکہ اسلام ایک متمول کے لئے عملی آزمائش ہے جو نہ صرف اُسے اپنے نادار بھائی کے ساتھ دیتا ہے۔ بلکہ اُسے ایک ٹیکس ادا کرنا پڑتا ہے جو ٹیکس کہ امیروں پر غریبوں کے مفاد کیلئے

لگایا جاتا ہے۔ پس اس طرح امیر و غریب کے درمیان پوری پوری اخوت قائم ہو جاتی ہے +

زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم صرف نماز سے دوسرے درجہ پر ہے۔ قرآن کریم میں اکثر جگہ اس کا صلوٰۃ کے ساتھ ذکر ہے۔ زکوٰۃ آنحضرت صلعم کی حدیث کے مطابق ایک ایسا خیراتی عطیہ ہے۔ جو غریبوں و بیکسوں کی امداد کے لئے امیروں سے لیا جاتا ہے۔ اس حدیث کے ماتحت ہر وہ شخص صاحبِ نصاب ہے جس کے پاس چاندی یا کوئی اور مال پچاس روپیہ کی مالیت کا ہو۔ جواہرات۔ آرائش و زینت مکان۔ سامان مطبخ۔ اور وہ مال و متاع و سامان جو روزمرہ کے استعمال میں ہو۔ اس پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ مندرجہ بالا تعریف زکوٰۃ کے تحت ان تمام جمع شدہ مالوں پر جو ایکسال تک مالک کے قبضہ میں پڑے رہیں۔ اُن کا چالیسواں حصہ یعنی (۲½ فیصدی) زکوٰۃ نکال کر بیت المال یا پبلک خزانہ میں داخل کرنا ہر صاحب نصاب کا فرض ہے۔ غیر منقولہ جائداد کی زکوٰۃ اسکی آمد کرایہ سے نکال دینی چاہیئے جو اس کے کرایہ سے یا بصورت منافع وصول ہوتی ہو +

قرآن کریم نے جو زکوٰۃ کے آٹھ مصرف قرار دیئے ہیں جن پر زکوٰۃ صرف کیجا سکتی ہے سورۃ توبہ سیپارہ ۱۰۔ ۱۳ رکوع میں درج ہیں۔ انما الصدقٰت للفقراء والمساکین والعٰملین علیھا والمولفۃ قلوبھم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل فریضۃ من اللہ واللہ علیم حکیم (ترجمہ) خیرات (کا مال) تو بس فقیروں کا حق ہے اور محتاجوں کا اور ان کارکنوں کا جو (مال) خیرات (کے وصول کرنے) پر (تعینات) ہیں۔ اور ان لوگوں کا جن کے دلوں کا پرچانا منظور ہے (ان مصارف میں مال خیرات یعنی زکوٰۃ کو خرچ کیا جائے) اور (نیز قید غلامی سے غلاموں کی) گردنوں (کے چھڑانے) میں اور قرضداروں (کے قرضے) میں۔ اور (نیز) خدا کی (یعنی مجاہدین کے سازو سامان) میں اور مسافروں (کے زاد راہ) میں (یہ حقوق) اللہ کے ٹھیرائے ہوئے (ہیں) اور اللہ جاننے والا (اور) صاحب تدبیر ہے (مناسب جگہ خرچ کرنے کا حکم دیتا ہے) +

مندرجہ بالا آیات کی تشریح کے لئے چند ایک الفاظ اور اضافہ کیئے جاتے ہیں مساکین

کو فقرا سے متمیز کرنے کے لئے یہ بتلا دینا ضروری ہے کہ مساکین وہ لوگ ہیں۔ جو کہ اپنی معیشت پیدا کرنے کے قابل تو ہوں لیکن اس معیشت کے حاصل کرنے کے لئے ان کے پاس ذرائع یعنی اوزار وغیرہ نہ ہوں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک شخص اپنی روزی کماتا ہے لیکن قرضدار ہے اس لئے اس کا قرضہ زکوٰۃ فنڈ سے ادا کیا جا سکتا ہے۔ قیدیوں سے مراد وہ قیدی ہیں جو کہ جنگ میں قید کیئے جاویں۔ اسلئے زکوٰۃ کا ایک حصہ ان غلاموں کی گردنیں چھڑانے پر بھی صرف ہو سکتا ہے۔ ایک مسافر کو بھی اگرچہ وہ مرفع الحال ہی کیوں نہ ہو ایک اجنبی ملک یا شہر میں لبا اوقات امداد کی ضرورت پیش آ جاتی ہے۔ اسلئے زکوٰۃ کا ایک حصہ ایسے مسافروں پر بھی صرف کیا جا سکتا ہے۔ والعٰملین علیہا (یعنی ان کارکنوں کا (جو مال خیرات کے وصول کرنے) پر (تعینات) ہیں) یہ پاک الفاظ اس پر دلالت کرتے ہیں۔ کہ تمام کی تمام زکوٰۃ تمام حالات کے اندر ایک ہی جگہ جمع ہو۔ اور بطور پبلک فنڈ کے صرف کیجائے۔ اور ہر ایک شخص کسی بھی صورت میں اپنی اپنی جگہ پر اپنی ہی مرضی و خواہش کے ماتحت اپنی زکوٰۃ کو صرف کرنے کا ہرگز مجاز نہیں۔ اسلئے زکوٰۃ کو اکٹھا کرنے کے لئے عاملین ہونے چاہئیں۔ جو کہ اس کا انتظام کریں۔ اور ان کی تنخواہیں بھی اس فنڈ سے ادا ہونی چاہئیں۔ ان آیات کریمہ میں "مولفۃ القلوب" اور فی سبیل اللہ کے الفاظ اشاعت دین متین پر دلالت کرتے ہیں۔ کسی مذہب کی تلقین و تبلیغ کے سننے کے لئے ہمیشہ ایک جماعت ہوتی ہے۔ لیکن ان تک اسلام پہنچانے کے لئے مالی ضرورت ہوتی ہے۔ اسجگہ وہ لوگ مولفۃ القلوب میں شامل ہیں یعنی وہ لوگ جن کے دلوں کا پھر جانا منظور ہے۔ اور فی سبیل اللہ یعنی اللہ کی راہ سے مراد دین اسلام کی اشاعت و حفاظت ہے۔ ان دو عنوانوں کے ماتحت زکوٰۃ اشاعت اسلام پر بھی صرف ہو سکتی ہے۔ تاکہ ان اعتراضات کا جواب دیا جا سکے جو مخالفین اسلام آئے دن اسلام پر کرتے رہتے ہیں۔ یہ خوب یاد رکھنا چاہئے کہ زکوٰۃ کے اس مصرف کی طرف گذشتہ چند صدیوں سے مسلمانوں نے بالکل غفلت کی ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ دن بدن پستی و انحطاط کی طرف جا رہے ہیں۔ اور پاک دین متین کی تبلیغ و اشاعت کا کوئی فکر نہیں کرتے۔

نوٹ:- اگر آپ قربانی کا حصہ ہمارے اسلامک ریویو کی شوٹ یا اسلامی مشن ووکنگ کی دیگر ضروریات پر خرچ کریں تو

رسید زر

جناب حافظ ابوالخلیل صاحب بمبئی کی معرفت جو رقم وصول ہوئی اسکی تفصیل اسمواز ذیل میں درج کیجاتی ہے - اور ان احباب کا ہم تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے اس اسلامی خدمت میں ہمارا ہاتھ بٹایا ہے - -

خادم

آنریری سکرٹری مینیجنگ کمیٹی بلاد غیر و لوکنگ مشن ٹرسٹ

جناب لعل عیدی سہام کہلوے اسٹیشن	صہ ر	جناب قمر الدین صاحب	صہ ر
جناب عبد الغفور صالح صاحب	۸ ر	″ شیخ علی سلیمان صاحب	سہ صہر
″ عبد الستار ولد مولوی عبد الکریم صاحب	ے ر	″ محمود میاں فقیر میاں صاحب	صہر
″ موسیٰ ولد محمد اسٹیشن بھوسٹیر	صہ ر	″ مسٹر احمد صاحب امیر صاحب پٹیل - قرآن کریم	صہ ر
″ مولانا شیخ محمد عثمان صاحب	صہ ر	″ عثمان ولد بابو صاحب	صہ ر
″ حاجی طاہر محمد صاحب	سہ صہر	″ غلام محمد محمد سیٹھ کے رسالہ امانت عطا	صہ ر
″ حاجی عثمان صاحب زکوٰۃ	لعہ	″ قاضی محمد باقر معرفت بابا صاحب قاضی رسالہ امانت عطا	صہ ر
″ حاجی نور محمد آبا صاحب	صہ ر	″ بابو محمد یوسف صاحب	عہ ر
″ محمد بابو صاحب	سہ صہر	″ سیٹھ غلام اکبر نے اردو رسالہ امانت عطا	صہ ر
″ بہاء الدین شیخ داؤد صاحب	عہ ر	″ سیٹھ ذاکر حسین صاحب	صہ ر
″ شمس الدین ولد حسن جی صاحب	صہ ر	حاجی عبد اللہ صاحب	سہ صہر

جناب حاجی موسےٰ صاحب صہ ر

اصحاب ذیل نے برائے امداد مسلم مشن ووکنگ عطیہ جات عنایت فرماکر مینیجنگ کمیٹی بلاد غیر کو مشکور فرمایا - یہ عطیہ جات از ۲۴ مارچ ۱۹۲۰ء لغایت ۱۸ - اپریل ۱۹۲۰ء تک ہیں -

۳۱ مارچ ۱۹۲۰ء جناب خواجہ محمد اسمٰعیل صاحب وکیل مولوی پور پٹنہ	للعہ ر	۱۵ - اپریل ۱۹۲۰ء جناب سید حسین صاحب مکور	للعہ
۹ - اپریل ″ نامعلوم	صہ ر	″ ″ ۱۱ شیخ خدا بخش صاحب مردان	عہ ۹
۱۸ ″ معرفت جناب محمد سلطان خان صاحب	ما ۱۲	میزان	ما للعہ

نوٹ - جن اصحاب نے ہمارے سفیر و تبلیغ جنوبی ہند میسور اور احاطہ بمبئی اس سال رقوم مرحمت فرمائی ہیں انکی تفصیل آئندہ ماہ کے رسالہ میں [illegible]

خادم سکرٹری

اسلامیہ پریس لاہور بیرون کشمیری دروازہ۔ لاہور میں حافظ مظفر الدین صاحب کے اہتمام سے چھپا اور خواجہ عبدالغنی منیجر اشاعت اسلام لاہور نے شائع کیا

ولتكن منكم امة يدعون الى الخير ويامرون بالمعروف وينهون عن المنكر واولئك هم المفلحون

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لندن

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی مبلغ اسلام

یہ کار ثواب ہے کہ آپ ان رسالجات کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمدنی حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار کی اشاعت ووکنگ مشن کے ایک تہائی اخراجات کی ذمہ وار ہو سکتی ہے۔

جلد (۶) | بابت ماہ ستمبر ۱۹۲۰ء | نمبر (۹)

فہرست مضامین

ضروری اعلان

تمام ترسیل زر متعلقہ رسالہ ہذا و اسلامک ریویو و امداد مسلم مشن ووکنگ و بلاد غیر بنام فنانشل سکرٹری اشاعت اسلام بلاد غیر ووکنگ مشن عزیز منزل لاہور اور باقی کل خط و کتابت بنام مینیجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور ہونی چاہئے +

مینیجر رسالہ اشاعت اسلام

زکوٰۃ و صدقات کا بہترین مصرف

از روئے تعلیم قرآن اشاعت اسلام بھی مصرف زکوٰۃ ہے۔ اگر آپ صرف رقم زکوٰۃ کو ان رسالوں کی مفت تقسیم پر یا اس اسلامی مشن کی دیگر ضروریات پر خرچ کریں۔ تو آپ اپنے فرض سے سبکدوش ہونگے + مینیجر

اسلام کی سخت احتیاج

اس وقت یہ ہے کہ اسکی اصل تعلیم کو بلاد غربیہ کے کونوں میں پہنچایا جائے۔ اور اسکے چہرے پر سے ان بدنما داغوں کو دور کیا جائے جو پادریوں کی افترا کا نتیجہ ہے مسلمانو اس کام میں ہماری مدد کرو + مینیجر

شذرات

ناظرین کرام پر یہ امر مخفی نہیں ہے۔ کہ رسالۂ اشاعت اسلام ایک ماہواری اسلامی رسالہ ہے۔ جو مسلمانوں کو قرآن کریم کے ارشادات کے ماتحت اللہ اور اس کے رسول اکرم صلعم کی کامل اطاعت اختیار کرنے اور اسکے دین متین کی حمایت و اشاعت کرنیکی تلقین و ہدایت کرتا اور غیر مذاہب کے اعتراضات کی تردید کر کے اسلام کی حقانیت پر روشنی ڈالتا ہے۔ رسالہ مذکور کا منافع بہت حد تک مسلم مشن ووکنگ کے مہتم بالشان کام اشاعت اسلام کو مالی تقویت پہنچاتا ہے لہذا ناظرین کرام کی خدمت میں التماس ہے کہ از راہ کرم رسالہ ہذا کی اپنے حلقۂ اثر میں توسیع اشاعت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں جس قدر بھی اس رسالہ کا حلقۂ اشاعت وسیع ہوگا یوں ہی اشاعت اسلام کے کام کی مالی تقویت کا موجب ہوگا۔ لہذا ہم ناظرین سے مؤدبانہ التماس کرتے ہیں۔ کہ از راہ کرم ہر ایک بہی خواہ رسالہ ایک ایک جدید خریدار فراہم فرما کر ممنون فرمائیں۔ اور مسلم مشن ووکنگ کے لئے چندہ کی بھی اپنے حلقۂ اثر میں تحریک فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔ اگر برادران ملت کی متفقہ کوشش سے رسالہ ہذا کی اشاعت دس ہزار ہو جائے۔ تو بہت سی مالی مشکلات سے ہمیں مخلصی حاصل ہوسکتی ہے۔

خادم

بلادِ غربیہ میں تبلیغ اِسلام

مراسلہ مسجد ووکنگ نمبر ۱۰

اِنگلستان کی عید اور اتحادِ اسلامی کا ایک دلنشین منظر

ایک اَور انگریز مرد اور تین خواتین کا

قبولِ اسلام

اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ دوسرا موقعہ ہے۔ کہ مجھے انگلستان میں نماز عید پڑھنے کا اِتفاق ہوا ہے۔ یوں تو دنیا کا کونسا اسلامی ملک ہے یا کونسی وہ جگہ ہے جہاں مسلمان آباد ہیں۔ اور عید کی نماز پڑھنے کا انہیں اتفاق نہیں ہوتا لیکن انگلستان کی عید اُن سب عیدوں پر ایک فوقیت رکھتی ہے اور قومی اتفاق و اتحاد کی وہ شان جو دوسری جگہوں پر شاید ہی مشکل نظر آسکے اِس سرزمینِ تثلیث میں ہر آئے سال اپنا پُورا جلوہ دکھاتی ہے +

۱۷ جون ۱۹۲۰ء کو عید الفطر کا دن تھا۔ کاروبار کا دن ہونے کی وجہ سے خیال یہ تھا کہ بہت لوگ شاید نہ آسکیں۔ بلکہ بہت سے اعتذار کے خطوط بھی پہلے سے آچکے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے نماز کے وقت ہندوستانی۔ افریقی مصری ترک اور دیگر مختلف ممالک اور مختلف اقوام کے مسلمان ایک بہت بڑی تعداد میں جو دو اڑھائی سو کے درمیان تھی جمع ہو گئے۔ حاضرین میں ہندوستانی خلافت ڈیلیگیشن کے ممتاز اراکین مسٹر محمد علی صاحب بی اے آکسن۔ مولوی سید سلیمان صاحب ندوی اور آنریبل مولوی ابوالقاسم صاحب بھی موجود تھے۔ ایسا ہی مصری ڈیلیگیشن کے صدر ہز ایکسلنسی سعد زغلول پاشا کے نائب مسٹر مکو باٹی پے بھی شامل نماز تھے۔ خود ہز ایکسلنسی علالت طبع کی وجہ سے تشریف نہ لا سکے۔ ان کے علاوہ نائجیریا مغربی افریقہ کے تمام آمدہ آکے ایک وائسرائے

(Chief of Alcona) بھی معہ اپنے بیٹے سیکرٹری اور ترجمان کے تشریف لائے۔ ان کے صاحبزادہ صاحب شان حکومت کا چھتر ان کے سر پر لگائے ہوئے تھے۔ ایسا ہی آنریبل صاحبزادہ آفتاب احمد صاحب ممبر انڈیا کونسل اور دیگر بہت سے ممتاز اصحاب بھی نمازیوں کی صف میں موجود تھے۔

انگریز حاضرین میں نو مسلمین کے علاوہ بہت سے قابل غیر مسلم اصحاب بھی تھے جنہیں سے مسٹر اے کیپلیٹن ایڈیٹر "دی لبرل کرسچین" اور ڈاکٹر چارلس کارفٹ ایم اے "ڈی ڈی آنریری ایل ایل ڈی اور مس آئو سیٹونسن ہاول سکرٹری برٹن اینڈ انڈیا کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اخبارات کے نامہ نگار اور فوٹو گرافر اور سنما والے بھی کثرت سے ساتھ آئے ہوئے تھے

نمازِ عید اور خطبہ

ٹھیک ساڑھے گیارہ بجے "الصلوۃ" کی آواز کانوں میں پڑی۔ اور یہ تمام مختلف ممالک مختلف زبانوں کے بولنے والے۔ اور مختلف حیثیتوں کے مسلمان جن میں شیعہ سُنی۔ احمدی اہلحدیث۔ انگریز اور ہندوستانی سب ہی موجود تھے۔ باین ہمہ اختلافات ایکدوسرے کے ساتھ شانہ بشانہ صفوں کے اندر آ کھڑے ہوئے۔

نماز امام مسجد ووکنگ مولوی مصطفےٰ خان صاحب بی اے نے پڑھائی۔ اور اس کے بعد تقریباً ایک گھنٹہ تک اس اسلامی اتحاد اور اسلام کے عالمگیر مذہب ہونے پر خطبہ دیا۔ حاضرین کے گوناگوں اختلافات کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے بتایا۔ کہ اسلام نے کس طرح سے ان سب کو ایک سلک اتحاد میں منسلک کر دیا ہے۔ اور کس طرح سے ایک خدا کا سب کو پرستار بنا کر ایک عالمگیر امن و اتحاد کا پیغام دنیا کو دیا ہے۔ آپ نے اسی سلسلہ میں اسلام کی عالمگیر تعلیم کو مختصراً پیش کیا۔ اور بتایا کہ اسلام ایک فطری مذہب ہے جن پاکیزہ باتوں کو فطرت ہمارے لئے تجویز کرتی ہے۔ وہی اسلام کی تعلیم ہے۔ فطرت اگر خدا کا فعل ہے تو قرآن خدا کا قول۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو تذکرہ کہا ہے۔ جس سے یہ مراد ہے کہ وہ فطرت کو جگاتا۔ اس کو اسکی صحیح باتیں یاد دلاتا۔ اور فطری خوبی اور تقاضاؤں کو تقویت بخشتا اور اُبھارتا ہے۔ ایسا ہی آپ نے یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الخ

سے استدلال کرتے ہوئے بتایا کہ تمام مذاہب کی اگر ایک لیگ بنائی جائے۔ اور یہ دیکھا جائے کہ کونسی وہ باتیں ہیں جو سب میں مشترک طور پر پائی جاتی ہیں۔ تو وہ وہی باتیں ہونگی جنکی اسلام تعلیم دیتا ہے۔ گویا اسلام ہی ایک مذہب ہے جس پر دنیا کی تمام اقوام اور سب مذاہب کا اتحاد ہو سکتا ہے +

اراکین خلافت ڈیلیگیشن کی تقاریر

خطبہ کے بعد مسٹر محمد علی صاحب بی اے آکسن اور مولوی سید سلیمان صاحب ندوی اراکین خلافت ڈیلیگیشن نے بھی مختصر تقاریر کیں جن کا موضوع مسئلہ خلافت اور ترکی عہد نامہ تھا مسٹر محمد علی نے مسلمانوں کی خواہشات اور جوش کا ذکر کرتے ہوئے ہز میجسٹی کی گورنمنٹ کو اس طرف توجہ دلانا ضروری سمجھا اور بتایا کہ ترکی عہد نامہ پر اب نظر ثانی ہونے لگی ہے۔ اسلئے ہم سب کی طرف سے ایک ریزولیوشن اس مضمون کا حضور ملک معظم کو جانا چاہئے۔ کہ عہد نامہ میں ترکی کو بحال رکھنے کے خلاف کوئی کارروائی نہ ہو۔ یہ رزولیوشن بالاتفاق پاس ہوا۔ اور ایسا ہی ایک دوسرا رزولیوشن بھی جسمیں سلطان کو لکھا گیا کہ ہم سب آپکے لئے دُعا کرتے ہیں۔ مولوی سید سلیمان صاحب نے مولوی مصطفےٰ خانصاحب بی اے کے خطبہ کا حوالہ دیتے ہوئے اسلامی رواداری کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا۔ اور ترکی کے قیام کو سلطنت انگریزی کے لئے ضروری بتایا +

مصیبت زدگان لنکن شائر کے لئے چندہ

لنکن شائر شمالی انگلستان کے طوفان باد و باراں کے ہولناک واقعات اخباروں میں شائع ہو چکے ہیں۔ ان مصیبت زدگان کی امداد و اعانت کیلئے ہاتھ بڑھانا انسانیت کا فرض اولین ہے۔ ہمارے پُرجوش نومسلم بھائی مسٹر عبدالکریم لافٹس نے مسز پرل (زاہدہ) کی تحریک سے اس فرض کی طرف حاضرین کو توجہ دلائی اور چندہ کیلئے اپیل کی۔ بعض خواتین چندہ کیلئے کٹورے ہاتھوں میں لے کر اُٹھ کھڑی ہوئیں۔ اور اسی وقت ۔۔۔ کی ایک معقول رقم مصیبت زدگان کے فنڈ میں داخل کرنے کیلئے جمع ہو گئی +

عید کا دستر خوان ۔ اس کے بعد کھانے کا وقت تھا۔ میزیں لگ گئیں۔ اور

ہمارے ہندوستانی نوجوانوں نے ایک لمبی قطار بناکر ہاتھوں ہاتھ کھانا میزوں پر پہنچانا شروع کیا۔ بہت سی نومسلم خواتین بھی اسی قسم کے دوسرے کام ادھر اُدھر کرتی پھرتی تھیں۔ ان سب کی امداد قابل شکریہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر دے۔ اور خدام دین بنائے۔ آمین

حاضرین کی تواضع اس وقت پلاؤ اور سینویوں وغیرہ سے کی گئی +

قبول اسلام

یہ سب کچھ ہوا۔ لیکن سب سے بڑھ کر ایک خوشی کی بات یہ ہوئی۔ کہ اس موقعہ پر ایک اور انگریز اور تین خواتین کا اضافہ اسلام میں ہوگیا۔ یہ چاروں خوب سمجھدار اور پڑھے لکھے ہیں۔ اسلام کی تعلیمات اور اس کے اس دلنشین نظارہ نے ان کے دلوں پر ایک گہرا اثر کیا۔ اور وہ بغیر اس کے نہ رہ سکے۔ کہ وہ اسی وقت اسلام کا اعلان کریں۔ ان سب کے نام حسب ذیل ہیں :-

(۱) ولیم ڈیمنڈ اسلامی نام ولید
(۲) روتھ میری " " رفیعہ
(۳) مسنز پیمبر " " نسیمہ
(۴) مس بیل " " مریم

اللہ تعالیٰ ان سب کو استقامت بخشے۔ اور انہیں اسم بامسمّٰے بنائے +

اس موقعہ پر میں اُن پُرجوش نومسلمین و نومسلمات کا ذکر دلی تشکر و امتنان کے ساتھ کئے بغیر نہیں رہ سکتا جو اسلام کو اپنے دوستوں اور ساتھیوں تک پہنچانے اور انہیں مسلمان بنانے کا ایک گہرا جوش اپنے دل میں رکھتے ہیں یہ چاروں نومسلمین بھی انہی میں سے بعض کے جوش اسلام کا نتیجہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ اور دین کے لئے بیش از پیش ہمت و جرأت عطا فرمائے آمین

انہی جوش اسلامی کی ایک اور مثال یاد آگئی۔ ہمارے ووکنگ کی ایک نوجوان لڑکی آج کل ایک ضروری اپریشن کے لئے ہسپتال میں ہے۔ وہ وہاں جاتے ہی اس فکر میں لگ گئی ہے

کہ کسی طرح ہسپتال کی دائیو نکے ساتھ کی بیمار عورتوں کو مسلمان کرے! اسلئے اس نے جاتے ہی ہم سے اسلام پر چھوٹے چھوٹے رسائل مانگے۔ جو اسے بھیجے گئے اللہ تعالیٰ ان کی ان پاک کوششوں کو بار آور کرے۔ اور ہمارے نوجوان طلباء کو بھی ایسے نیک نمونوں کی پیروی کی توفیق بخشے۔ آمین۔ اگر ہمارے نوجوان طلباء کم از کم اپنا نیک نمونہ ہی اس ملک میں قائم کریں۔ تو اسلام کو بہت بڑا فائدہ ہوسکتا ہے +

مسلم یتامےٰ جنگ کی امداد

اوپر ہم ڈاکٹر چارلس کارنٹ کا ذکر کر چکے ہیں۔ آپ ایک بہت پاکیزہ اور سلجھے ہوئے خیالات کے آدمی ہیں۔ بلکہ یُوں کہنا چاہیئے۔ کہ عقائد کے لحاظ سے آپ بالکل مسلمان ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اسلام کے اعلان کی بھی توفیق بخشے + ان ڈاکٹر صاحب نے سہ پہر کی چائے پر ایک مختصر تقریر کے ساتھ ایک رزولیوشن پیش کیا۔ جس کا یہ منشا ہے۔ کہ جنگ میں جو مسلمان سپاہی کام آئے ہیں ان کے یتیم بچوں کی امداد و اعانت کیلئے برطانیہ کی طرف سے کوئی خاص اہتمام ہونا چاہیئے ڈاکٹر صاحب موصوف نے بتایا کہ جنگ میں کام آنیوالے سپاہیوں کی اولاد کی امداد کرنا گویا سلطنت کو مدد دینا ہے۔ اس وقت تک اس ملک کے یتامےٰ کے لئے عام طور پر چندے ہوتے رہے ہیں لیکن مسلمان یتامیٰ کا شاید اتنا خیال نہیں رکھا گیا۔ اسلئے ان کا خاص طور پر بندوبست ہونا چاہیئے +

ریزلیوشن کی تائید میں لیڈی کیتھرائن نے جو وہ بھی اسی مجلس عید میں شریک تھیں۔ ایک مختصر تقریر کی۔ اور رزولیوشن باتفاق رائے پاس ہؤا۔

ایک اور رزولیوشن

مولوی مصطفیٰ خان صاحب بی اے امام مسجد ووکنگ نے ایک اور رزولیوشن پیش کیا۔ کہ "یہ جلسہ خلیفہ حامد حسین خان صاحب ریاست پٹیالہ کی بیوقت وفات پر اظہار افسوس اور ان کے پسماندگان کے لئے اظہار ہمدردی کرتا ہے"۔ رزولیوشن کی تحریک کرتے ہوئے اُنہوں نے

بتایا کہ خلیفہ صاحب مرحوم حال ہی میں جیل کمیشن کے ساتھ انگلستان امریکہ جاپان وغیرہ مقامات کا دورہ کرنے کے بعد شملہ پہنچے تھے۔ اور رپورٹ لکھنے میں مصروف تھے کہ ناگہاں موت نے آدبایا۔ مسلمانوں کی ہمدردی اور خیر خواہی وہ بہت کرتے تھے۔ اور قیدیوں کی عبادات وغیرہ کے متعلق رپورٹ میں خاص سفارشیں کی تھیں یہ رزولیوشن بھی باتفاق رائے پاس ہوا +

شام کے وقت یہ دلچسپ صحبت ختم ہوئی۔ اور مہمان شام کی گاڑیوں میں واپس گھروں کو تشریف لے گئے +

اخبارات میں تذکرہ اور تصاویر

اُوپر بتایا جا چکا ہے کہ اس موقعہ پر اخبارات کے نمائندے اور فوٹوگرافر اور سنیما والے بھی آئے ہوئے تھے۔ عید کے دوسرے ہی دن اُنکی کارگذاریاں بہت سے ممتاز پرچوں میں شائع ہوگئیں ڈیلی گرافک۔ ڈیلی مرر۔ بلیٹن۔ یسرے ایڈورڈ ٹائمز وغیرہ وغیرہ تمام اخبارات نے تصاویر شائع کیں اور نوٹ لکھے۔ ووکنگ ہیرلڈ نے تو جلسہ کی پوری کارروائی اور خطبہ کا خلاصہ بھی دیا۔ عید کے فلم بھی لندن کے بڑے بڑے سنیما کے تھیٹروں میں پرسوں سے دکھائے جارہے ہیں۔ گویا یہ ایک مفت کا اشتہار ہوگیا۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسے اور بھی بہت لوگوں کی ہدایت کا موجب بنائے + والسلام

خاکسار۔ دوست محمد ۔ ازووکنگ انگلستان مورخہ ۲۱ جون سنہ ۱۹۲۲ء

اگر مسیح دوبارہ دُنیا میں آئیں تو کیا دیکھینگے

اگر جناب مسیح کیلئے کسی طرح دوبارہ اِس دنیا میں آنا ممکنات سے ہو اور وہ کروڑہا مخلوق کی حالت کا ملاحظہ کریں جو مسیح کی بھیڑیں کہلاتے ہیں تو اُن کی حیرت کا یقیناً اندازہ نہ ہے خصوصاً جبکہ انہیں معلوم ہو کہ اِن کے نام لیوا اور ان کے نقش قدم پر چلنے والوں کے اخلاق نہایت ہی گر۔ے ہوئے ہیں۔ اور دنیاوی لذات اور خواہشات کے غلام بن رہے ہیں۔ اور اس

دُنیا کی فکر نے ان کا گھیرا کر لیا ہے۔ اس بات سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا کہ مسیح کی بھیڑوں نے وہ راہ اختیار کر رکھی ہے جس پر کہ وہ اس وقت نہ چلتی تھیں جبکہ ان کا رکھوالا یعنے گڈریا موجود تھا اور اپنا نیک اثر ان پر ڈالتا تھا۔ لوگوں نے راستبازی اور تقویٰ کی راہ چھوڑ دی ہے اور بدچلنی بے اعتدالی عیاشی اور حیوانیت اختیار کر رکھی ہے۔ جن کے لئے یہ حکم تھا کہ وہ کل کا خیال نہ رکھیں۔ اور زمین پر خزانہ جمع نہ کریں وہ اب دنیاوی مفاد کے لیے مارے مارے پھرتے ہیں۔ اور دولت جمع کرنیکی فکر اُنہیں لگ رہی ہے۔ ہزارہا آوارہ لڑکیاں اور لکھو کھا بدچلن عورتیں اس قوم میں سے پیدا ہوئی ہیں۔ جن کی مقدس کتاب میں یہ حکم ہے کہ جو شخص کسی عورت کو بُرے ارادے سے دیکھیگا اسکی نسبت سمجھا جائیگا کہ اس نے اپنے دل میں اس عورت سے زنا کیا۔ وہ طہارت اور نیک چلنی جس پر جناب مسیح نے بہت کچھ زور دیا تھا ہمیں کہیں چراغ لیکر بھی دکھائی نہیں دیتی۔ کیا ہے اب ان لوگوں میں ڈھونڈا جائے جن کے نزدیک کسی کنواری لڑکی سے کوئی قبیح فعل کرنا تو کوئی جرم نہیں لیکن اگر اس لڑکی سے شادی کر لی جائے تو البتہ وہ فعل جُرم قرار دیا جاتا ہے؟ کیا اسی کا نام اخلاق ہے جس پر عیسائیت کو اس قدر ناز ہے۔ اور کیا کوئی صاف دل انسان اس بات کی شہادت دے سکتا ہے۔ کہ جناب مسیح کی تعلیم کا یہی مطلب تھا۔ اور اسکی غرض و غایت یہی تھی۔ کیا خدا کے برگزیدہ لوگ اور پیغمبر جو قوموں کو سچائی اور پاکیزگی سکھلانے کے لئے مامور کئے گئے۔ مثلاً حضرت ابراہیم یعقوب موسیٰ اور داؤد علیہم السلام اور جو مرتے دم تک کثرت ازدواج ہی کے حامی رہے۔ خدا کی نگاہ میں گنہگار تھے؟ کوئی کہ سکتا ہے کہ یورپین عیسائیوں میں بیحد شراب خوری اور عیاشی مسیح کی تعلیم کے مطابق ہے؟ اور کیا مسیحی لوگ اپنے آقا کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں جسنے انہیں فرمایا کہ اگر تمہاری داہنی گال پر کوئی دھپڑ مارے تو بائیں گال آگے کر دو +

خدمت قوم یا سوسائٹی

اسلامک ریویو، مارچ ۱۹۳۰ء

(از قلم جناب ملنگ احمد بادشاہ صاحب بی۔اے)

غالباً ارسطو کا ہی یہ مقولہ کہ انسان مدنی بالطبع ہے [illegible]
ہیں کہ انسان کی طبیعت کا بڑا بھاری خاصہ اسکی [illegible]
مقاصد حاصل کرتا ہے۔ اور دوسرے لوگوں کے ساتھ مل کر اور جدوجہد میں ان کا شریک
ہوکر اپنی قابلیتوں اور قوتوں کی پرورش کرتا اور انہیں ترقی دیتا ہے۔ گو انسان
دنیا میں خدا کا خلیفہ کہا جاتا ہے اور خیال کیا جاتا ہے کہ اسے بڑے اشرف موقع کے
مطابق بنایا گیا ہے تاہم جسمانی لحاظ سے اور پیدائشاً وہ دیگر مخلوق خدا میں کمزور ترین
ہے۔ اور اپنے بیشمار حاجات کے پورا کرنے کے لئے اسے گروہ یا جماعت کی ضرورت ہے
ابتدا میں تو اسکی ضروریات نہایت تھوڑی اور سادہ ہوتی ہیں لیکن جوں جوں وہ
طاقتور اور دانا ہوتا جاتا ہے اسکی ضروریات بھی مختلف اور پیچیدہ ہوتی جاتی ہیں اور
اسکے اغراض بہت زیادہ ہوجانے سے اسکے اور جماعت یا قوم کے درمیان ایک
تعلق اور رابطہ پیدا ہوجاتا ہے۔ سب سے اول زندہ رہنے کی ضرورت ہے جس پر کہ انسانی
ہستی کی بنیاد قائم ہے۔ اور چونکہ ایک فرد انسان دوسروں کی امداد کے بغیر قائم نہیں
رہ سکتا اسلئے جماعت یا سوسائٹی کے پیدا ہونے کا بیج بویا جاتا ہے۔

میں اب ناظرین کرام پر ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ ایک واحد انسان اور تمام
جماعت کے مفاد در اصل ایک ہی ہیں اور ایک دوسرے سے اس طرح وابستہ ہیں کہ افراد
جماعت سے یا جماعت افراد سے علیحدہ و جدا نہیں کئے جا سکتے۔ در اصل ایک
واحد انسان بڑے مجمع کا جزو ہے اور کوئی مجمع اپنی صورت اختیار نہیں کر سکتا
یا قائم نہیں رہ سکتا جب تک کہ اسکی جز پختہ و توانا نہ ہو۔ اس سے صاف عیاں ہے
کہ اگر فرد یا جزو کمزور ہو تو کل جماعت کمزور ہوجاتی ہے۔ اور جماعت کی کمزوری افراد

کی کمزوری پر دلالت کرتی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض اوقات سیاسی مدنی اور اقتصادی
مشکلات کا سامنا کسی جماعت کو کرنا پڑتا ہے۔ جسے ہم قومی مصیبت کے نام سے
پکارتے ہیں لیکن جب اس قسم کی مشکلات کسی واحد انسان کے پیش آجائیں۔ تو ہم
اُسے شخصی مصیبت کہتے ہیں۔ لیکن اگر ذرہ غور کیا جائے تو صاف نظر آجائیگا کہ
یہ تمیز اور فرق صرف ظاہری ہے۔ کیونکہ کوئی جماعت یا قوم قائم نہیں رہ سکتی۔ اگر
اس کے افراد ضعیف ہوتے جائیں۔ مجھے آپ معاف فرما دیجئے۔ اگر میں آپ کو
بتلاؤں کہ ایک فرد کی کمزوری یا اس کا زوال ہرگز ہرگز شخصی خیال نہ کیا جانا چاہئے
بلکہ اس کا زوال اس قوم یا جماعت کا زوال ہے جس کا وہ جزو ہے۔
یہ زوال گو اس کی حیثیت کے لحاظ سے کم یا زیادہ خیال کیا جاسکتا ہے۔ دنیا میں
دانا لوگ بھی ہیں اور گاہ بگاہ اس قسم کے لوگ پیدا ہوتے ہی ہیں جو ان صد استیوں
سے موثر ہو کر سوسائٹی کو بیدار کرتے ہیں۔ اور اُسے افراد کی ترقی کی ضرورت
محسوس کراتے ہیں۔ علاوہ بریں اسمیں جو قابل اور سمجھدار ہوتے ہیں ان میں اپنے
ابنا ءجنس کی خدمت کے لئے جوش پیدا کرتے ہیں۔ یہ لوگ نسل انسانی کے
محسن اور مربی کہلاتے ہیں۔ انمیں سب سے زیادہ ممیز۔ اولوالعزم اور نجیب نبیوں کا
گروہ ہے یعنے حضرت آدم سے لیکر حضور سرور کائنات حضرت محمد صلعم تک تمام انبیا کی مثال
ان ستاروں اور دیگر روشن اجرام فلکی کی طرح ہے جو اندھیری رات کو روشن کرتے ہیں۔
لیکن ہمارے پاک نبی صلعم سورج کی طرح ہیں جنکے ظہور سے خود رات ہی دن کی صورت اختیار
کرلیتی ہے ان کی موجودگی میں ہمیں کسی ستارے یا چاند کی بھی ضرورت نہیں اور ہمیں
خود بخود سورج کے سامنے ماند ہوجانا چاہئے +

قوم کو بیدار کرنے کی ایک مثال یعنے حضرت محمد صلعم ہمارے سامنے ہے
اور ہم دیکھتے ہیں کہ انہوں نے کیا کچھ کیا اور کیا کچھ بتلایا۔ چنانچہ قرآن شریف
میں لکھا ہے کہ:۔

ارءیت الذی یکذب بالدین ہ فذالک الذی یدع الیتیم ولا

یحض علی طعام المسکین ۵ فویل للمصلین ۵ الذین ھم عن صلاتھم ساھون ۵ الذین ھم یراؤن ۵ ویمنعون الماعون ۵ ترجمہ کیا دیکھا تو نے اُس شخص کو کہ جھٹلاتا ہے جزا کو۔ پس یہ وہ شخص ہے جو دھکے دیتا ہے یتیم کو اور نہیں رغبت دلاتا اوپر کھانا دینے فقیر کے۔ پس وائے ہے واسطے ان نماز پڑھنے والوں کے کہ وہ جو نماز اپنی سے بیخبر ہیں۔ وہ جو دکھلاتے ہیں لوگوں کو اور منع کرتے ہیں برتنے کی چیز سے +

یہ مختصر لیکن فصاحت اور روحانی تعلیم سے بھری ہوئی قرآن کی سورت لیکن شخصی ترقی اور قومی عروج کی ایک مستحکم بنیاد ہے میں اس کے متعلق کچھ لکھنا چاہتا ہوں یہ مثل مشہور ہے۔ کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ یہ مثل قرآن شریف کے اس سورۃ کے مضمون کے عین مطابق ہے کہ ایمان اور اعتقاد کا دوسرا نام عمل ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ یہ دونوں لازم و ملزوم ہیں جس طرح کہ دن کیلئے سورج کا ہونا ضروری اور طپش کے لئے آگ کا ہونا لابدی ہے۔ لہٰذا جو شخص قیامت پر جزا و سزا پر اور خود خدا پر ایمان رکھتا ہے اس کا امتحان اسبارے میں اس کے اپنے اعمال اور افعال سے کیا جاتا ہے جہاں تک ان کا تعلق خود اسکی ذات سے اور قوم یا سوسائٹی ہوتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص خدا کو مانتا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اُسے مُنصف اور قیامت کے دن کا مالک بھی مانے۔ اور اگر اس کا ایمان قیامت کے دن پر ہے تو وہ ایسے کام نہیں کر سکتا جس کا نتیجہ اس کے اور قوم کے حق میں سوا بھلائی کے کچھ نہ ہو بلکہ نیک و بد افعال میں تمیز کرنا ہی خود روز جزا و سزا کے احساس کا نتیجہ ہے اور جسے اس دن کے فیصلہ سے انکار ہے اس کے اندر کسی قسم کی تمیز نہیں خواہ اس کا اثر خود اس پر یا سوسائٹی پر پڑے +

اس فعت ان تمیز کا اثر سوسائٹی پر کئی طرح سے پڑتا ہے۔ اول یتیموں پر سختی کرنا۔ دوم غربا و مفلسین کی پرورش کے لئے دوسروں کو تاکید نہ کرنا۔ اور سوم

روزمرہ برتنے کے ثابت البیت کو استعمال نہ کرنا اور اس کا اثر اپنی ذات پر بھی دو طرح سے پڑتا ہے۔ اول یہ کہ انسان خدا کی عبادت کی پرواہ نہ کرے۔ اور دوسرا اعمال لوگوں کے دکھلانے کیلئے کرے۔ سوسائٹی کو مضبوط کرنے اور ترقی کے اعلیٰ مدارج پر لیجانے کیلئے سب سے اول یتیمی کی حفاظت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ اور یہ قرین انصاف وعقل بھی ہے۔ جس طرح کہ ہر ایک نظام کسی اپنے جزو کی کمزوری سے یا کوئی جسم اپنے کسی عضو کے کمزور ہونے سے نقصان اُٹھاتا ہے اسی طرح قومی جسم یا نظام بھی یتیموں کی وجہ سے جو کہ قومی جسم کے اعضا ہوتے ہیں نقصان اٹھاتا ہے۔ چونکہ ان کے سر سے والدین کا سایہ اٹھ جاتا ہے اور ان کی پرورش کرنیوالا اور خبرگیراں کوئی نہیں ہوتا۔ اسلئے سوسائٹی یا قوم ہی کو ان کے والدین کی قائمقامی کرنی پڑتی ہے۔ اور جو کچھ بھی فائدہ انہیں پہنچایا جاتا ہے وہ صرف انہیں تک محدود نہیں رہتا بلکہ اس کا اثر قوم تک پہنچتا ہے لیکن لعنت ہے اس قوم پر جسمیں بیشمار ایسے یتیم ہوں جن کا کوئی بھی سرپرست نہ ہوں اور جہاں مصیبت زدہ مفلس بکثرت نظر آئیں۔ اور جو قوم اپنے فرائض کو جنمیں اس کا اپنا استفادہ ہے ادا کرنے کی پرواہ نہ کرے مفلسی اور مصائب گھن کی طرح سے سوسائٹی کی بنیاد کو کھا جاتے ہیں۔ اور اسکی عمارت یقینی طور پر کسی نہ کسی دن یکایک گر جاتی ہے یتیموں سے سختی کرنا نہ صرف سوسائٹی کے ان بدبخت ممبروں کو ہی تباہ کرتا ہے۔ بلکہ آخرالامر خود سوسائٹی کے حق میں سم قاتل ثابت ہوتا ہے ... [illegible] کرنیوالے کے دل پر ایک قسم کی مہر لگ جاتی ہے اور اسکے [illegible] کی خوبیوں پر گویا اوس پڑجاتی ہے۔ یہ ایک قانون قدرت ہے [illegible] ہے اور نہ معلوم طور پر اپنا اثر دکھلاتا ہے برا کام اپنے برے نتائج [illegible] لیتا ہے۔ ایک بدکام سے نہ صرف دوسرے برے کام کرنے کی جرات ہوتی ہے بلکہ طبیعت ہی خطرناک قسم کی واقع ہوجاتی ہے۔ چنانچہ یتیموں پر سختی کرنیوالے کی قوتوں اور قویٰ میں فوراً ضعف شروع ہوجاتا ہے جو کہ بڑھتے بڑھتے اس حد تک

پہنچتا ہے کہ وہ نہ صرف غربا کی خود ہی پرورش کرنے سے قاصر رہتا ہے۔ بلکہ وہ دوسروں کو بھی اس قسم کا کام کرنے کی ترغیب نہیں دیتا۔ یہ انحطاط اور زوال یہیں ہی ختم نہیں ہوتا بلکہ قانون الٰہی کے ماتحت انسان کو اس ذلیل و قابل نفرت حالت تک پہنچا تا ہے کہ وہ رفتہ رفتہ اپنے ہم جنسوں کے لئے یہ بھی گوارا نہیں کرتا کہ روزمرہ کے لئے ضروریات بھی انہیں نصیب ہوں۔ گو یہ ضروریات بہت بھاری اور قیمتی نہیں ہوتیں۔ تاہم ان کے بغیر گذارہ بھی نہیں ہوسکتا۔ مثلاً پانی۔ نمک۔ سالن وغیرہ یہ سب روزمرہ کے استعمال کی چیزیں ہیں۔ اگر کوئی شخص اپنے ہمسائیوں کی ان معمولی چیزوں سے بھی مدد نہ کرے تو گویا وہ اپنے حد درجہ کی ذلیل پست حالت میں ہونے کا ثبوت دیتا ہے جبکہ انسان اس درجہ گری ہوئی حالت پر پہنچ جائے۔ اور اس کے اعلےٰ اخلاق اس طرح مر جائیں تو ایسے شخص سے کیا اُمید ہوسکتی ہے۔ قوم بنانا کوئی آسان کام نہیں۔ اس کے لئے بہت بھاری قربانی کی ضرورت ہے۔ مال و دولت اور جسمانی و دماغی طاقتوں کو ایثار کرنا پڑتا ہے۔ اور مزید براں اس پر سخت ترین اعتراضات کی بوچھاڑ بھی ہوتی ہے۔ اور چاروں طرف سے حوصلہ شکنی کی جاتی ہے لیکن نیکوکار پر اس طوفان کا جو اس کے چاروں طرف محیط ہے کچھ اثر نہیں ہوتا اور نہ وہ کسی کامیابی پر فخر و غرور میں آتا ہے۔ اس کا رہنما صداقت ہی ہوتی ہے جو اس کے لئے ستارہ صبح کا کام دیتی ہے۔ جس کے ذریعہ سمندر میں جہازرانی کی جاتی ہے۔ قرآن شریف ہی ایک سچے خدا کے بندے کی جو نسل انسانی کے فائدہ کے لئے مرمٹتا ہے دوسروں سے اسی سورہ میں افسوس کے ساتھ اس طرح تمیز کرتا ہے کہ آخر الذکر دوسروں کو محض دکھلاوے کے لئے فائدہ پہنچاتے ہیں +

اگر سب نیک اعمال محض دکھلاوے کے لئے ہوتے تو جو کچھ بھلائی زمانہ در زمانہ مخلوقات کے لئے پیغمبروں مصلحین اور دیگر نیک اشخاص نے کی ہے وہ ایک خواب و خیال ہی ہو جاتی۔ اور سب ساتھی جو ہمیں نظر آتی ہے۔ اور تہذیب جیسے اہم

محسوس کرتے ہیں کبھی بھی پایہ تکمیل تک نہ پہنچی۔ لہذا کسی سوسائٹی کی ترقی کیلئے ظاہر داری اور دکھلاوا سودمند نہیں۔ اس کے قیام اور اس کی خوشحالی کیلئے پختہ اور سچی باتوں کی ضرورت ہے۔ بس جس طرح غلط امور کی پابندی سے سوسائٹی کا عروج ناممکن ہے۔ اسی طرح خودغرضی بھی انسان کی ذاتی ترقی کی مانع ہے۔ قرآن شریف فرماتا ہے کہ افسوس ہے اس شخص کے لئے جو کہ نماز تو پڑھتا ہے لیکن خود اس سے بیخبر ہے (فویل للمصلین الذین ھم عن صلاتھم ساھون) نماز کی غرض صرف یہ ہے کہ انسان اندرونی صفائی اور پاکیزگی اور ترقی حاصل کرے۔ اور اگر یہ خیال اس کے دل میں نہ ہو تو کسی قسم کا فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ بالفاظ دیگر انسان خوشی اور راحت کے اس درجہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ جس کی طرف قرآن لیجانا چاہتا ہے۔ اور جس کے باعث وہ دیگر نسل انسانی کے لئے فیض اور بھلائی کا سرچشمہ ہو سکتا ہے۔ الغرض اس سے ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ایک طرف تو اعتقاد اور عمل کے درمیان اور دوسری طرف ایک فرد واحد اور قوم یا سوسائٹی کے درمیان بہت بھاری تعلق ہے۔ اس سورہ میں اس قسم کی صداقتوں کو لوگوں پر ظاہر کیا گیا ہے۔ جس کی تردید نہیں ہو سکتی۔ اور اسکے ذریعہ انسان ہر قسم کی راحت حاصل کر سکتا ہے۔ اور اگر ان کا وجود نہ ہو تو پھر دنیا میں گمراہی اور تباہی کے کچھ نظر آئے +

ابتلاؤں میں صبر و توکل

اسلامک ریویو بابت ماہ مئی ۱۹۲۱ء

(از قلم جناب حافظ محمد حسن صاحب بی۔ اے)

تقریباً ہر ایک وعظ اور ہر ایک خطبے و لیکچر میں مختلف قسم کے اخلاق اور نیکیوں کی اصلیت اور انکے فلسفہ پر بحث کیجاتی ہے۔ اور خطیب اپنے سامعین کو پاکیزہ اور پارسایانہ زندگی بسر کرنے کے لئے بڑی دُھواں دھار اور پُر فصاحت تقریروں کے ذریعہ نصیحت کرتے ہیں۔ اور کوئی دن خالی نہیں جبکہ اخلاقی رسالوں اور کتابوں میں اضافہ نہ ہوتا ہو لیکن تعجب ہے کہ باوجود اخلاقی علم ادب کی ترقی کے اور باوجود اس قدر اخلاق کے متعلق شور و غل کے دُنیا کی اخلاقی حالت دن بدن رو بہ تنزل ہے۔ اِس قسم کی تقاریر اور تحریرات اخلاقی جرائم کے لئے گویا اسناد کا کام دے رہی ہیں اور گناہ کا ارتکاب بلا کھٹکا کیا جاتا ہے۔ اور اس کے بد نتائج پر غور نہیں کیجاتی کہا تو یہ جاتا ہے کہ دُنیا کا قدم ترقی کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اور ہر ایک فرد بشر پر اور ہر ایک قوم پر تہذیب اپنا اثر ڈال رہی ہے لیکن مہذب دُنیا کا اخلاقی فضا خطرناک قسم کے گناہوں سے پُر ہے۔ شائستہ قوموں کے بڑے بڑے مُدبر جو اپنی اپنی قوم کی نمایندگی کرتے ہیں اور جنکی گردن پر بڑی بڑی ذمہ واریوں کا بوجھ ہے اپنے اقوال میں نہایت بے تُکے اور اپنے افعال میں ازحد لاپرواہ اور بدلحاظ ہیں۔ ان کے دل میں کچھ اور زبان پر کچھ ہے۔ اور جو کچھ انہیں کرنا چاہئے اس کے خلاف کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک وعدہ اور جھوٹ پیشے دھوکہ ہم معنے و مترادف ہیں۔ کیونکہ ان دونوں میں ذاتی غرض پائی جاتی ہے۔ پس کم از کم تہذیب یافتہ دنیا کی اعلیٰ فلسفی سے یہی سبق ملتا ہے۔ اور افسوس ہے کہ تہذیب کی آڑ میں اس قسم کے جرائم کا ارتکاب کیا جاتا ہے کہ جسے ایک وحشی و کُندہ ناتراش بھی دیکھکر کانپ اُٹھے +

میں اپنے مضمون میں اس امر پر بحث کرنا نہیں چاہتا کہ کیوں لیکچروں اور وعظوں کا کچھ اثر نہیں ہوتا اور کیوں لوگوں کے دل پتھر ہو گئے ہیں میں اُس بہترین نمونہ اخلاق کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہوں جس کا ذکر اس سادہ اور مختصر ضابطہ قانون میں ہے جو آج سے تیرہ سو سال پیشتر رسول اکرم حضرت محمد رسول اللہ صلعم پر اُترا۔ اور نہ میں یہ بتلانا چاہتا ہوں کہ کس طرح ایک وحشی خونخوار اور جابر قوم اس زمانہ کی مہذب ترین اور اعلےٰ درجہ کی ترقی یافتہ اور نہایت ہی متین قوم بن گئی۔ کیونکہ ان سب باتوں کے متعلق اس رسالہ میں کئی دفعہ لکھا جاچکا ہے۔ لہٰذا میں یہاں صرف صبر کے بارے میں جو ایک خلق ہے لکھ کر بتلانا چاہتا ہوں کہ اگر ایک طرف اس کے متعلق قرآن کریم کے اوراق نہایت فصیح اور خوبصورت الفاظ سے مزین ہیں تو دوسری طرف اسلامی تاریخ کے صفحات نہایت خوبی سے ظاہر کرتے ہیں کہ ان الفاظ کی صداقت کی تشریح عملی طور پر کی گئی ہے اس سے دُنیا پر ظاہر ہوگا کہ نہایت سلیس اور سادہ الفاظ جب عملی رنگ اختیار کریں تو وہ معجزہ کا کام دیتے ہیں اور تمام نسل انسانی کو پستی سے بلندی کی طرف لیجاتے ہیں +

اس خلق یعنے صبر کے متعلق حکم دیتے ہوئے قرآن مجید یُوں کہتا ہے کہ:-

ولنبلونکم بشیئ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات ط وبشر الصبرین ہ الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون (ترجمہ) اور البتہ آزماویں گے ہم تم کو ساتھ ایک چیز کے ڈر سے اور بھوکھ سے اور کمی مالوں سے اور جان کے سے اور پھلوں کے سے اور خوشخبری دے صبر کرنے والوں کو وہ لوگ کہ جب پہنچتی ہے ان کو مصیبت۔ کہتے ہیں تحقیق ہم واسطے اللہ کے ہیں۔ اور تحقیق ہم طرف اس کی پھیر جانے والے ہیں +

ان سادہ الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان نے اللہ تعالیٰ سے معاہدہ کیا ہے

اور سفر و حضر۔ دکھ و سکھ ہر حالت میں اسکی خدمت کرنے کا اقرار بھی کیا ہے۔ اس قدما
سکو جو اسکی زندگی کا نصب العین ہے پیش نظر رکھ کر وہ اپنا کام شروع کرتا ہے اسلئے
کوئی مصیبت۔ کوئی ناکامی کوئی تکلیف اُسے اپنے مطلب کی طرف جانے سے
نہیں روک سکتی۔ اللہ تعالیٰ اُسے ان باتوں سے متنبہ کرتا ہے جو اُسے منزل مقصود
تک پہنچنے سے روکتی ہیں۔ اور اسے کہتا ہے کہ جو دکھ اس کے سامنے آئے اور
جو مصیبت اس کے سر پر آپڑے۔ اور جو بلا اس پر نازل ہو اس کا مقابلہ نہایت
مضبوطی اور استقلال کے ساتھ کیا جائے۔ اور تمام اپنی طاقتوں اور قوتوں
کو نسل انسانی کی خدمت کے لیے خرچ کیا جائے۔ کیونکہ اسی کا نام خدمت الٰہی
ہے۔ اور اس خدمت یا محبت الٰہی میں اس قدر ترقی کرنی چاہئے کہ اپنی ہستی
بھی بھول جائے۔ غم و حزن کے وقت قوت و طاقت اور حوصلہ حاصل کرنے کیلئے
ہر ایک مسلمان کے لئے حکم ہے کہ وہ قرآن مجید کے احکام ذیل کو دل پر نقش کرے۔ یعنے
اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ (ہم اللہ کے ہیں اور ہم نے یقیناً اسی کی طرف واپس
جانا ہے) اس طرح ہر ایک مسلمان کو ہمیشہ یہ خیال رہتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا جو
قادر مطلق ہیں ہے۔ اور آخر کار اس نے اس کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور
اسی کے ہاں سے ان تمام باتوں کی باز پرس ہونی ہے جو خلاف ضابطہ اور خلاف
احکام اس نے کی ہیں۔ چونکہ یہ مسلمان کی شان کے شایاں نہیں کہ وہ رونے دھونے
سے اپنی قوت اور طاقت کو زائل کرے۔ اور چونکہ دنیا کا نظام ہی اس نہج
پر واقع ہوا ہے کہ اسمیں ہمیشہ جوڑ توڑ ہوتا رہتا ہے اور کبھی وہ رک نہیں
سکتا تو پھر مسلمان کو اس معمولی روش عالم سے ڈرنا نہ چاہئے۔ ممکن ہے کہ
بعض اس فلسفہ سے مطمئن نہ ہوں لیکن ان الفاظ کا اثر اور ان کی طاقت
ان فصیح و بلیغ اور اثر پیدا کرنے والے خطبوں اور وعظوں سے کہیں
بڑھ چڑھ کر ہے جو بڑے بڑے مقرروں اور خطیبوں کی زبان سے نکل کر
دل تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن اپنی تیزی کی وجہ سے کند ہو جاتے ہیں

مَیں اب بتلانا چاہتا ہوں کہ ان الفاظ نے قرن اولے کے مسلمانوں پر جن کے اندر قرآنی آیات نے جوش کی آگ بھر رکھی تھی کیا اثر کیا +

ذرہ تھوڑی دیر کے لئے اپنے دماغ کے سامنے اُس ملک کا نقشہ لاؤ جہاں کے باشندوں نے بالاتفاق بدمعاشی اور عیاشی کی حکومت کی ماتحتی اختیار کر رکھی ہو۔ اور کہ جو نہایت ہی شرمناک افعال کے ارتکاب ہی سے ذلت کی طرف بڑھے جاتے ہوں بلکہ اس قسم کے افعال پر انہیں ناز ہو۔ اور پھر انہیں خود ہی شہرت بھی دیں۔ اور ان میں بُت پرستی نے مذہب کی صورت ہی اختیار کی ہو۔ اور اس قسم کی قوم کی چال و چلن کی اصلاح کیلئے یہودیوں اور عیسائیوں نے متواتر پانچ سو سال تک ناخنوں تک کا زور لگایا ہو۔ ملک کی اِس حالت کے درمیان ایک شخص ظاہر ہوتا ہے جس کا کام بالکل نرالا نظر آتا ہے۔ اور جو اس قسم کے خیال ظاہر کرتا ہے جو اس کی اپنی قوم کے خیالات سے نہ صرف مختلف ہی ہوتے ہیں۔ بلکہ اُن کے ساتھ قومی روایات کو مٹا دینے اور اُن کے بُتوں کو صفحۂ ہستی سے اُٹھا دینے والے ہیں جس کی وجہ سے تمام قوم کی قوم جوش اور غصہ میں آکر اس قدر مخالفت کرتی ہے۔ کہ اسکی نظیر تاریخ عالم میں پائی نہیں جاتی۔ اگر اس شخص کا ذاتی اخلاق اور چلن اسکی مدد پر نہ ہوتا تو یقیناً اُسے قتل کر دیا جاتا۔ لیکن باوجود اس کے کہ اس میں ہر ایک قسم کی خوبی ہے۔ اور اس میں شرافت کوٹ کوٹ کر بھری ہے اُسے ملامت کیجاتی ہے اُسے گالیاں دیجاتی ہیں۔ اور مار پیٹ اور ہر قسم کی ایذا رسانی بھی روا رکھی ہے۔ مگر وہ اپنے حالات کو نہیں چھوڑتا اپنی دُھن کا پکا ہے۔ اور جب کبھی اُسے موقعہ ملتا ہے وہ خُدا کی وحدانیت اور مستورات کی عزت و توقیر کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ اور غلامی سے نفرت۔ زنا سے پرہیز اور دیگر اخلاقی بدکاریوں سے الگ رہنے کی تاکید کرتا ہے۔ چنانچہ اس کی تعلیم سے متاثر ہو کر تھوڑے سے لوگ اُس کے پَیرو ہوگئے۔ اور بعض

مستورات نے بھی اس کے مذہب کو قبول کرلیا۔ یہ دیکھ کر قوم زیادہ بگڑ گئی۔ اور اُس نے دیوانہ وار ہر طرح کی وحشیانہ تکالیف دینا شروع کردیں۔ چنانچہ عرب جیسے ریتلے ملک میں عین دھوپ کی شدت کے وقت جھلستی ہوئی ریت پر ان چند مسلمانوں کو ننگے بدن لٹا کر ان کے سینوں پر بھاری پتھر رکھے جاتے ہیں۔ اور ان کے جسم پر لوہا تپا کر لگایا جاتا ہے۔ اور انہیں اپنا مذہب چھوڑنے کے لئے کہا جاتا ہے لیکن اس موقعہ پر جو جواب وہ مظلوم دیتے ہیں وہ وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتا ان کے مُنہ سے سوائے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے کچھ اور نہیں نکلتا اسی قسم کی بہت سی تکالیف رسُول عربی صلعم کے متبعین کو دی گئیں۔ اور صرف اس جرم میں کہ انہوں نے خدا کو ایک مانا اور محمد صلعم کی رسالت پر ایمان لائے ظالم اسمیں کوئی شک نہیں تکلیف دینے کے لئے مختلف اور عجیب راہیں اختیار کرتے ہیں لیکن جس صبر و استقلال سے ان تکالیف اور سزاؤں کو پیغمبر صلعم کے پیروؤں نے برداشت کیا وہ بہت ہی حیران کردینے والا ہے۔ مرد و زن سب نے ایسے موقعوں پر یکساں استقلال اور خدا کی رضا پر اپنی رضامندی کا اظہار کیا انسان حیران ہوتا ہے کہ آیا اس قسم کے واقعات کُرہ زمین پر ہوتے ہیں لیکن تاریخ ہمیں بتلاتی ہے کہ یہ واقعات تحقیقاً ہوئے ہیں۔ ان میں سے بعض کے متعلق کچھ یہاں لکھتا ہوں:-

۱۔ عمر کے خاندان کی ایک غلام لڑکی زنیرہ نے اسلام قبول کیا۔ عمر اس وقت مشرف با سلام نہ تھا۔ لہٰذا وہ اس کے ساتھ نہایت سختی سے پیش آتا۔ اس لڑکی کو ابوجہل نے اس قدر زدوکوب کیا کہ اس مصیبت زدہ کی آنکھوں کو سخت نقصان پہنچا اور وہ آخرش اندھی ہوگئی +

۲۔ لبینت بھی ایک غلام لڑکی تھی وہ بھی اسی طرح عمر کے غُصّہ کا شکار ہُوئی۔ اور جب وہ اُس بیچاری کو مارتے مارتے تھک جاتا تو کہتا کہ میں تمہیں رحم کی وجہ سے نہیں چھوڑتا بلکہ اسلئے کہ میں اب تھک گیا ہوں لیکن ہر دفعہ وہ یہی جواب دیتی

کہ خدا میری تکالیف کا تم سے بدلہ لیگا بشرطیکہ تم مسلمان نہ ہوئے +

۳۔ حضرت بلال مؤذن کو بھی جو کہ امیہ بن خلف کا غلام تھا اسکے آقا نے سخت ترین سزائیں دیں اُسے بھی جلتی ہوئی ریت پر لٹا کر اُس کے سینہ پر بھاری پتھر رکھا گیا۔ اور اُسے اسلام چھوڑنے کے لئے کہا گیا۔ اور اُسے بتایا گیا کہ اگر وہ حکم عدولی کریگا تو اُسے مار دیا جائیگا۔ لیکن اس نازک اور اذیت کی حالت میں بھی اُسکے مُنہ سے احد یعنے خدا ایک ہے کی صدا سُنائی دی۔ اس پر اس کے آقا نے طیش میں آکر اسکی گردن میں رسی ڈال دی۔ اور بچوں کے حوالہ کر دیا جو اُسے شہر کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک کھینچتے ہوئے لیگئے لیکن یہ مجنوں بآواز بلند اسلام کے بنیادی اصول یعنے اللہ احد۔ اللہ احد کا نعرہ برابر مارتا رہا۔

۴۔ حضرت محمد صلعم کے ایک مشہور صحابی عمار کی والدہ سمیا کو بھی ابوجہل نے قتل کر ڈالا اسی طرح ان کے والد یاسر کا بھی ہزارہا قسم کی تکالیف دے دیکر خاتمہ کر ڈالا +

تاریخ اسلام اس قسم کے خطرناک نظارے بکثرت پیش کرتی ہے اور اس کے پڑھنے والا اگر ایک طرف ان وحشیانہ تجاویز اور ظالمانہ کارروائیوں کو دیکھ کر کانپ اُٹھتا ہے جو مسلمانوں کو عذاب دینے کیلئے اختیار کی گئیں تو دوسری طرف اس اولوالعزمانہ صبر و توکل جو معصوم و بیگناہ مظلوموں نے دکھلایا عش عش بھی کر اُٹھتا ہے۔ میں اس جگہ ایک عورت کا حال بطور مثال لکھتا ہوں جس سے معلوم ہوگا کہ کس طرح نہایت غیر معمولی استقلال اور صبر اپنے حالات کے ماتحت جو واقعات متذکرہ بالا سے مختلف ہیں دکھلایا۔ مروی ہے کہ ابو طلحہ حضور صلعم کے ہمراہ ایک فوج میں بطور سپاہی کام کرتے تھے۔ ایکدفعہ اُنکا اکلوتا بیٹا جبکہ وہ ملازمت پر باہر تھے بیمار ہو گیا۔ بیمار کی والدہ نے اسکی بہت خدمت کی لیکن اسکی تمام کوشش اس بچے کی جان بچانے کے لئے ناکافی تھی۔ اور بچہ اس دنیا سے راہی ملک عدم ہوا۔ جبکہ اس کے خاوند کے گھر میں پہنچنے کی خبر اُسے ملی۔ اس عورت نے اسی وقت نعش پر چادر ڈالکر اُسے گھر میں ایک طرف رکھ دیا۔ اس کا خاوند تھکا ماندہ اور بھوکا پیاس کا مارا ہوا۔

گھر میں داخل ہوا۔ عورت نے نہایت خوشی و تپاک سے اس کا خیر مقدم کیا۔ جب خاوند کھانا کھا چکا اور اُسے ذرہ ہوش آیا تو اس نے اپنے لڑکے کی خیر و عافیت کے متعلق دریافت کیا۔ عورت نے اُسے تسلی و تشفی دی یہ کہکر بچہ بالکل آرام میں ہے۔ اور اُسے ہر ایک تکلیف سے نجات ہے۔ اس کے الفاظ نہایت ہی پُر معنے تھے۔ چنانچہ خاوند تمام رات سویا رہا مگر بیوی جاگتی رہی۔ دوسرے دن علے الصباح جب ابوطالب نماز کے لئے مسجد کی طرف جانے لگا تو اس کی بیوی اس کے پاس آئی۔ اور بڑے اطمینان اور حوصلہ سے اُسے کہا کہ اگر تمہارا کوئی دوست اپنا مال تمہاری حفاظت میں کچھ عرصہ کے لئے چھوڑ جائے۔ اور اس مدت کے گذرنے کے بعد وہ اپنا مال واپس مانگے تو کیا تمہیں واپس دینے میں کچھ تامل ہوگا۔ اس کے پر سرتکار خاوند نے جواب دیا کہ ہرگز کسی قسم کا تامل نہیں ہوسکتا۔ اسکی بیوی نے آہ بھری اور چشم پُر آب ہوکر کہا کہ خدا نے ہمارے پیارے بچہ کو جو اس کا مال تھا واپس بلالیا ہے۔ اس پر خاوند نے دھیمی آواز سے انا للہ وانا الیہ راجعون کہا +

یہ الفاظ گو نہایت ہی سادہ ہیں لیکن ان میں ایک عجیب طاقت ہے اس کی وجہ سے اخلاقی دنیا میں ایک بھاری انقلاب پیدا ہوا تھا۔ اور وہ اب بھی اسی قسم کا تغیر پیدا کر سکتے ہیں۔ ناظرین [illegible] تعصب اور [illegible] کی میل سے اپنے دل کو صاف کرکے قرآن شریف کا مطالعہ کریں +

منشاء تو یہ ہے کہ نیکی کے بدلے میں نیکی کی جائے۔ لیکن احسان میں وہ تمام نیک اعمال شامل ہیں۔ جو بغیر کسی معاوضہ کے کئے جاتے ہیں۔ محسن دوسروں کے ساتھ بھلائی خود بخود کرتا ہے اور اس کا عمل کسی ایسے نیک سلوک کے معاوضہ میں نہیں ہوتا جو اس کے ساتھ کیا گیا ہو۔ لیکن یہ دوسری خوبی (احسان) بھی ایک طرح سے خام ہے۔ گو احسان کرنیوالے نے احسان بلا کسی معاوضہ کے ہی کیا ہو۔ تاہم وہ اس شخص سے جس کے ساتھ مروت کی گئی ہے۔ کم از کم اخلاقی طور سے شکریہ کے معاوضہ کی اُمید کر لیتا ہے۔ اور اس کا دل چاہتا ہے۔ کہ وہ اس کا شکریہ ادا کرے۔ اور اگر وہ احسان فراموشی کرے تو محسن کے دل میں رنج پیدا ہوتا ہے بلکہ وہ اُسے اپنے احسان کی یاددہانی بھی کرا دیتا ہے۔ پس اگر عدل و انصاف کی صورت میں ہم نیکی کے عوض نیکی کرتے ہیں تو احسان کی حالت میں بھی ہم معاوضہ بصورت شکریہ طلب کرتے ہیں۔ لیکن قرآن پاک کا منشاء ہے کہ ہم اس صفت سے بھی بالاتر ہوں۔ ہم اپنے دلوں سے کسی معاوضہ یا شکریہ کی خواہش کو بھی نکال دیں اور دوسروں سے بھلائی محض وجہ بھلائی کریں۔ اور یہ ایک ایسا حکم ہے۔ جو ممکن التعمیل بھی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ والدین اپنے بچوں سے اسی طرح کرتے ہیں۔ اور نیک نہاد لوگ بھی اپنے والدین اور دیگر خویش و اقارب کے ساتھ بلا کسی معاوضہ یا طلب شکریہ کے مروت کرتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے قرآن شریف میں اس بڑی بھاری نیکی کو ایتای ذی القربیٰ کے الفاظ میں بیان کیا ہے۔ پس قرآن مجید نے نیکیوں کے تین درجے کر دیئے ہیں۔ ہمیں نہ صرف عدل اور احسان ہی کا حکم دیا گیا ہے بلکہ اس کا بھی فرمان ہے کہ دوسروں کے ساتھ اسی طرح محبت کریں جس طرح ہم اپنے خویش و اقارب سے کرتے ہیں۔

یہاں یہ بھی قابل ذکر ہے کہ ان اعلیٰ نیک صفات کو اتھاتے وقت نہیں رنگ اور نہ مذہب کی تمیز کرنے کی سخت ممانعت ہے۔ مثلاً اس آیت میں سب سے ادنے درجہ نیکی کا انصاف بتلایا گیا ہے۔ انصاف بیدنے کسی مذہب و

فرقہ کا لحاظ نہیں رکھا جاتا ۔ پس اگر افراد نے درجہ کی خوبی کے لئے کوئی حکم ہے
تو قرآن شریف کی اصطلاح کے مطابق اس سے بڑھیا خوبی کے بارے میں وہی
حکم بوجہ احسن قرار دیا جاتا ہے ۔ انصاف کے متعلق اللہ تعالی فرماتا ہے ۔
لا یجرمنکم شنان قوم علی الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب
للتقوی واتقوا اللہ ان اللہ خبیر بما تعملون ترجمہ ۔ باعث ہو
تم کو دشمنی کسی قوم کی اوپر اسباب کے کرنے عدل کرو ۔ عدل کرو وہ بہت نزدیک
ہے واسطے پرہیزگاری کے ۔ اور ڈرو اللہ سے تحقیق اللہ خبردار ہے ساتھ
اس چیز کے کہ کرتے ہو (سورہ ۵ آیت ۸)
اس آیت میں مسلمانوں کو حکم ہے ۔ کہ وہ ان لوگوں ساتھ بھی
انصاف کا برتاؤ کریں ۔ جن سے اُن کی دشمنی ہے ۔ اس لئے ان
کی راہ میں دوسروں کے ساتھ انصاف کرنے میں کسی قسم کی عداوت
یا باہمی جھگڑے کی وجہ سے رُکاوٹ پیدا نہ ہونی چاہئے +
الغرض آیت زیر بحث میں ان تین نیک صفات کے متعلق
تو کسی قسم کی شرط یا حد بندی قائم نہیں کی گئی ۔ اور مسلمانوں سے اُمید
کی جاتی ہے ۔ کہ بلا لحاظ مذہب و ملت دوسروں سے برتاؤ کے وقت
وہ ان کا اظہار کرینگے ۔ خواہ فریق ثانی مسلم ہو یا غیر مسلم ۔ اسی آیت
کے دوسرے حصّہ میں ان بُرائیوں کا ذکر ہے ۔ جن سے ہر ایک مسلمان کو
دوسرے لوگوں کے ساتھ میل جول کرتے وقت بچنا چاہئے ۔ قوانین ہمیشہ تین
حصوں میں تقسیم کئے جاتے ہیں ۔ اور ہر ایک ملک کا ضابطہ فوجداری کی بنا انہیں حصوں پر
رکھی جاتی ہے ۔ حصّہ اول میں ان اخلاقی اصولوں اور قوانین پر بحث کیجاتی ہے
جن کا تعلق ہر ایک شخص کی ذات سے ہی ہوتا ہے ۔ اور یہ اسلئے وضع کیئے جاتے
ہیں کہ تا لوگ ان گناہوں اور بدیوں سے پرہیز کریں جن کا اثر اُن کی اپنی ذات پر ہی
ہوتا ہے ۔ حصّہ دوم میں وہ قوانین رکھے جاتے ہیں جن کے ذریعہ سوسائٹی میں ایک دوسرے

سکے حقوق کی حفاظت کی جاتی ہے۔ اور اُن کا تعلق انسان کی ذات۔ زندگی اور جائداد سے ہوتا ہے لیکن ان ہر دو قسم کے قوانین کا نفاذ اُسی صورت میں ہو سکتا ہے جبکہ اُن کے نافذ کرنے والوں کی عزت اور اُن کے حقوق کی حفاظت کیلئے بھی قوانین ہوں۔ یعنے جن سے حکومت وقت کا رعب و حکم قائم رہ سکے۔ اور یہ آخرالذکر قوانین ضابطہ کا حصہ سوم کہلاتے ہیں۔ بس یہی تین مدین ہیں جن کے ماتحت تمام قوانین فوجداری اور تعزیری کی بحث ہوتی ہے۔ اور قرآن مجید بھی انہیں تین قسم کے قوانین کا ذکر اس آیت میں کرتا ہے:-

پہلی بدی چنانچہ فحشا ہے جو ان بُرے افعال کی طرف اشارہ کرتی ہے جو انسان کے ذاتی اخلاق سے تعلق رکھتی ہیں۔ دوسری بدی جس سے روکا گیا ہے۔ منکر یعنے ایسے افعال جن کی وجہ سے ہمارے ہمجنسوں کو نقصان پہنچتا ہے تیسری اور آخری بدی بغی ہے اسکی نسبت حکم نظام سوسائٹی یا سلطنت کا مقابلہ نہ کیا جائے اور اس کے خلاف علم بغاوت کھڑا نہ کیا جائے +

بس قرآن شریف نے اِن تین بدیوں کو جن کا بہت بھاری اثر ہمارے اخلاق پر پڑتا ہے منطقیانہ ترتیب سے پیش کیا ہے۔ پہلی بدی کا اثر خود بدکُن کی ذات ہی پر ہوتا ہے۔ دوسری کا اثر سوسائٹی کے دیگر افراد تک پہنچتا ہے۔ اور تیسری کی وجہ سے تمام قوم یا سلطنت کا امن اور نظام خلل پذیر ہو جاتا ہے +

اگر کوئی شخص مذہبی کُتب کا یا بڑے بڑے مشہور مصنفین کی کتابوں کا جنمیں اخلاقی مضامین پر بحث ہو مطالعہ کرے تو وہ یقیناً قرآن مجید کو بحیثیت ایک اخلاقی ضابطہ کے بینظیر قرار دیگا۔ اور اُسے سوائے اس کلام الٰہی کے کسی جگہ

بھی اخلاقی اصُول اور تعلیم پر اس قسم کی نفاست اور خوبی
سے بحث نظر نہ آئیگی۔ کہ جو انسان کی
زبان سے بیساختہ کلمہ تعریف
نہ نکلوا سکے +

اسلام اور بُت پرستی

(از قلم جناب مسٹر ڈڈلے رائٹ)

مسلمان کیوں مسئلۂ تثلیث کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں؟ اسکی پہلی وجہ یہ ہے کہ اس مسئلے کی بنیاد انجیل پر نہیں ہے۔ اور دوسرے یہ کہ یہ مسئلہ سراسر عقل اور سمجھ کے خلاف ہے۔ ایک عیسائی معافی چاہنے والے کو اگر یہ کہا جائے کہ تمہاری زندگی اسبات پر منحصر ہے کہ تم پرانے یا نئے عہد نامہ میں سے الوہیت مسیح اور مسئلہ "تثلیث کو ثابت کر دکھاؤ۔ تو اس سے بڑھ کر بدبخت اور نامراد شخص شاید دنیا میں اور کوئی نہ ہوگا +

عیسائیت کے شروع شروع کے زمانے میں الوہیت مسیح کا کوئی وجود نہ تھا یا کم از کم اس کی تعلیم نہیں دیجاتی تھی۔ جسٹن مارٹیر (Justin Martyr) جس نے دوسری صدی عیسوی کے آغاز میں ہی کتابیں لکھی ہیں وہ پہلا شخص ہے جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو الوہیت کا مرتبہ دیا۔ مگر یہ بات ضرور یاد رکھنی چاہئے کہ وہ مذہب عیسوی قبول کرنے سے پہلے ایک فلاسفر تھا۔ چنانچہ عیسائی ہونے کے بعد بھی اس کے اکثر خیالات اور عادات وہی رہیں جو کہ پہلے تھیں۔ مگر پھر بھی وہ حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا کہنے کی ان الفاظ میں عذر خواہی کرتا ہے "۔ یہ بات (یعنی مسیح کا خدا کا بیٹا ہونا) ان (پہلے زمانے کے) لوگوں کے لئے کوئی تعجب خیز امر نہیں ہے۔ کیونکہ وہ یہ بات مانتے چلے آئے ہیں۔ کہ جیو پیٹر (Jupiter) یونانی دیوتا کے کئی بیٹے ہیں"

ایک اور جگہ لکھتا ہے:-

مسیح اپنی عقل اور دانائی کی وجہ سے خدا کا بیٹا کہلانے کے لائق ہے چاہے وہ انسان ہی کیوں نہ ہو۔ اور دوسرے یہ کہ کافر لوگ بڑے خدا جیو پیٹر کو

دوسرے دیوتاؤں اور بعض انسانوں کا باپ مانتے ہیں۔ اگر مسیح ایک غیر معمولی طریقے سے عقل اور دانائی کا خُدا مان لیا جائے۔ جیسا کہ لوگ مرکری دیوتا کو عقل کا خدا مانتے ہیں۔ تو یہ بڑے خدا کی مرضی کے عین مطابق ہے" +

مگر اس مسئلہ تثلیث کی شہرت اس وقت ہوئی جبکہ کونسل آف نائس ۳۲۵ء عیسوی میں منعقد ہوئی جس کے بعد اس امر کا باضابطہ اعلان کیا گیا کہ کونسل کے فیصلے کے بعد بھی ہیلیری (Hilary) نے بارہ جلدیں مسئلہ تثلیث کے متعلق لکھیں اور اُن میں یہ جتلایا کہ یسوع مسیح کا باپ ہی اصل میں ایک حیّ و قیّوم خُدا ہے۔ اور سچّا خُدا کہلانے کا صرف وہ ہی مستحق ہے۔ یہاں تک کہ کونسل آف نائس میں بھی اسبات کا اعلان نہیں کیا گیا تھا کہ تثلیث میں کا ہر ایک خدا حیّ و قیّوم اور خود پیدا شُدہ ہے۔ لفظ تثلیث کی اصطلاح بھی بہت مُدّت بعد اسکندریہ کے ایک شخص کلیمنٹ (Clement) نے ایجاد کی۔ مگر پھر بھی اُس نے اپنی تمام کتابوں میں صرف اس لفظ کو ایکدفعہ لکھا ہے۔ اور وہ بھی صرف ان تینوں ہستیوں کے آپس کے رشتۂ امید خیرات ایمان اور نیکیوں کے ظاہر کرنے کے لئے نہ کہ تین ایک اور ایک تین کے لاینحل عقدہ کو بیان کرنے کے لئے۔ اور یہ کونسل آف چلسیڈون کے موقع پر تھا۔ جو کہ ۴۵۱ء میں منعقد ہوئی۔ کہ موجودہ زمانے کا مسئلہ تثلیث اپنی تکمیل کو پہنچا مگر تب بھی عیسائیت کے ایک سے زیادہ فرقوں نے اسکی سخت مخالفت کی +

حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے زمانے میں ملک عرب میں اور عیسائی گرجوں میں بُت پرستی اپنے زوروں پر تھی۔ عرب لوگ اگرچہ خدا کی بزرگی اور طاقت کے قائل تھے۔ مگر پھر بھی وہ لکڑی اور پتھر کے بُتوں کی پرستش کرتے تھے۔ اور انسانی قربانی کی وحشیانہ رسم بھی ان میں رائج تھی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد عبداللہ بھی اسی قربانی کی بھینٹ چڑھنے لگے تھے۔ مگر سو اُونٹوں کی قربانی کرنے پر اُن کی جان بچی (یعنے ان کے بدلے سو اُونٹ

قربان کر دیئے گئے! اس کا قصہ یُوں ہے۔ کہ عبد المطلب جو کہ نبی کریم صلعم کے دادا تھے۔ اُنھوں نے خانہ کعبہ میں جو کہ اُس وقت بجائے خانہ خدا ہونے کے دیوتاؤں اور بُتوں کا مندر بنا ہُوا تھا۔ بُتوں کے آگے یہ قسم کھائی کہ اگر وہ دس بیٹوں کا باپ ہو جائے تو وہ ان میں سے ایک کو بُتوں کی قربانی چڑھاویگا۔ خدا کی قدرت کہ اسکے دس بیٹے ہُوئے۔ دسواں یعنی سب سے چھوٹا بیٹا عبد اللہ تھا۔ اور وہی باپ کو سب سے زیادہ عزیز تھا۔ عبد المطلب نے قسم کے پُورا کرنے کو ملتوی کر دیا۔ مگر آخر اس کو پُورا کرنا تھا۔ کیونکہ دیوتاؤں کے سامنے کی قسم کھائی ہوئی ایسی آسانی سے نہیں توڑی جا سکتی تھی۔ آخر ایک دن عبد المطلب اپنے دسوں بیٹوں کو خانہ کعبہ میں لے گئے۔ اور اُن کے نام الگ الگ تیروں پر لکھے گئے۔ تاکہ قرعہ ڈال کر معلوم کریں کہ کس کو قربان کیا جائے۔ خُدا کی قدرت قُرعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد عبد اللہ کے نام پڑا۔ ایسا لکھا ہے کہ آپ کی بہنیں آپ سے لپٹ کر رونے لگیں۔ اور عبد المطلب کی منتیں کیں کہ ان کی جان بخشی کر دی جائے۔ غم زدہ باپ نے پھر ایک نئی قسم کھائی۔ کہ وہ اپنے لختِ جگر کی جگہ دس اُونٹ قربان کر دیگا اگر قرعہ بھی اُس کے موافق پڑے۔ چنانچہ پھر قرعہ اندازی کی گئی مگر اب کی دفعہ بھی قرعہ عبد اللہ کے نام ہی پڑا۔ اب اُونٹوں کی تعداد بیس کر دی گئی مگر پھر حضرت عبد اللہ ہی کا نام نکلا۔ چنانچہ آٹھ دس دفعہ قُرعہ تیس چالیس پچاس ساٹھ ستّر۔ اسّی۔ نوّے اُونٹوں اور حضرت عبد اللہ کے درمیان ڈالا گیا۔ مگر ہر دفعہ یہی قُرعہ نکلا کہ عبد اللہ کی قُربانی کر دی جائے۔ سب نا اُمید ہو گئے۔ مگر جب قرعہ سو اُونٹوں پر ڈالا گیا۔ تب اُونٹوں کی قُربانی کا تیر نکلا۔ چنانچہ سَو اونٹوں کی قربانی کر دی گئی۔ اور اُن کا گوشت غریبوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ اور حضرت عبد اللہ واپس اپنے والدین کے پاس چلے گئے۔ اس وقت کس کو خبر تھی۔ کہ اسی بچے نے کسی دن اُس عظیم الشان حضرت محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا باپ بننا ہے +

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بڑی غرض یہی تھی کہ اُس بُت پرستی کو جس میں ہُودی

عیسائی مُشرکین تمام کے تمام مُبتلا تھے جڑ سے اُکھاڑ کر پھینکدیں۔اور ایک خُدائے واحد کی عبادت کو دُنیا میں قائم کریں۔اور اسکی وحدانیت کو ثابت کریں۔اور مشرکین کو سچائی کے رستے پر لائیں۔مگر یہ آپ جانتے تھے کہ یہ کام بہت دُشوار ثابت ہوگا۔ اگر پہلے بُت پرستی کو کامل طور سے برباد نہ کردیا جائیگا۔مذہب اسلام کے قائم ہونے کے کچھ مُدت بعد تک بھی مسلمان اپنی مفروضہ نمازیں بیت المقدس کی طرف مُنہ کرکے ادا کرتے تھے۔یہ اس غرض سے بالکل نہ تھا۔کہ یہودیوں کو اپنے ساتھ ملالیں جیسا کہ بعض مُورخین نے لکھا ہے مگر یہ دستور ترک کردیا گیا۔اور کعبہ کی طرف مُنہ کرکے نماز پڑھنے کا حُکم دیدیا گیا۔جونہی کہ خانہ کعبہ سے وہ بُت جنہوں نے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسمعیل کے تعمیر کردہ خانۂ خدا کو مُدتوں ناپاک رکھا تھا۔ باہر پھینکدئیے گئے۔اور عمارت پھر نئے سر سے پاک کردیگئی +

اس طرح اسلام نے انسان کو اپنی عزت اور غیرت کی طرف اور صرف ایک ہی واحد خدا کی عبادت کی طرف مُتوجہ کیا۔اور نہ صرف اس کو مذہب ہی ایسا دیا بلکہ اس کا کیریکٹر بھی ویسا ہی بنادیا۔اور یہی نجات کا بُنیادی پتھر ہے۔ اسلام انسانی قُربانی اور کفارہ نہیں سکھاتا۔ بلکہ انسان کو اپنے نفس کی قُربانی کرنا سکھاتا ہے۔جو کہ ایک نہایت معقُول خدمت ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو بھی بہت مقبُول ہے۔والدین بوڑھے آدمیوں اور غریبوں کی تعظیم اور عزت کرنا مسکینوں غریبوں کی حاجات کو پُورا کرنا اور یتیموں کی رکھوالی کرنا۔ ہر ایک مسلمان کا ایک پاک فرض ہے۔اور ان باتوں کے متعلق قرآن مجید میں جابجا احکام آئے ہیں +

پادری ٹی۔پی۔ ہیوجز آف دی چرچ مشنری سوسائٹی لکھتا ہے۔ اُسلام کی کمزوریاں چاہے جو کچھ بھی ہوں مگر سلیم الطبع قارئین کو۔جو کہ اسلامی قوموں کے حالات سے واقف ہیں۔ یہ بات ضرور ماننی پڑتی ہے کہ

غریبوں اور مسکینوں کی روزی کا انتظام اسلام نے نہایت احسن طریق پر سرانجام دیا ہے۔ اسلامی ممالک میں عیسائی پروٹسٹنٹ ممالک کے بیہودہ طریق کے مطابق کوئی غریبوں کے لئے ورک ہوس نہیں ہیں" +

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور سیرت اور اسلام کے عروج اور ترقی ہر ایک سرسری نظر کرنے والا طالب علم بھی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مذہب کی اصلیت اور صداقت اور آپ کے جوش وخروش اور اسلام کی اشاعت میں جرأت اور دلیری کو محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا +

گذشتہ زمانے کے پیغمبروں اور مذہبی مصلحوں کی طرح آپ پر بھی جھوٹے بہتان اور الزام لگائے گئے۔ جن میں سے بعض آج تک بھی باقی ہیں۔ آپ کو مجذوب اور مجنون کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ تعجب کی بات ہے۔ کہ تمام وہ لوگ جنہوں نے دنیا میں کوئی بھی قابل تعریف نیکی اور خوبی کے کام کیئے ہیں ہمیشہ دیوانے اور مجنون کے لقب سے ہی ملقب کئے گئے ہیں۔ مگر ان سچائی اور راستی کے بہادر جنگجوؤں کی موت تک ہی یہ لقب ان کے نام کا ساتھ دیتے ہیں۔ کیونکہ ان کی موت کے بعد لوگ اکثر ان کو ہیروز یا پیغمبر مان لیتے ہیں۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی وہی پیش آیا جو کہ آپ سے پہلے پیغمبروں کے ساتھ ہوا۔ اگرچہ آپ کے ساتھی۔ اور ہموطن لوگ آپ کی عین حیات میں ہی آپ کو "الصادق" اور "الامین" کے القاب سے یاد کرتے تھے۔ مگر جو آپ سے ناواقف تھے انھوں نے یا تو جان کر یا جہالت سے آپ کی تعلیم کو غلط طور پر سمجھا۔ چنانچہ مشہور مؤرخ کارلائل (Carlyle) لکھتا ہے "تمام وہ جھوٹے بہتان جو کہ لوگوں نے نہایت جوش وخروش سے آپ پر لگائے ہیں اُلٹ کر اُنہی پر پڑتے ہیں"۔ اسلام کے مخالف شاید اسلام کے متعلق جھوٹے قصے اور افسانے مشہور کرتے کو ہی اپنی سعادت دارین سمجھتے ہیں۔ اور پروٹسٹنٹ گرجے کے پرجوش عیسائیوں نے خاص طور پر اس طریق کو اپنا

وطیرہ بنالیا۔ اور شاید یہ ذلیل طریق ہی سیل (Sale) کی اِس اُمید کو پاش پاش کر دینے کے لئے کافی ہے۔ کہ اسلام کی تباہی پروٹسٹنٹ گرجے کے ہاتھوں ہونی لکھی ہے +

جسمانیات اِخلاق رُوحانیات

رُوحانیت ایک ایسا لفظ ہے۔ جس پر مختلف مذاہب والوں خیال میں بڑا زور دیا جاتا ہے۔ اور فی الحقیقت یہ اس قابل بھی ہے کہ اس کو انسانی زندگی کا مقصد اعلیٰ ترین قرار دیا جائے۔ بکرات و مرات ہم اس دلخوش کُن لفظ کو مختلف پیرایوں میں سُنتے ہیں۔ اور کُتب اخلاق بھی اس کے تذکرہ سے لبریز ہیں۔ مگر سوال تو یہ ہے۔ کہ اس دلکش لفظ کا مفہُوم حقیقی کیا ہے۔ اور کہاں تک اس کے مدعیان نے اس کو سمجھا ہے۔ بدقسمتی سے جسقدر کثرت سے اس کا استعمال کیا جاتا ہے اُسی قدر کم اس کی کیفیت کو سمجھنے میں کامیابی نصیب ہُوئی ہے۔ تمام کُتب مُقدسہ سوائے قرآن شریف کے اس کے متعلق یا تو بالکُل خاموش ہیں اور یا نہایت ہی دُھندلا نقشہ پیش کرتے ہیں۔ اور نہ ہی اُن میں وہ قوانین پائے جاتے ہیں جن پر قدم مار کر نصب العین حاصل ہو سکتا ہے۔ برعکس اس کے فرقان حمید نہ صرف کیفیّت رُوحانی کا حقیقی نقشہ کھینچتا ہے۔ بلکہ وہ آسان سے آسان راستے بھی بتلاتا ہے جن پر چلکر منزل مقصود تک پہنچ سکتے ہیں +

قبل ازیں کہ ہم لفظ رُوحانیت کا اسلامی مفہُوم اُن کی خوبصُورتی اور سادگی بیان کریں ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ ناظرین کی توجہ ایک عام خیال کی طرف مبذول کریں جو جسم اور رُوح کے باہمی تعلق کی نسبت مُروّج ہے۔ اور جو بہت حد تک لفظ رُوحانیت کے مفہوم کو غلط سمجھنے کا ذمہ وار ہے۔ جسم اور رُوح

کو وہ اس قسم کی علیحدہ ہستیاں خیال کیا جاتا ہے۔ جو ایکدوسرے سے انقطاع کُلی رکھتے ہیں۔ اور جسم کے تیار ہو جانے پر رُوح اس طرح پر داخل کیجاتی ہے جسطرح ایک پنجرے میں پرندہ۔ اس خیال باطل کا لازمی نتیجہ یہ ہؤا۔ کہ انسان کے وہ عملیات جو جسم سے وابستہ ہیں انھیں حیوانیت سے وابستہ سمجھ کر مُضر روحانیت قرار دیا گیا۔ گویا کہ ایک ہی قلب انسان ہیں دو ایسے خانے ہیں جو ایکدوسرے سے کوئی واسطہ نہیں رکھتے۔ چنانچہ یہ کہا جاتا ہے کہ حصُول رُوحانیت اس وقت ممکن ہے۔ جب اس کا ہمسر یعنے جسمانیات کو بکُلی کچل دیا جاوے یعنے ایک کی نیستی سے دوسرے کی ہستی کا راز وابستہ ہے۔ اور اسلئے یہ سمجھا گیا ہے کہ معراج رُوحانیت تک پہنچنے کیلئے ضروری ہے کہ خواہشات وجذبات کو جس کا مبدا جسمانیات ہیں مار کر رہبانہ زندگی اختیار کی جائے۔ کیا ہی غیر معقول اور خلاف فطرت خیال ہے۔

حقیقت الامر یہ ہے کہ قلب انسانی ایک واحد چیز ہے۔ اور ہرگز ایسے دو حصوں میں منقسم نہیں ہے جو ہر آن باہم مُشت وگریبان رہتے ہیں۔ رُوح کوئی بیرُونی چیز نہیں ہے۔ جو قالب انسانی کے تیار ہو جانے پر اسمیں حلول کیا جاتا ہے۔ بلکہ یہ تو سالمات برقی سے لے کر انسان تک ارتقاع مادہ کی ہر ایک منزل پر اس کے دوش بدوش رہتا ہے۔ اسلامی خیال کے مطابق رُوح نتیجہ جسم ہے۔ یا بالفاظ دیگر مادہ کی پیدائش۔ مادہ کی ابتدائی حالت میں بھی جو سالمات برقی کے نام سے موسوم ہے۔ اور جو بالآخر بیشمار اعمال انتخاب کے ذریعہ بتدریج طبقۂ انسانی تک ترقی کرتے ہیں وہ چیز جس کو رُوح کہتے ہیں ایک بیج کی حالت میں موجُود ہے جو مادہ کے ساتھ ساتھ ترقی کرتی ہوئی انسان میں درجۂ تکمیل تک پہنچتی ہے +

فے الحقیقت دو علیحدہ اور متضاد کیفیتیں نہیں ہیں کہ ان میں اتحاد بالکُل ناممکن ہو۔ اگر ان دو کی درمیانی حالت یعنے کیفیت اخلاقی پر جو ہر دو کو بمنزلۂ حلقۂ منسلکہ ہے غور کیا جاوے تو صاف معلوم ہو گا۔ کہ یہ تینوں ایک ہی چیز کی تین مختلف کیفیات ہیں۔ اور یہ ابھی روشن ہو جائیگا۔ کہ رُوحانیت کے لئے جسمانیات

ایک ضروری میدانِ عمل رہے ہیں۔ جس کے بجز اول الذکر کی نشوونما ہرگز ممکن نہیں جس حالت کا نام حالتِ اخلاقی ہے۔ انکی بعض کیفیات جسمانیات کی شائستہ صورتیں ہیں۔ اور بعض اور جو شائستگی میں بڑھ کر ہیں عین رُوحانیت ہیں۔ یعنے رُوحانیت درحقیقت جسمانیات کی ایک نہایت ہی شُستہ حالت کا نام ہے۔ اسکی تشریح کے لئے ہم اس امر پر غور کریں گے کہ ہمارے تمام افعال کی ذمہ وار ہماری بعض خواہشات ہیں جن سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ چیز میری ہے اور وہ تیری۔ یہ خواہشات جسمانی انسان اور حیوان ہر دو میں مشترک ہیں۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ جب حیوان میں مشتعل ہوتی ہیں۔ تو ہر ایک پہلی چیز کو جو مُیسّر ہو اپنی بھڑک بجھانے کے لئے استعمال کرتی ہیں بلا لحاظ اسبات کے کہ یہ چیز کس کی ہے۔ بنی نوع اِنسان میں بھی تا حال ایسی اقوام موجود ہیں جو اس لحاظ سے حیوانات سے مشابہت رکھتے ہیں وہ اپنی خواہشات کو اول ترین چیز سے جو ان کے راستہ میں آوے پُورا کرتے ہیں خواہ وہ کسی کی کیوں نہ ہو۔ ہماری خواہشات کی یہ حالت حیوانی ہے مگر جُوں جُوں شعور ذاتیہ بڑھتا جاتا ہے میرے اور تیرے میں تمیز پیدا ہوتی ہے اور تب اِنسان سطحِ اخلاقی پر قدم رکھتا ہے۔ کیونکہ حالت اخلاقی کا تقاضا صرف اس قدر ہے کہ اپنی اور غیر کی چیز میں تمیز کرکے دوسروں کے حقُوق کی عزّت کی جاوے حالت حیوانی و اخلاقی میں فرق یہ ہے کہ ایک میں خواہشات اندھی ہوتی ہیں۔ اور اس واسطے میرے اور تیرے کے درمیان تمیز نہیں کرسکتیں۔ مگر دوسری میں خواہشات شعور ذاتیہ کی روشنی سے مُنوّر ہوکر اس تمیز کے قابل ہوجاتی ہیں۔ اور اس حالت میں دوسروں کی حق تلفی کا محض خیال بھی باعثِ تکلیف ہوتا ہے

لیکن اِس سطحِ اخلاقی کو سطحِ رُوحانی سے مشتبہ نہیں کرنا چاہئے بسا اوقات اس حالت کو غلطی سے رُوحانیت سمجھ لیا جاتا ہے بلاشبہ رُوحانیت ایک اُونچے پیمانے پر اخلاق کا ہی نام ہے۔ مگر بہت بالاتر اور بالکل مختلف۔ اخلاق کی حد تو صرف یہاں تک ختم ہوجاتی ہے جب خواہشات نفسانی کے لگام کو اس قدر کھینچ کر رکھا جاوے کہ انکی تسکین

کیلئے حقوق غیر پر دست درازی نہ ہو سکے۔ مگر روحانیت کا نصب العین اس سے بلند تر ہے۔ یہ انسان کو اُبھارتی ہے کہ اپنے اغراض غیر کے مفاد کیلئے قربان کرے۔ یہ عالم روحانیت کا ابتدائی مرحلہ ہے جو ترقی کرتے کرتے یہ نوبت پہنچ جاتی ہے کہ انسان اپنی تمام زندگی اور کاروبار بنی نوع انسان اور تمام کائنات کی خدمت کیلئے وقف کر دیتا ہے یہ وہ سطح مرتفع ہے۔ جہاں سے انسان کی نظر صرف اپنی ذات۔ قوم یا نوع تک ہی محدود نہیں رہتی۔ بلکہ ذرہ ذرہ کائنات کو اپنے دائرہ دلچسپی کے اندر لے لیتی ہے بالفاظ دیگر وہ اپنے مفاد کو مفادِ عالم کے ساتھ وابستہ کر لیتا ہے۔ اور یہ وہ معراج روحانیت ہے جس پر پہنچ کر انسان اِس شاعر کا ہم نوا ہوتا ہے جس نے کہا ہے ؎

ازاں قفس بپریدیم بردے کہ دنیا نام کنوں بکنگرۂ عرش جائے ما باشد

اس مقام پر کھڑا ہو کر انسان پروردگارِ عالم کے بارانِ رحمت کا مہبط بن جاتا ہے کیونکہ وہ اسکی مخلوق کی خدمتگزاری کیلئے ایک آلہ بنا دیتا ہے۔ وہ خداوند تعالیٰ کا وصال حاصل کر لیتا ہے۔ اور اس سے مکالمہ و مخاطبہ کا شرف پاتا ہے۔ کیونکہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ایک رنگ کا شرکتِ مقصد پیدا ہو جاتا ہے۔ یعنے مخلوق کی بہبودی کا خیال رکھنا۔ یہی وہ مقام جس کی طرف قرآن کریم "الرحمن علم القرآن" میں اشارہ کیا ہے۔ یعنے جب انسان اللہ تعالیٰ کی صفتِ رحمانیت سے رنگین ہو جاتا ہے (رحمانیت وہ صفت ہے جو بلا معاوضہ و استحقاق تمام وہ ضروریات مہیا کرتی ہے جن سے مخلوق کی زندگی وابستہ ہے) تو وہ نزولِ الہامِ الٰہی کے لئے موزونیت پیدا کر لیتا ہے

خلاصۂ کلام انسان حالاتِ جسمانی کے زیر اثر ہوتا ہے۔ جبکہ اسکی ہمہ تن کوشش صرف اسلئے ہو کہ اندھا دھند اپنی خواہشات کو پورا کرے خواہ اُس سے کسی اور کا نقصان ہی کیوں نہ ہو۔ شیر خوارگی کے بعد یہ حالت بچہ میں پیدا ہو جاتی ہے۔ اسمیں اخلاقی جھلک پیدا ہو جاتی ہے۔ جب وہ میرے اور تیرے میں تمیز اور دوسروں کے حقوق کی عزت کرنے لگتا ہے لیکن عرش روحانیت پر پرواز کرتا ہے۔ جبکہ وہ اپنی خواہشات کی تسکین کے تمام اسباب مخلوق خدا کی بہبودی کے لئے بطیب خاطر قربان کرنے کا عادی

ہو جاتا ہے۔ لہٰذا رُوحانیت اِس کا نام نہیں ہے کہ خواہشات حیوانی کو مٹا دیا جاوے یہ تو بمنزلۂ خودکشی کے ہے۔ اور نہ ہی رُوحانیت چند ملائم اخلاق کا مجموعہ ہے جیسے علے العموم خیال کیا جاتا ہے۔ بلکہ اس کا راز اس امر میں مُضمر ہے کہ جذباتِ فطری کو قواعد کے ماتحت مُنضبط کیا جاوے۔ افراط و تفریط سے بچا کر میانہ روی کی زریں شاہراہ پر چلایا جاوے۔ اور اخلاق کو وسعت و رفعت دیکر اپنے تئیں مخلوقِ الٰہی کیخدمت میں لگا دیا جاوے۔ الغرض انسان اس وقت تک قعرِ جسمانیات میں پڑا رہتا ہے۔ جب اسکی نظر میں ہر ایک چیز میری ہے۔ اور وہ اخلاقی سطح پر آتا ہے۔ جب اس کے نزدیک مُیری میری اور تیری تیری ہو جاوے۔ مگر جب سب کچھ تیری ہی تیری ہو جاوے اور مُیری مٹ جاوے۔ تو وہ آسمانِ رُوحانیت میں پرواز کے لُطف اٹھاتا ہے۔ قرآن کریم نے انسانی فطرت کی ان تین کیفیات کا نقشہ کیا ہی دلکش پیرایہ میں کھینچا ہے۔ جو حسب ذیل ہے:۔

۱۔ نفس امّارہ (بڑا حکم کرنیوالا نفس) جو انسان کو ہر ایک رطب و یابس کے استعمال پر اُبھارتا ہے جس سے وہ اپنی خواہشات کی آگ بُجھا سکے۔ یہ انسان کی حیوانی حالت ہے

۲۔ نفس لوّامہ (ملامت کرنیوالا نفس) جو انسان کی خواہشات سفلی پر ایک قسم کا لگام ڈالتا ہے کہ اپنی تسکین کے لئے حدُودِ حق سے تجاوز نہ کر جاویں۔ یہ انسان کی اخلاقی حالت ہے +

۳۔ نفس مطمئنہ (سکینت والا نفس) جو انسان کو فنا فی العالم کر دیتا ہے ہمہ تن خدمت مخلُوق میں مُستغرق ہو کر انسان اپنے تئیں فراموش کر دیتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اُس کو آسمانِ رُوحانیت پر رفعت دیتا ہے۔ جہاں وہ تفکّراتِ سفلی کے بادلوں سے بالاتر ہوتا ہے وہ خُدا کے جنّت میں داخل کیا جاتا ہے جہاں ہمیشہ تجلّیاتِ انوارِ الٰہی سے بہرہ اندوز ہوتا ہے۔ یہ ہے وہ معراجِ رُوحانیت جس کا ذکر قرآن کریم نے اِن الفاظ میں فرمایا ہے:۔

یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربك راضیۃ مرضیہ فادخلی فی عبادی ادخلی جنتی (اے نفس مطمئنہ لوٹ آ اپنے رب کیطرف اس حالت میں کہ تو اس سے راضی ہو اور وہ تجھ سے۔ داخل ہو جا میرے بندوں میں اور میری جنّت میں)

اسماء الحسنیٰ

(از قلم جناب پروفیسر ایچ ایم لیون صاحب ایم اے ۔ ایف ایس ۔ پی)

قرآن شریف کی ساتویں سورۃ اعراف کی ۱۸۰ آیت میں لکھا ہے کہ وللہ الاسماء الحسنیٰ فادعوہ بھا ۔ ترجمہ ۔ اور اللہ کے (سب ہی) نام اچھے ہیں تو اس کے نام لے کر اسکو (جس نام سے چاہو) پکارو۔ اسماء الحسنیٰ اُس قادرِ مطلق کی ننانویں صفات کو ظاہر کرتے ہیں جس کا نام اللہ ہے ایک فاضل مولوی عبدالحق صاحب شارح مشکوۃ المصابیح نے لکھا ہے کہ اسلام کی ابتداء و زمانہ میں پکے مسلمان اللہ تعالیٰ کی تعریف میں اس کے شاندار صفات کو کنکریوں یا اُنگلیوں پر شمار کیا کرتے تھے ۔ اور اس طرح ان اسماء کے یاد کرنے میں انہیں بہت مدد ملتی تھی ۔ یہ بھی اِس جگہ ذکر کرنا خالی از فائدہ نہ ہوگا کہ مشکوۃ المصابیح (طاق برائے چراغہا) اسلامی احادیث کی ایک مشہور کتاب ہے ۔ پانچویں سنہ ہجری کے آخر میں امام حسین البغاوی نے جو کہ ایک متقی شخص تھا ۔ اُسے تصنیف کیا اور اس وقت اس کا نام مصابیح السنہ رکھا گیا تھا +

مُسلمان اس وقت تک بھی کنکریوں یا اُنگلیوں سے صفات الٰہی کے گننے میں کام لیتے ہیں ۔ اور علاوہ اس کے اکثر لوگ دھاگہ میں پروئے ہوئے دانوں کا استعمال کرتے ہیں جیسے عربی میں سبح فارسی میں سباح اور ہندوستانی میں تسبیح اور ترکی میں تسبح کہتے ہیں ۔ اور تسبیح کے معنے ہیں اے پاک خدا +

لاطینی کیتھولک عیسائی بھی اپنی عبادت کے وقت دھاگے میں اسی قسم کے دانے پرو کر استعمال کیا کرتے تھے ۔ یہ رسم اغلباً مذہبی جنگوں کے وقت عیسائیوں نے اختیار کی اور مخالف مسلمانوں کی تقلید میں مذہبی مجاہدین کے

ذریعہ اس کا رواج ان میں ہوا۔ مگر تسبیح کا رواج عیسائیوں میں باضابطہ طور پر بقول پوپ پالس پنجم سینٹ ڈومی نک دی گزمان کے ذریعہ ہوا جو دینی عدالت کے حاکم اور ڈومینکن فرایر کا بانی تھا۔ پوپ مذکور ایک سچا لیکن متعصب شخص تھا جو سنہ ۱۵۰۴ء میں پیدا ہوا اور سنہ ۱۵۶۶ء سے لیکر سنہ ۱۵۷۲ء تک جبکہ وہ فوت ہوا پوپ رہا۔ اور اس نے سنہ ۱۵۶۶ء میں اس امر کا ذکر بل (فتوی پوپ) میں کیا +

لکھا ہے کہ پال ساکن فرما چوتھی صدی عیسوی کے ایک مصری مجاہد کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ تین سو دعاؤں کا ورد کرے۔ چنانچہ اس غرض کے لئے تین سو کنکریاں جمع کر کے اپنے سینہ کے ساتھ رکھیں۔ اور ہر ایک دعا بعد ایک کنکری نکالکر وہ پھینک دیتا تھا۔ اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت تک بھی عیسائیوں کو تسبیح کا استعمال معلوم نہ تھا۔ اور البتہ اس امر کی تصدیق اس سے ضرور ہوتی ہے۔ کہ لاطینی عیسائی مجاہدین اس بارے میں مسلمانوں کے مقلد تھے۔ قرآن شریف کا مسلمانوں کے لئے یہ حکم کہ وہ خدا کو اس کے مقدس نام لیکر پکاریں کوئی نیا رواج یا نئی رسم نہیں جو حضرت محمد صلعم نے ایجاد کی ہو۔ خداوند تعالیٰ کے نام کی عزت کے متعلق تمام یہودی اور عیسائی مذہبی مصنفوں نے حضرت موسیٰ (ملاحظہ ہو خروج باب ۲۳ آیت ۷) سے لیکر جناب مسیح کے سب سے آخری حواری تک (ملاحظہ ہو مکاشفات باب ۱۵۔ آیت ۴) یک زبان ہو کر ایک ہی قسم کی تعلیم دی ہے +

کتاب نحمیاہ (باب ۹ آیت ۵) میں لکھا ہے کہ نبی نے اسرائیلیوں کی ایک بھاری دعوت کے موقعہ پر جبکہ وہ ماتمی لباس پہن کر اور سر پر خاک ڈالکر سہ پہر کے بعد اپنے گناہوں کا اعتراف کیا کرتے تھے انہیں حکم دیا کہ وہ سجدہ میں سے اُٹھ کر کھڑے ہو جائیں۔ اور اپنے خدا کی بار بار تسبیح اور حمد کریں اور اس کے نام کی تقدیس کریں وہی تمام تعریفوں سے بالاتر ہے۔ چنانچہ آیات ۶

لغایت ۱۰ میں لکھا ہے کہ نبی نے قادر مطلق کی تعریف کے گیت گائے - اور بآواز بلند
کہا کہ تو ہاں تو ہی اکیلا خداوند ہے - تو نے آسمان کو اور آسمانوں کے آسمان
کو اور اُن کی ساری آبادی کو اور زمین کو اور جو کچھ اس پر ہے اور سمندروں کو
اور جو کچھ ان میں ہے بنایا - اور تو سبھوں کا پروردگار ہے - اور آسمانوں کا
لشکر تیرا سجدہ کرتا ہے - خداوند تعالیٰ کی وحدانیت - اس کے قادر مطلق اور
حاضر و ناظر ہونے کا اعلان اور اسکے ربوبیت عامہ - خالقیت - حیّ و قیوم
ہونے کا اعتراف - اور تمام جھوٹے اور تجویز کردہ دیوتاؤں یا خداؤں
کی طرف سے بے اعتنائی اور کُفّار کی بت پرستی - ایرانی مجوسیوں کے دو خداؤں
کی مخالفت یہ سب کچھ ایک قسم کی صدائے احتجاج تھی - جو کہ اسلام کے سچے پیغمبر
کی شان کے بالکل شایاں تھی +

خدا کی تعریف میں نحمیاہ کا گیت تمام مسلمانوں کو بڑے زور شور سے
قرآن مجید کی سورہ ۵۹ (الحشر) کی پہلی اور آخر کی آیات کی طرف توجہ دلاتا
ہے - جو حسب ذیل ہیں :-

۱- سبح للہ ما فی السموات وما فی الارض وھو العزیز الحکیم - ترجمہ جتنی
مخلوقات آسمانوں میں ہیں اور جتنی مخلوقات زمین میں ہیں (سب ہی تو) خدا کی تسبیح
(وتقدیس) میں لگی ہیں اور وہ زبردست (اور) حکمت والا ہے (آیت اوّل) +

۲- ھو اللہ الذی لا الہ الا ھو ج علم الغیب والشھادۃ ج ھو الرحمن الرحیم
ترجمہ - وہ اللہ ایسا (پاک ذات) ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں - پوشیدہ
اور ظاہر (سب) کا جاننے والا - وہی بڑا مہربان (اور) رحم والا ہے (آیت ۲۲) +

۳- ھو اللہ الذی لا الہ الا ھو ج الملک القدوس السلم المؤمن
المھیمن العزیز الجبار المتکبر سبحن اللہ عما یشرکون
ترجمہ - وہ اللہ ایسا (پاک ذات) ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں -
(تمام جہان کا) بادشاہ ہے پاک ذات ہے (تمام) عیبوں سے بری ہے امن دینے والا

ہے نگہبان ہے زبردست ہے۔ بڑا دباؤ والا ہے بڑی عظمت رکھتا ہے۔ یہ لوگ جیسے جیسے شرک کرتے ہیں اللہ (کی ذات) اس سے پاک ہے (آیت ۲۳) +

۴۔ ھواللہ الخالق البارئ المصور لہ الاسماء الحسنیٰ یسبح لہ ما فی السمٰوات وما فی الارض ج وھو العزیز الحکیم۔ ترجمہ۔ وہی (اللہ (ہر چیز کا) خالق (ہر چیز کا) موجد (مخلوقات کی طرح طرح کی) صورتیں بنانیوالا ہے (اسکی اچھی اچھی صفتیں ہیں اور اسی سبب سے) اس کے اچھے ہی اچھے نام ہیں جو (مخلوقات) آسمانوں (میں) اور زمین میں ہے (سب ہی تو) اسکی تسبیح (وتقدیس) کرتے ہیں۔ اور وہ زبردست (اور) حکمت والا ہے (آیت ۲۴)

دنیا کی ابتدائی حالت میں بھی قوموں نے کسی نام کی تقدیس وتحریم وغیرہ کو ضروری سمجھا ہے اور آجکل کی تہذیب یافتہ اقوام بھی اس قسم کے مضمون کو نظرانداز نہیں کرتے۔ بت پرستی کی مختلف شکلوں میں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ چھوٹے یا بڑے دیوتاؤں کے نام (گوان دیوتاؤں کا اس وقت پتہ نہیں چلتا) اکثر ان صفات کے مظہر تھے جن کی نسبت اعتقاد تھا۔ کہ وہ ان میں موجود ہیں۔ انمیں سے بڑے بڑے اکثر فطرت کی پرستش کے متعلق تھے +

مسٹر جے مونی اپنی عجیب وغریب کتاب دی سیکر (مارمیولاز آف دی چیروکنیز وچیز کنیز کی مقدس منترا) میں لکھتا ہے کہ شمالی امریکہ انڈین کے نزدیک چیروکنیز کا نام کاغذ کے پرزہ پر ایک طبع شدہ حروف کا مجموعہ ہی نہیں بلکہ وہ اسے اسکی ذات کا یعنے جسم کا ایک جزو اسی طرح کا خیال کرتے ہیں جس طرح کہ اسکی آنکھ یادانت اوران کا یہ بھی اعتقاد ہے کہ جس طرح اسکے جسم پر زخم یا ضرب پہنچانے سے اُسے تکلیف پہنچ سکتی ہے۔ اسی طرح اس کے نام کے ساتھ بدسلوکی کرنے یا اسکی بےحرمتی کرنے سے بھی پہنچتی ہے۔ یہی اعتقاد اُن مختلف اقوام میں بھی تھا۔ جو بحر اوقیانوس سے لیکر بحر الکاہل تک آباد تھیں اسی لئے نام کو چھپانے اور اسکے تغیر کرنے کے لئے بہتیرے قواعد انہیں بنانے پڑے

اور یہی باعث ہے کہ ہوٹاہتھن اور پوکاہانٹس کی تاریخوں میں فرضی نام پائے جاتے ہیں۔ کیونکہ سفید رنگ قوموں سے اِس کے اصلی نام اس وقت تک پوشیدہ رکھے گئے جب تک کہ ان کے اصلی نام اس قدر شُہرت نہ پا گیئے کہ اُنکا مٹانا ناممکن ہو گیا۔ اگر اُن کے کسی پیر یا پادری کی دُعا کسی بیمار کے حق میں اپنا ظاہری اثر پیدا نہ کرے تو وہ بیماری بجائے اُس کے نام کو بعض وقت بیمار خیال کرتا ہے۔ اِسلیئے وہ پانی کے پاس جاکر بعض مناسب رسُومات ادا کرکے بیمار کے لئے نیا نام تجویز کرتا ہے۔ اور اسی نام سے وہ آیندہ ہمیشہ پُکارا جاتا ہے۔ اس کے بعد وہ پھر از سرِ نو اپنا منتر پڑھتا ہے۔ اور اسمیں بیمار کا نیا نام لاتا ہے۔ اور اسے اُمید واثق ہوتی ہے۔ کہ وہ اپنی کوششوں میں ضرور کامیاب ہوگا۔ اب اِس امر کا ثبوت کہ کسی شخص کا نام اسکے جسم کا ایک حصّہ کیسے سمجھا جاسکتا ہے۔ اور کس طرح اِس کے ذریعہ اس کا وجود ایک جگہ سے لیجا کر دوسری جگہ قائم کیا جاتا ہے۔ اس طریق عمل سے ملتا ہے۔ جو کہ ایک ساحرہ یا جادوگر اپنے معمول کی جان ایک بُت میں ڈالکر اس پر جادو کرتا ہے۔

جیمس شاہِ انگلینڈ نے اپنی کتاب ڈیمونولوجی (علم بھُوت) میں لکھا ہے۔ کہ بھوت مٹی یا موم کے بُت بنانے کا ڈھنگ سکھلا دیتے ہیں۔ جنکو جلانے سے وہ لوگ جن کے نام پر وہ بُت بنائے جاتے ہیں۔ آہستہ آہستہ ایک لمبی بیماری سے گھُلتے جاتے ہیں۔ اسی طرح زمانۂ وسطی کے ایک وعظ (لیکچر) میں لکھا ہے کہ ایک قوم کے بُت کو بپتسما دیا گیا۔ تاکہ اس پر جادو کا عمل کیا جائے۔

اِسی طرح بعض توہم پرست لوگوں کا خیال ہے کہ خدا اسم القادر مختتم کا ورد کرنے سے انسان میں دیوتا کے ساتھ براہ راست تعلق رکھنے کی طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔ بلکہ اس شخص میں اس دیوتا کی فوق العادت قوتیں بھی آجاتی ہیں۔ جسے وہ شخص ضرورت کے وقت استعمال میں لاسکتا ہے۔ ایک پرانی مشرقی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سلیمان بادشاہ کو یہ نام

معلوم تھا اور اسی لئے اسکے استعمال سے وہ علم اُسے حاصل تھا جو اسمیں دیکھا جاتا تھا۔ اور اسی کے ذریعہ وہ خدا اور اُسکے فرشتوں کے علم اور دانائی سے جب کبھی وہ چاہتا کام لیتا تھا مصر۔ عرب شام اور دیگر ممالک میں اب بھی لوگوں کا اعتقاد ہے خدا کے اسی اسم اعظم کا علم بڑے انبیا کو دیا گیا تھا۔ اور ان کا یہ بھی خیال ہے کہ اسم اللہ اصلی نام نہیں۔ اسی اسم اعظم کے ذریعہ پیغمبر اپنے آپ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ جب وہ چاہیں اور اسے پڑھیں لیجاتے ہیں۔ اور اسے ہی سے وہ زندہ لوگوں کو مار سکتے ہیں۔ اور مُردوں کو زندہ بھی کر سکتے ہیں بیماروں کو صحت بخشنا چلتے دریاؤں کو خشک کر دینا اور اسی قسم کے دیگر معجزات کا اظہار اسی کی بدولت ہے۔

پلاٹینی دی الڈر جس نے ۷۷ء کے قریب ایک مشہور کتاب ہسٹوریا نیچورلس تصنیف کر کے طبع کرائے۔ ایک جگہ لکھتا ہے کہ سوکھی ہوئی بچھو بوٹی کی جڑھ بطور جنتر تپ نوبت کے مریضوں کو پہنائی جاتی تھی۔ اور اسی طرح دیگر پودے بھی مختلف امراض کے لئے استعمال کئے جاتے تھے لیکن ان جڑی بوٹیوں کو اُکھاڑتے وقت یہ ضروری خیال کیا جاتا تھا۔ کہ اس غرض کو ظاہر کیا جائے۔ جس کے لئے انہیں اُکھاڑا جاتا ہے۔ اور اس شخص کا نام اور اس کے باپ کا نام بھی لیا جائے جس کے لئے ان کی ضرورت ہے۔ تاکہ ان کا اثر مکمل طور پر ہو +

ایک عربی کتاب میں جو اس زمانہ میں تصنیف ہوئی جبکہ مسلمانوں کی سلطنت ہسپانیہ میں تھی لکھا ہے کہ ساحر لوگ جب کبھی وہ زہریلی ادویہ کسی شخص کیلئے تیار کرتے تو اس کا نام بھی ساتھ ہی تین دفعہ ضرور لیتے۔ اور جب مختلف ادویہ کو ہاون میں ڈالکر دستہ کے ساتھ باریک کرنا ہوتا تھا تو جس شخص کو ان ادویہ سے ہلاک کرنا ہوتا اس شخص کا نام روشنائی سے ہاون کے نیچے لکھتے تھے۔ اور پھر ادویہ اسمیں ڈالکر اس وقت تک کوٹی جاتی تھیں جب تک کہ اس شخص کے نام کا نشان تک بھی باقی نہ رہے ہندو ساحر بھی اپنے شکار کا نام اس بُت کے سینے پر لکھتے تھے جو اسکی قائممقامی کرتا تھا +

انگلستان میں بھی ملکۂ الزبتھ کے زمانہ تک سحر پر اور اس بات پر بھی لوگوں کا اعتقاد تھا۔ کہ کسی شخص کو اس کا بُت بنا کر اور اُس پر اس کا نام لکھ کر تکلیف دیجا سکتی ہے۔ اور ۱۵۷۸ء میں ڈاکٹر جان ڈی کو جو کہ ایک مشہور ریاضی دان اور نجومی تھا بصیغہ ضروری طلب کیا گیا۔ تاکہ وہ جناب ملکہ معظمہ کو اس تکلیف اور دُکھ سے بچاوے جو اس کے ایک مجسمہ کے ذریعہ اُسے پہنچنے کا احتمال تھا۔ اس مجسمہ پر اس کا نام لکھ کر اس کے سینہ میں ایک سُوئی چبھوئی گئی تھی۔ یہ مجسمہ لنکنزان فیلڈ واقعہ لنڈن میں پایا گیا تھا۔

پلاٹینی یہ بھی لکھتا ہے کہ ایک رومن مؤرخ اور گرامردان ویری اس الم فلیکس نامی (جو رومن بادشاہ ٹائبرس کے عہد میں فوت ہوا۔ لیکن جس کی تاریخ پیدائش اور جائے ولادت کا ٹھیک پتہ نہیں) بعض معتبر مصنفین کا حوالہ دیکر لکھتا ہے۔ جب رومن والے کسی شہر کا محاصرہ کرتے تو سب سے پہلے پادریوں کا یہ کام ہوتا کہ وہ اس دیوتا کو پُوجا کر کے بُلاتے جس کی زیر نگرانی وہ شہر ہوتا اور اُسے التجا کرتا کہ وہ یا تو اُسے شہر کی حفاظت قبول کرے اور یا اس سے کسی بڑے شہر کی جو رومن کے قبضہ میں ہوا۔ پلاٹینی یہ بھی لکھتا ہے کہ یہ دستورالعمل سردار پادریوں کے اہتمام میں اب تک ہے۔ اور اسی وجہ سے اس کا راز اُس دیوتا کی زیر حفاظت محفوظ رہا ہے جو کہ روما کا دیوتا تھا۔ یہ بھی لکھا ہے کہ ویلیری اس سورنیس کو اس لئے قتل کیا گیا تھا۔ کہ اس نے روما کے دیوتا کا نام ظاہر کر دیا تھا پروفیسر جحسر۔ رالس نے ولش فیریز (ویلز کی پریاں) پر ایک مضمون لکھا ہے جو نائنٹینتھ سنچری بابت جولائی لغایت دسمبر ۱۸۹۱ء میں چھپا ہے۔ اسمیں وہ لکھتا ہے کہ Celtic اور آریا نسل کی دیگر دُور دُور پھیلی شاخوں کا کسی وقت اعتقاد تھا کہ کسی شخص کا نام اس کا جزو جسم ہی نہیں بلکہ اس کا وہ حصہ جسم ہے جسے جان یا جان وغیرہ کے نام سے لوگ پکارتے ہیں۔ باقی دارد

زندہ مذہب کی خصوصیات

اسلامک ریویو مئی سنہ ۱۹۲۶ء

از قلم جناب مولوی مصطفےٰ خان صاحب بی-اے مسجد ووکنگ

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَام

(ترجمہ - دین (حق) تو اللہ کے نزدیک یہی اسلام ہے (سورہ ۳ آیت ۱۸)

اسوقت ہم ایک ایسے زمانہ میں سے ہو کر گذر رہے ہیں جس میں دماغی ترقی اور علوم طبعیات کی تحقیقات کا بہت کچھ چرچا ہو رہا ہے۔ اور فطرت کے رازہائے سربستہ کے متعلق عجیب عجیب تحقیقات کا ہونا ممکنات سے خیال کیا جاتا ہے اور ہر ایک چیز کی جانچ پڑتال کرنا ہماری فطرت ثانیہ ہو گئی ہے ہماری جزو رسی کی قوت نے اس حد تک ترقی کر لی ہے کہ سائنس کے میدان میں ہماری کامیابی محض اسی قوت کے نشو و نما پر منحصر ہے۔ اور آب و آتش - باد و خاک کے خواص دریافت کی بھی ہمیں دھت لگ رہی ہے جبکہ ہماری یہ حالت ہے تو کیا یہ ضروری معلوم نہیں دیتا کہ ہم مذہب کی خصوصیات کی بھی تلاش کریں۔ کیا مذہب محض ہمارا زبانی اقرار یا ہمایان ہے، جس کے متعلق زبانی جمع خرچ کرنا ہی کافی خیال کیا جا سکتا ہے لیکن یہ ہرگز نہیں کیونکہ جس طرح ہمارا طبعیات کا علم انسانی تہذیب پر عملی رنگ میں اثر ڈالتا ہے۔ اور بہت حد تک انسان کی قسمت کو سانچے میں ڈھالتا ہے اسیطرح مذہبی دائرے کے اندر ہمارا علم ہمارے چلن کے اخلاقی اور روحانی پہلو کی درستی میں بہت بڑا کام کرتا ہے۔

جس مذہب کا اثر عملی رنگ میں کسی چال چلن پر نہ پڑے۔ وہ قبولیت کے قابل نہیں اگر مذہب کا تعلق ہماری روزمرہ زندگی کے ساتھ نہیں اور وہ ہمیں یہ نہیں بتلاتا کہ کس طرح ہم زندگی کے میدان کارزار میں فتح حاصل کریں تو وہ ایک مجموعہ خیالات ہی ہے جو خود بخود جلد معدوم ہو جائیگا پھر اس قسم کے مذہب کی دنیا کو ضرورت ہی کیا ہے جو صرف توہمات ہی کی پرورش کرے۔ لہذا ایک سچے اور صحیح مذہب کا یہ کام ہونا چاہئے کہ وہ انسانی اخلاق کو اسی طرح مضبوط کرے جسطرح طبعیات کی تحقیقات سے انسان کی دولت اور خوشحالی بڑھتی ہے سائنس اور مذہب میں بالکل چولی دامن کا ساتھ ہے فرق ان میں صرف اس قدر ہے کہ اول الذکر کا تعلق جسمانی اور مادی اشیاء کے ساتھ ہے اور آخر الذکر انسانی چلن کے اخلاقی اور روحانی پہلوؤں پر اثر ڈالتا ہے پس اگر مادی ترقی کیلئے ہمیں تجربہ اور علم کی ضرورت ہے۔ تو روحانی ترقی اور عروج کے لئے بھی ہمیں اسیطرح علم حاصل کرنے کی حاجت ہے۔

تہذیب کے میدان میں ہم علم سائنس کے ذریعہ بڑھتے ہیں یعنے ہماری ترقی خدا کی رضا کا علم اُسی طرز سے حاصل کرنے پر منحصر ہے جس طرح کہ وہ کتاب فطرت میں نظر آتی ہے۔ اور رُوحانی دنیا میں بھی ہمیں ترقی تو ہی نصیب ہو سکتی ہے جبکہ وہ علم حاصل کریں جو کلام الٰہی سے ہمیں ملسکتا ہے۔ گویا سائنس تو خدائی کاموں کی تحقیقات اور اُس کا مطالعہ کرنا بتلاتا ہے اور مذہب خدا کے کلام کا مطالعہ کرنا سکھاتا ہے۔ ہر دو کی غرض تحصیل علم یعنے دُنیا میں تلاش رضاء مولیٰ ہے لیکن ذرائع البتہ مختلف ہیں۔ ایک خداوند تعالیٰ کے کاموں کی تلاش میں ہے اور دوسرا اس کے کلام کی۔ اور چونکہ دونکا سرچشمہ ایک ہی ہے۔ لہذا سائنس اور مذہب کو توام کہہ سکتے ہیں جو کہ ایک ہی ماں کا دودھ پیتے ہیں پس جبکہ سائنس کا ایک لطیف نام مذہب ہے تو کیا ممکن نہیں کہ ہم اس کے خواص بھی دریافت کرسکیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ زندہ مذہب کی کیا خصوصیات ہیں ؟

الہام

میں نے ابھی اُوپر ذکر کیا ہے کہ مذہب کو خدا کے کلام سے علم و عرفان حاصل ہوتا ہے۔ اسلئے دنیا میں ہر ایک مذہب الہامی کتاب کا مدعی ہے۔ اور مختلف مذاہب کے پیرؤں کی الہامی کتابیں یہ ظاہر کرتی ہیں کہ خدا کا کلام ہی مذہب کی عمارت کیلئے بنیاد کا کام دیتا ہے

ان کتابوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے ایکدفعہ کلام کیا یا کم از کم ان سے یہ پایا جاتا ہے کہ وہ زمانہ ماضی میں بولنے کا عادی تھا لیکن اس سے زمانۂ حال کے لوگوں کی کسی صورت میں بھی تشفی نہیں ہوسکتی۔ بلکہ اس سے ایک محقق اور تفحص کرنے والے شخص کے دل میں خدا کی ہستی کے بارے میں خطرناک شبہات پیدا ہوتے ہیں مثلاً اگر سچے مذہب کیلئے خدا کی طرف سے الہام لازمی ہو تو ہر زمانہ میں تازہ الہام ہونا چاہئے کیونکہ زمانہ ماضی کا الہام ایک راز سربستہ ہوتا ہے جس سے زمانہ حال کے (زمانہ مابعد) کے لوگوں کو کوئی تازہ اور پختہ ثبوت نہیں ملسکتا۔ اور پھر قدرتاً یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اگر خدا نے موسیٰ عیسیٰ اور محمد صلعم کے زمانہ میں کلام کیا تو اُسے زمانہ حال میں بھی گفتگو کرنا چاہئے۔ اور اگر وہ اب کلام نہیں کرتا تو اب اسکی ہستی کا ثبوت دُنیا میں کس طرح ملسکتا ہے خدا کی نسبت تو ہمیشہ یہ کہا جاتا ہے کہ وہ زندہ اور ابدی ہے۔ تو پھر کیا اس کا اسقدر لمبی خاموشی اختیار کرنا اس کے صفات کا منافی نہیں ہوسکتا۔ لہذا کسی زندہ مذہب کا زبردست نشان یہ ہے کہ وہ ہر وقت اور ہر زمانہ میں الہام الٰہی کا مدعی ہو۔ اور جو اُسے اب بند سمجھتا ہے وہ زندہ مذہب کہلانے کا مستحق

نہیں رکھتا۔ اور صفات الٰہی بھی اس خیال کی تائید نہیں کرتے +

انتظام ضروریات انسان میں مختلف قابلیتیں اور طاقتیں موجود ہیں۔ اور مذہب کا بڑا بھاری کام یہ ہے کہ ان تمام قوتوں کی نشو و نما اس کے ذریعہ یکساں طور پر ہو۔ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ مذہب صرف زبانی جمع خرچ کا نام نہیں بلکہ اس میں ایسی طاقت ہونی چاہئیے جس سے انسانی اخلاق کوئی خاص صورت اختیار کرنے اور انسان کی مختلف قوتیں کام میں لائی جاویں بالفاظ دیگر مذہب کی غرض و غایت انسان کی تمام طاقتوں کو پورے طور پر اظہار میں لانا ہے لیکن یہ تب ہی ہو سکتا ہے جبکہ ہم خاص مقررہ شرائط کے پابند ہوں ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں ہر ایک امر کسی نہ کسی ضابطہ کے ماتحت ہے اور اسی قانون الٰہی پر عمل کرنے سے ہی ہمیں ترقی حاصل ہو سکتی ہے پس قانون کی پابندی ہی ترقی کا راز ہے گویا ہماری آزادی قیود ہی سے پیدا ہوتی ہے۔ اسی خیال کو ہندوستان کے مشہور شاعر اقبال نے نہایت خوبصورتی سے ذیل کے شعر میں ادا کیا ہے +

صنوبر باغ میں آزاد بھی ہے پابگل بھی ہے
انہیں پابندیوں میں رہ کے آزادی کی خو کرلے

جو مذہب تمام انسانی قویٰ کی نشو و نما کو اپنا نصب العین بناتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہماری تمام ضروریات کا مکمل طور پر انتظام کرے۔ اور زندگی کے لئے تمام ضوابط و قواعد کو ترتیب دے اور ہمیں سکھاتا ہے کہ کس طرح کسی دوست یا دشمن کے ساتھ برتاؤ کیا جاتا ہے + نیز ہمیں بادشاہ و رعیت باپ بیٹے اور مرد و زن وغیرہ کے باہمی حقوق و فرائض کے متعلق قواعد ہونے چاہئیں۔ الغرض ہمیں اس قسم کی تعلیم ملنی چاہئیے جس سے ہم ہر طرح پر امن زندگی کامیابی سے ساتھ بسر کر سکیں۔ لہذا سچے مذہب کا دوسرا خاصہ یہ ہونا چاہئیے کہ اس میں انسان کی ہدایت کے لئے مکمل ضابطۂ زندگی موجود ہو +

نمونہ اصول کے مقابلہ میں عمل کا اثر قوی تر ہوتا ہے۔ انسان میں ایک دوسرے کی نقل کرنے کا مادہ موجود ہے۔ اور جس طرح انسان فی بالطبع ہے اسی طرح اس میں عقل اور قوت اعتدلال بھی ہے۔ اس لئے صرف ضابطہ اور قوانین ہی ہمارے اخلاق کو درست کرنے کے لئے کافی نہیں ہو سکتے۔ ہمارے سامنے ایک مکمل نمونہ بھی موجود ہونا چاہئیے۔ اسی لئے مختلف مذاہب کو پیش کرنیوالے . . . . اپنا اپنا نمونہ پیش کرتے ہیں اس بات کو تسلیم کرنے میں کسی کو تامل نہ ہوگا۔ کہ ہمارا نمونہ ایسا شخص ہونا چاہئیے جو تاریخی ہو اور جس کے حالات زندگی ہم تک بڑی صحت و وثوق کے ساتھ پہنچیں۔ تاکہ ان سے ہم ہدایت پکڑیں۔ اور اپنی

منزل مقصود تک پہنچیں۔ اور پھر یہی نہیں بلکہ وہ ایسا نمونہ ہو جو سوسائٹی کے مختلف مدارج میں سے ہو کر نکلا ہو خواہ وہ اعلیٰ ہو یا ادنےٰ تاکہ ہم زندگی کی ہر حالت میں اور ہر قدم پر اسکے نقش قدم پر چل سکیں۔

اسلام کی پرکھ

آؤ ذرہ اس معیار کے مطابق جس کا اوپر ذکر کیا ہے اسلام کو پرکھیں۔ سب سے اول الہام ہے۔ اس کے متعلق میں کہہ سکتا ہوں کہ اسلام ہی غالباً ایک ایسا مذہب ہے جو کہتا ہے کہ الہام الٰہی کا سلسلہ اب تک جاری ہے چنانچہ قرآن شریف میں لکھا ہے کہ:-

متقیوں کو اس دنیا کی زندگی میں بھی خوشخبریاں ملینگی۔

اور حضرت رسول اکرم صلعم نے بھی فرمایا ہے کہ لم یبق من النبوۃ الا المبشرات یعنے نبوت میں سے اب مبشرات ہی باقی رہ گئے ہیں۔ اگرچہ قرآن مجید تمام زمانوں کیلئے ایک مکمل ضابطہ ہے لیکن رسالت کا دروازہ اب بند ہو چکا ہے۔ گو متقی اور پرہیزگار لوگوں کو خداوند تعالیٰ کی طرف سے بشارت و خوشخبریاں ملتی رہینگی۔ یہ محض لفاظی ہی نہیں۔ لوجی خوش کرنے کیلئے ہی نہیں کیا جاتا بلکہ اس کی تصدیق تاریخی واقعات سے ہی ہوتی ہے۔ تاریخ ہمیں بتلاتی ہے کہ ہر ایک زمانہ میں مسلمانوں کے اندر ممتاز اولیا گذرے ہیں جنھیں خدا کی طرف سے الہام ہوتا رہا ہے اور ان میں اکثر نے ملہم ہونے کا دعوےٰ بھی کیا ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ قرآن مجید کی رُو سے قانون الٰہی کبھی بھی تبدیل نہیں ہوتا اور اسی وجہ سے اب نئے پیغمبر کے آنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ قرآن شریف میں حضرت محمد صلعم کو خاتم النبیین کہا گیا ہے اسلئے مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ آپ پر نبوت کا خاتمہ ہوا۔ اور اب دنیا میں سب سے آخری نبی تھے مگر اولیاء اللہ کو بھی جنہیں خدا کی طرف سے الہام ہوا کرتا ہے کبھی کبھی نبی کہا گیا ہے لیکن اس لفظ نبی کا استعمال محض استعارۃً ہی ہے۔ اسلام کی اصطلاح کے مطابق نبی وہ شخص ہو سکتا ہے جو خدا کی طرف سے لوگوں کے لئے قانون الٰہی لائے۔ چونکہ قرآن شریف کے بعد کوئی نیا قانون الٰہی نہیں ہو سکتا۔ اسلئے صحیح معنوں میں کسی رسول کی ضرورت محمد رسول اللہ کے بعد نہیں ہو سکتی۔ خدا کی طرف سے جو الہامات اولیاء اللہ کو ہوتے ہیں وہ قانون کی ذیل میں نہیں آسکتے۔ وہ صرف ان کیلئے مبشرات لاتے ہیں۔ یا بعض وقت ان کے ذریعہ قرآن شریف کی کسی آیت کی نہایت خوبی کے ساتھ تشریح کیجاتی ہے۔ لیکن نئے قانون یا شرع کا وہ حکم نہیں رکھتے +

معیار دوم - انتظام ضروریات اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ قرآن شریف جس کے اپنے اصلی حالت میں ہونے کا سب کو اقرار ہے ہمارے لئے بڑے بڑے اعلیٰ اصولوں کے لحاظ سے ایک مکمل ضابطۂ زندگی پیش کرتا ہے اور ساتھ ہی جن اصولوں کا قرآن شریف میں ذکر ہے انکی تشریح اور توضیح احادیث نبوی میں ملتی ہے +

معیار سوم پر ہمیں رسُول پاک کی ذات ہی میں ایک مکمل نمونہ نظر آتا ہے۔ آپؐ کی زندگی کے حالات قلمبند کرنے کیلئے یہاں بہت کم گنجائش ہے لیکن اس سے کوئی بھی انکار نہیں کرسکتا کہ آپؐ ایک تاریخی انسان تھے۔ اور آپؐ کی زندگی کے چھوٹے چھوٹے واقعات بھی ہم تک نہایت صحت اور صفائی کے ساتھ پہنچے ہیں۔ آپؐ کی سوانح عمری لکھنے والوں نے بڑی محنت سے آپؐ کی زندگی کے چھوٹے چھوٹے حالات کو جمع کرکے قلمبند کیا ہے۔ بلکہ انھوں نے آپؐ کے ازواج مطہرات کے ساتھ تعلقات کے بارے میں بھی تفصیل سے کام لیا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ آپؐ کی زندگی میں ہر ایک انسانی پہلو کی جھلک نظر آتی ہے۔ آپؐ ایک غریب اور بیکس یتیم کی حالت سے عرب کے زبردست بادشاہ بنے۔ اور اپنی عمر کے تریسٹھ سال کے اندر آپؐ نے زندگی کے مدوجزر کا عملی طور پر تجربہ کیا۔ کبھی آپؐ مکہ سے بھاگ کر ایک غار میں پناگزین ہوتے ہیں۔ اور کبھی آپؐ اُسی شہر میں نہایت تزک و احتشام کے ساتھ ایک فاتح بادشاہ کی حیثیت میں داخل ہوتے ہیں۔ کبھی آپؐ لڑائی میں زخمی پائے جاتے ہیں۔ اور کبھی ہم آپؐ کو ایک بڑے تجربہ کار سپاہی کی طرح فوجوں کی کمان کرتے ہوئے دیکھتے ہیں +

روزمرہ کی زندگی میں بھی آپؐ ایک مہربان باپ اور محبت کرنیوالے خاوند اور وفادار دوست کا نمونہ پیش کرتے ہیں۔ الغرض آپؐ سوسائٹی کے مختلف مدارج میں سے ہوکر گذرے ہیں لہذا انسانی خصلت کے ہر ایک پہلو پر آپؐ کی زندگی روشنی ڈالتی ہے۔ اور آپ ہی انسان کیلئے مکمل نمونہ ہوسکتے ہیں چنانچہ قرآن شریف میں بھی لکھا ہے لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ

جوکہ اوپر ذکر کیا گیا ہے یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اسلام ہی آجکل زندہ مذہب ہے کیونکہ

۱- یہ الہام الٰہی کیلئے ہمیشہ جاری رہنے کا قائل ہے جسکی تصدیق اسلامی اولیائے کرام سے ہر زمانہ میں ہوتی رہی ہے +

۲- اس کی کتاب یعنی قرآن شریف زندگی کے لئے ایک مکمل ضابطہ ہے +

۳- اس کا پیغمبر جوکہ تاریخی انسان تھا اپنی زندگی بطور نمونہ مکمل کے پیش کرتا ہے + کیا انسان کے علم میں کوئی ایسا مذہب ہے جو ان تینوں باتوں میں پورا اترے ؟

نام کتاب	قیمت
پیارے نبی کے پیارے حالات	عہ
بغداد کی تاریخ	عہ
گلستان محشی معہ فرہنگ فارسی	۱۰

قرآن مجید

قرآن شریف مترجم شاہ رفیع الدین صاحب علیہ الرحمۃ ـ قد انچہ ½۱۴x۱۱ انچ بہترین چھپائی کاغذ معہ رڈمٹی لہـ مصری عـہ

قرآن شریف مترجم شاہ عبدالقادر صاحب قد انچ ۱۳ x ۱۰ انچ ہدیہ للعہ

قرآن شریف مطبوعہ بمبئی مترجم شاہ رفیع الدین صاحب .. ہدیہ للعہ

بچوں اور جوانوں اور بوڑھوں کے لئے

قرآن شریف بلا ترجمہ سفید کاغذ قد انچ ۱۰x۱۳ انچ عہ

قرآن شریف خوشخط عمدہ اعلیٰ قسم بچوں اور بوڑھوں کے لئے قد ½۶ x ۱۰ انچ قیمت ہے

حمائل شریف مترجم اعلیٰ قسم کاغذ سفید حنا شدہ مطبوعہ دہلی ممتاز علی صاحب ہدیہ مجلد عاہ قد کارڈ سائز

نام کتاب وقیمت

حمائل شریف جس کے عموماً چاروں طرف مناق پائے جاتے ہیں۔ قد میں پاکٹ سائز خوشخط قد ½۲ x ۴ انچ عاہ

مشہور و معروف **عکسی حمائل شریف** مطبوعہ لندن قد ۵ x ۷ انچ عاہ

بس خوبیوں والی حمائل شریف مترجم ہدیہ مجلد ۸

قرآن کریم وحیدی کلاں مترجم وحید الزمان صاحب حیدر آبادی مجلد ہدیہ ۱۳

کُل دنیا بھر کی مطبوعہ حمائلوں سے بے نظیر حمائل شریف مترجم اُردو ـ حاشیہ پر حروف بر فوائد القرآن المسمیٰ موضح القرآن تصنیف حضرت شاہ عبدالقادر علیہ الرحمۃ ـ مجلد .. ـ للعہ

جواہر القرآن مجلد ۱۴

پنج سورہ مترجم فارسی مع دُعا گنج العرش ہدیہ مجلد .. .. عہ

پنجسورہ مترجم و محشی اردو مع دعائے گنج العرش قیمت مجلد ۱۲

حمائل شریف مجلد عکسی مطبوعہ لندن عہ

تعویذی عکسی حمائل شریف ہے

المشتہر

خواجہ عبدالغنی منیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور

ہاسریس ... پر رکی دری .. حافظ مظفر الدین صاحب باہتمام ... چھپا کر خواجہ عبدالغنی منیجر اشاعت اسلام لاہور نے شائع کیا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

وَلْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّةٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

رسالہ

اشاعتِ اسلام

اُردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

زیرِ ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی مُبلّغ اسلام

یہ کارِ ثواب ہے کہ آپ اِن رسالجات کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمدنی بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے ایک تہائی اخراجات کی ذمہ دار ہو سکتی ہے

جلد (۶) | بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۲۰ء | نمبر (۱۰)

فہرست مضامین

جلد (۶) بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۲۰ء نمبر (۱۰)

اِس ماہ کے رسالہ کے ساتھ نماز عید الفطر کے دو فوٹو شائع کئے جاتے ہیں جو ۲ اجون سنہ ۱۹۲۰ء بروز جمعرات مسجد ووکنگ میں پڑھی گئی ہا ور جسمیں مقتدیوں اور زائرین کی تعداد تین صد کے لگ بھگ تھی۔ سابقہ رسالہ ستمبر ۱۹۲۰ء میں اِس سعید تقریب کی مفصل روئداد نذر ناظرین کرام کیجا چکی ہے۔ چونکہ فوٹو رسالہ کی اشاعت کے بعد ووکنگ آفس سے ہمیں موصول ہوئے اس لئے سابقہ رسالہ میں فقط روئداد کے شائع کر دینے پر ہی اکتفا کیا گیا۔ اس رسالہ میں پہلی فوٹو میں جناب مولوی مصطفیٰ خان صاحب بی اے امام مسجد ووکنگ کی اقتدا میں مقتدی بحالت رکوع نظر آتے ہیں۔ اور دوسری فوٹو میں سجدہ کا دلکش منظر کمال تذلل۔ عجز اور انکساری کا اظہار کر رہا ہے اس کے علاوہ دو اور فوٹو بھی ہمیں ووکنگ آفس سے موصول ہوئی ہیں جو انشاء اللہ تعالیٰ آیندہ کی اشاعت میں شائع کر دیئے جاینگے ۔

حضرت خواجہ صاحب آجکل برہما میں تشریف رکھتے ہیں۔ آپ کی صحت میں بفضل ایزدی نمایاں

ترقی ہے۔ حال ہی میں آپ نے ایک بسیط و شاندار لیکچر بدھ مذہب والوں کی استدعا پر فلسفہ اسلام پر رنگون میں دیا۔ جو رنگون کے مشہور و معروف انگریزی اخبار رنگون میل میں شائع ہوا ہے اس کے علاوہ رنگون میل کے قابلقدر ایڈیٹر سے ایک لنچ کی تقریب پر جو مکالمہ حضرت حاجی صاحب سے ہوا ہے وہ بھی نہایت دلچسپ ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہ ہر دو دلچسپ مضامین کا ترجمہ کسی آئندہ کی اشاعت میں ناظرین کرام کی تفنن طبع کیلئے شائع کر دیا جاویگا +

بہت سے بے بنیاد الزامات میں سے جو اسلام پر لگائے جاتے ہیں ایک یہ بھی ہے کہ مستورات کو اسلامی دُنیا میں ایک ذلیل حیثیت میں رکھا جاتا ہے۔ چنانچہ ۹ مئی کے اخبار ڈیلی نیوز میں ایک نامہ نگار اسی الزام کو الفاظ ذیل میں دُہراتا ہے ــــ

"مصری طرز زندگی کا وہ پہلو جو مستورات کے مدنی حالات اور ان کے متعلق مذہبی ہدایات سے تعلق رکھتا ہے بہت سے معاملات پر روشنی ڈالتا ہے۔ مصری عورت ایک لدو جانور کی طرح ہے اسکی مثال اونٹنی یا گدھی سے دیجا سکتی ہے۔ بیوی کو اس جگہ طلاق دیجانے کا حق شوہر کو ہر وقت حاصل ہے۔ اسکی کوئی حیثیت ہی نہیں خواہ وہ اپنے خاوند کی حسب دستور ایک ہی بیوی کیوں نہ ہو اسے ذلیل سمجھا جاتا ہے۔ اور وہ ایک رنگ میں اپنے خاوند کی جائداد و بلا شرکت غیرے ہے۔ جب وہ گھر سے باہر جاتی ہے تو وہ منہ پر نقاب ڈال لیتی ہے۔ ان کے گھر بھی بالعموم کچی اینٹوں کے بنے ہوئے ادنے قسم کی کٹیا کی طرح ہوتے ہیں۔ ان کا لباس اکثر سیاہ ہوتا ہے۔ اور ان کی صورت سے اداسی اور رنج ٹپکتا ہے اور حقیقت میں مصری زندگی کا یہ ایک تاریک پہلو ہے لیکن اسکی تہ میں تاریخی واقعات ہیں۔ اور افسوس اس امر کا بھی ہے کہ قرآن نے بھی مستورات کو اسی حیثیت میں رکھنے کا حکم دے رکھا ہے" +

مضمون بالا کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نامہ نگار کو نہ تو قرآن شریف سے اور اسلامی قواعد سے چنداں واقفیت ہے۔ ورنہ وہ ایسی کتاب کے خلاف اس قسم کا فتویٰ دینے کی جرأت نہ کرتا جس نے مستورات کا پایہ بلند کرنے میں بہت کچھ حصہ لیا ہے قرآن مجید ہی نے عورت کی میراث کا حق قائم کر دیا ہے۔ اور اسے مرد کے لئے بمنزلہ لباس قرار دیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ مرد جس طرح اپنے لباس کا خاص خیال رکھتے ہیں۔ اسی طرح وہ مستورات کے ساتھ بھی

احتیاط سے اور خصوصیت کے ساتھ سلوک کریں۔ اور شائستگی کا برتاؤ ان سے کریں۔ اس سے بڑھ کر اسلام نے ہمیں بتلایا ہے کہ روحانیات میں عورت اور مرد برابر حصہ لے سکتے ہیں۔ اور ہم پر یہ بھی ظاہر کیا ہے کہ خدا کی طرف سے مستورات کو بھی الہام ہوتا رہا ہے۔ حضرت رسول کریم صلعم ہمیشہ مستورات کا احترام کرتے تھے۔ چنانچہ آپ نے ایک دفعہ اپنی دایہ ہی کی سفارش پر اسیرانِ جنگ کو بلا کسی شرط کے رہا کر دیا تھا۔ آپ کا اپنی بیویوں کے ساتھ ایسا نیک سلوک تھا کہ جب کبھی ان میں سے کوئی آپ کے پاس مسجد میں تشریف لاتیں تو آپ انکی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے۔ لیکن تعجب ہے کہ باوجود اس قسم کی باتوں کے لوگ پھر بھی مسلمانوں پر الزام لگانے کی جرأت کرتے ہیں کہ وہ مستورات کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش نہیں آتے۔

یہاں ہم ذرہ مقابلہ کے طور پر بتلانا چاہتے ہیں کہ عیسائیت نے مستورات کو کس قسم کی حیثیت دے رکھی ہے۔ اس مذہب کی رو سے عورت ہی کی وجہ سے گناہ پیدا ہوا اور نسل انسانی کے گناہوں کا سرچشمہ اسی کو قرار دیا گیا ہے۔ کیا اس قسم کے خیالات سے عورت کی عزت افزائی ہوتی ہے یا اُسے ذلیل سمجھا جاتا ہے۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ یسوع مسیح اپنی والدہ سے نہایت درشتی کے ساتھ پیش آئے۔ اور ان سے کہا کہ "اے عورت میرا تجھ سے کوئی سروکار نہیں"۔ کیا اسی انداز گفتگو کا نام شائستگی ہے؟

بہتر ہوتا کہ عیسائی مصنف اپنے گریبان میں منہ ڈالتے اور قرآنی تعلیم پر نکتہ چینی کرنے کی بجائے اپنی مقدس انجیل ہی کا مطالعہ کرتے۔

---

۱۶ مئی کے اخبار سنڈے پکٹوریل میں ایک نامہ نگار نے "عیسائیت کے احسان تہذیب" کے عنوان سے ایک مضمون لکھا ہے اور اپنے خیالات کی تائید میں یوں گویا ہوا ہے:۔

"کیا انجیل نے کامیابی حاصل نہیں کی؟ لوگ کہتے ہیں کہ یہ ناکام رہی ہے"۔

لوگوں کا یہ خیال ہے کہ گذشتہ پانچسال کے واقعات نے دنیا پر ثابت کر دیا ہے کہ انجیل کے تمام دعاوی باطل ہیں۔ اور اس کے ثبوت میں وہ بڑے فخر و وثوق سے یہ بات پیش کرتے ہیں۔ کہ گرجوں میں بہت لوگوں نے جانا چھوڑ دیا ہے"۔ اور

"وہ یہ بھی دعویٰ کرتے ہیں کہ آیندہ نسل میں لوگ اور بھی گرجا سے متنفر ہو جائینگے گویا عیسائیت آہستہ آہستہ اپنا اثر کھو رہی ہے" +

"لیکن تعجب تو یہ ہے کہ جن لوگوں کا یہ مایوس کن خیال ہے انہیں سے اکثر خود عیسائی نہیں ہیں میری اپنی رائے تو یہ ہے کہ عیسائیت قبول کرنے سے ممکن نہیں کہ کسی قسم کا مایوسی کا خیال دل میں پیدا ہو لیکن جن کے دل میں اس قسم کے خیالات موجود ہیں وہ خود گویا اس امر کا اقرار کرتے ہیں کہ ان کا عیسائیت کی صداقت اور اصلیت پر اعتقاد نہیں" +

"یہ کہنا تو آسان ہے کہ عیسائیت نے اپنا پورا کام نہیں کیا لیکن بجائے مستقبل کی طرف نظر دوڑانے کے ہمیں ماضی کی طرف دیکھنا چاہئے اور جب ہم اسکی کامیابیوں کا شمار کریں گے تو ہمیں بجائے مایوسی کے آئندہ کے لئے کامیابی کی امید بندھ جائیگی" لیکن ہمیں اس قسم کا خیال رکھنا چاہئے +

"جیسا کہ لندن کے بشپ کا بھی قول ہے کہ اس بات پر ہمیں حیرت نہیں کہ عیسائیت نے بہت تھوڑا کام کیا ہے بلکہ حیرت تو اس بات پر ہے کہ اس نے بہت بڑا کام کیا ہے" +

"میں وثوق سے کہتا ہوں کہ عیسائیت کا اثر دنیا پر جسقدر ہوا ہے اس کا اندازہ ان لوگوں کی تعداد سے جو اسمیں داخل ہیں ایسی اچھی طرح نہیں ہو سکتا جس طرح اس رائے سے ہو سکتا ہے جو عام لوگوں کی اس کے متعلق ہے" +

"اور میں بلا تامل کہ سکتا ہوں کہ عیسائی قوم کی رائے تمام بڑے بڑے امور میں بالعموم نہایت ثقہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آج سے پچاس یا سو سال پیشتر وہ ایسے ترقی یافتہ نہ تھی اور یہ سب کچھ انجیل ہی کی وجہ سے ہوا ہے" +

"پھر تاریخ ہمیں بتلاتی ہے کہ عیسائی قوموں نے برابر ترقی کی راہ پر قدم مارا ہے اور آجکل جو بڑی بڑی قومیں نظر آرہی ہیں ان کی عظمت کی بنیاد اس زمانہ میں رکھی گئی تھی جبکہ عیسائیت کے نصب العین کے متعلق بڑی عمدہ اور اعلیٰ رائے قائم تھی" +

تمام مشرقی قومیں ترقی کی راہ میں پیچھے رہ گئی ہیں سواء جاپان کے جس سے جب سے وہ جاگا ہے عیسائی اخلاق اور طرز عمل سے بہت کچھ سیکھا ہے" +

"موجودہ جمہوریت کا خیال پہاڑی والے وعظ کے نصب العین سے اسقدر رنگا ہوا ہے کہ ہم خود اس کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔ انجیل نہایت خاموشی کے ساتھ اپنا کام کر رہی ہے۔ اور خلق اللہ کو اُٹھا رہی ہے"

"اور دیکھ رہے ہیں کہ عوام میں بحیثیت مجموعی دلچسپی پیدا کرنے سے انفرادی مفاد حاصل ہو سکتے ہیں" +

نامہ نگار عیسائیت کی حمایت میں اس قدر منہمک ہو گیا ہے کہ اسے اپنی غلط بیانی کا خیال تک نہیں رہا۔ اس کا دعویٰ ہے کہ موجودہ تہذیب عیسائیت کی ممنون ہے اور اسکے ثبوت میں وہ پہاڑی والا وعظ پیش کرتا ہے لیکن جس شخص کی نظر انجیل پر ہے۔ اور جس نے موجودہ زمانہ کی رفتار کو بغور دیکھا ہے وہ اس استدلال کو نہایت ہی بودہ اور کمزور خیال کریگا +

موجودہ جمہوری سلطنتیں ابھی ابھی پانچ سال تک جنگ میں مصروف رہکر مظفر و منصور ہوئی ہیں۔ انہیں سلطنتوں نے کئی بار معاہدے تحریر کئے۔ اور ان میں سے ایک کی شرائط ابھی طے نہیں ہوئیں۔ کیا نامہ نگار صاحب یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان سلطنتوں نے پہاڑی والے وعظ کی تعلیم پر عمل کیا ہے۔ کیا انہوں نے اس خطبہ کے احکام کے خلاف جنگ نہیں کی۔ اور کیا مغلوب دشمنوں کے سامنے شرائط پیش کرنے میں اس خطبہ کی خلاف ورزی نہیں کی گئی پہاڑی والے وعظ میں لکھا ہے کہ

(۱) میں تمہیں کہتا ہوں کہ بدی کا مقابلہ نہ کرو۔ بلکہ جو تمہاری دائیں گال پر دھپڑ مارے تم بائیں گال بھی اس کے سامنے کر دو۔

(۲) اگر کوئی تمہیں کچہری میں کھینچے اور تمہارا کوٹ لیجائے تو تم اپنا جُبہ بھی اُسے دیدو +

ہم پوچھتے ہیں۔ کہ آیا عیسائی سلطنتوں نے عیسائی مذہب کی تعلیم پر عمل کیا ہے اگر وہ ایسا کرتے تو لڑائی ہرگز نہ ہوتی۔ اور نہ وہ ایجادیں دیکھنے میں آتیں جو جنگ کی وجہ سے ہوئیں۔ ممکن تھا کہ آیندہ پچاس سال کے عرصہ میں بھی ہوائی جہازوں کا علم اس کمال تک نہ پہنچتا جو گذشتہ پانچسال میں اُسے حاصل ہوا ہے۔ مسیحی تعلیم تو یہ چاہتی ہے کہ جرمن فوجوں کو نہ صرف بلجیم ہی پر قبضہ کرنے کی اجازت دیجاتی بلکہ فرانس میں اور آخرش ساحل انگلستان پر بھی انکا خیر مقدم

کیا جاتا۔ مارک کے پاپائے اعظم نے کہا ہے کہ اس جنگ سے عیسائیت کا زوال معلوم ہوتا ہے اور مسٹر اوں بڑی کے نزدیک بھی مذہب کی کمزوری کا نشان یہی جنگ ہے +

اور پھر ہم دیکھتے ہیں کہ سلطنت انگلشیہ اسبات پر تلی ہوئی ہے کہ مغلوب دشمنوں کو سزا بھی دیجائے۔ چنانچہ وزیراعظم نے خلافت وفد کو اسی قسم کا جواب صاف الفاظ میں دیا ہے۔ ہم نامہ نگار سے پوچھتے ہیں کہ کیا مسیحی تعلیم اسی قسم کی پالیسی اور طرز عمل سکھلاتی ہے؟ لیکن اصل بات تو یہ ہے کہ کلیسیا کی تعلیم اس قابل نہیں کہ موجودہ زمانہ کی جدید طاقتوں پر قابو پا سکے۔ اقوام یورپ اب ترقی اس وجہ سے کر رہی ہیں کہ انہوں نے جہانتک کہ عملی زندگی کی حد ہے عیسائیت کو چھوڑ رکھا ہے۔ پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ تہذیب کسی رنگ میں بھی عیسائیت کی ممنون و مشکور نہیں بلکہ برعکس اس کے عیسائیت خود حکومت کی مشکور ہے۔ کیونکہ خوش قسمتی سے حکومت نے اس مذہب کو اختیار کر رکھا ہے +

"کیا خوب سودا نقد ہے اس ہاتھ دے اُس ہاتھ لے"

عیسائی مشنری غور کریں

دین عیسوی کے حامی۔ جنہوں نے اسکی تائید کا ٹھیکہ لے رکھا ہے اسبات کو ضروری سمجھتے ہیں کہ دوسرے مذاہب کے عیوب اور نقائص صحیح یا غلط دریافت کر کے ان پر نکتہ چینی کیجائے لیکن افسوس ہے کہ وہ اپنے مذہب کی حمایت کے لئے کسی قسم کی کوشش نہیں کرتے۔ اس کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ ایک طرف تو مشنری لوگ دوسرے مذاہب کے مقدس رہبروں کو گالیاں دے کر اور طرح طرح کے طعن و تشنیع سے کام لے کر لوگوں کو عیسائی بنانے کی بیفائدہ کوشش کر رہے ہیں لیکن دوسری طرف ان کے اپنے گھر ہی میں تعلیمیافتہ اور آزاد خیال اشخاص کی ایک بڑی جماعت قائم ہو گئی ہے جنہوں نے یہ دیکھ کر کہ عیسائیت اور اس کے بانی کے خلاف جسقدر اعتراضات کی بوچھاڑ ہو رہی ہے وہ صحیح ہیں اور انکی تردید ہو نہیں سکتی۔ اپنے آباد اجداد کے دین ہی کو چھوڑ دیا ہے اس کے

ذمہ دار وہ عیسائی ہیں جن کا پیشہ وعظ کرنا ہے۔ وہ جناب مسیح کی بُردباری کے متعلق
اس تعلیم کو کہ اگر کوئی شخص تمہاری دائیں گال پر دھپڑ مارے تو بائیں گال بھی آگے
کر دو ہر وقت پیش کرتے ہیں۔ اور اسی طرف گلا پھاڑ پھاڑ کر توجہ دلاتے ہیں
لیکن ان کا طرز عمل بالکل اس کے خلاف ہے۔ اور جب تک وہ اپنے مخالف کے
دونوں گالوں پر دھپڑ نہ مار لیں انہیں آرام نہیں آتا۔ بلکہ اس سے بڑھ کر قدم مارتے
ہیں گال پر دھپڑ مارنا تو کجا وہ اپنے مخالف کی دل آزاری کو بھی لازمی اور ضروری
خیال کرتے ہیں۔ اس کے مقدس بانی مذہب کو نہایت ہی بدزبانی سے یاد کرتے ہیں
اور اس کے خلاف جھوٹی شہادت بھی پیش کر کے نہایت ہی شرمناک فعل کا ارتکاب
کرتے ہیں۔ مگر اس قسم کی کارروائی کوئی نیک نتیجہ پیدا نہیں کر سکتی۔ اور حقیقی کامیابی
کا منہ کبھی دیکھنے نہ دیگی۔ اور جو بیج یہ مشنری صاحبان بو رہے ہیں۔ اس سے یقیناً کڑوا
پھل پیدا ہوگا۔ جو شخص دوسروں پر پتھر پھینکے اُسے یہ دیکھ لینا چاہئے کہ مبادا اس کا سر بھی
اس پتھر سے تو نہیں پھوڑا جائیگا۔ جو اس کے دشمن کے ہاتھ میں ہے اور اس کے اپنے پتھر سے
بہت بھاری ہے۔ جو شخص اپنے بھائی کی آنکھ میں تنکا دیکھتا ہے لیکن اپنی آنکھ
میں شہتیر کا خیال تک نہیں کرتا۔ وہ منافق ہے۔ اور کوئی بھی اس شخص سے زیادہ تر
بیوقوف نہیں ہو سکتا۔ جو خود تو گھٹنوں تک گند میں پھنسا ہو۔ اور دوسروں کو جو صاف
فرش پر کھڑے ہیں گندگی میں ہونے کا الزام دے۔ مذہب میں اس قسم کی باتیں اسی طرح باہمی فساد
اور عناد پیدا کرتی ہیں جس طرح کہ لوگوں میں دنیاوی امور کے متعلق ہوتے ہیں لیکن کیا مذہب
کی غرض و غایت یہی ہونا چاہئے۔ مذہب اسی حد تک مذہب کہلانے کا حق رکھتا ہے جس
حد تک کہ اس کے متعلق تمام امور دیانت۔ راستبازی اور تحمل سے سرانجام پائیں مگر عیسائی
مشنری بجائے اس کے رات دن جائز و ناجائز وسائل ڈھونڈ کر۔ دھوکہ فریب جھوٹ و
جعل کو کام میں لا کر۔ الہامی کتب کو بگاڑ کر اور مصنوعی الہامی کتابیں تیار کر کے اور صاف
اور صحیح الفاظ کے معنے الٹ پلٹ کر کے مسیح کے سوا تمام مقدس پیغمبروں کو خطاکار اور
گنہگار بتلاتے ہیں۔ گویا اس طرح مسیح کو بےگناہ ثابت کر کے اُسے شفیع اور رضائی کا دعویدار

ٹھیراتے ہیں لیکن لطف یہ ہے کہ مسیح کو دوسروں پر الزام لگا کر بری نہیں کرا سکتے۔ اگر
قرآن شریف جناب مسیح اور انکی والدہ کی عصمت وعظمت کا ذکر نہ کرتا تو یورپ کے
فری تھنکر (آزاد خیالوں) کیطرح کروڑہا مسلمانوں کے پاس صرف انجیلوں کی بنیاد
اور سند پر یہودیوں کی ان کتابوں پر شک وشبہ کرنیکی کوئی وجہ نہ ہوتی جنمیں نا صرف نبی اور انکی والدہ کے
خلاف بہت کچھ لکھا ہے۔ ان سخت اعتراضات کی وجہ سے جو ان دونوں کے خلاف اُٹھائے گئے ہیں معقولیت
کا سوال نہایت پیچیدہ ہوگیا ہے۔ اور یہ سب باتیں ہیں کہ حضرت آدم سے لیکر آجتک کوئی بھی ایسا
مصلح یا پیغمبر پیدا نہیں ہوا جس کی تمام زندگی کے متعلق پیدا ہونے سے موت تک
اعتراضات کا تانتا نہ بندھا ہو۔ مگر عیسائی صاحبان فرض کر لیتے ہیں کہ یہ سب
اعتراضات جھوٹے ہیں اور ان کو رد کرنے کی کوئی بھی کوشش نہیں کرتے۔ اپنے
اعتقاد کی وجہ سے عقل کو خیرباد کہکر ان کمزوریوں اور نقائص پر پردہ ڈال دیتے ہیں جو
ان کے تسلیم کردہ بزرگوں اور مقدسوں میں بتلائی جاتی ہیں۔ مسلمان بھی جناب مسیح
اور انکی والدہ کو بیگناہ اور معصوم تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن ان کا یہی اعتقاد دوسرے
پیغمبروں کے متعلق بھی ہے جنہیں وہ اعتقاداً معصوم جانتے ہیں۔ کیونکہ قرآن
شریف کی تعلیم یہی ہے۔ اور اس تعلیم پر ان کا ایمان ہے +

شکریۂ معاونین

گذشتہ دو ماہ میں مندرجہ ذیل حضرات نے رسالہ اشاعت اسلام
کی توسیع اشاعت میں ہمارا ہاتھ بٹایا۔ اللہ تعالیٰ انکو
اس دینی خدمت کا اجر جزیل عطا فرمائے۔ خادم مینجر

(۱) جناب محمد منظر صاحب ڈیرہ گڈھ
(۲) سید نور حسین صاحب پرستین گلف
(۳) احمد دین صاحب پیر پائی
(۴) جناب منشی محمد دین صاحب راولپنڈی
(۵) عبدالکریم صاحب نظام پور (چراٹ)
(۶) ڈاکٹر محمد عبدالغفار صاحب مدراس
(۷) جناب مولوی غلام حسین صاحب گوجرانوالہ
(۸) جی محی الدین صاحب رائے پور
(۹) ایچ آئی حسن صاحب مالدیو آئی لمیٹڈ
(۱۰) ڈاکٹر نظام الدین صاحب ڈونا کنڈا
(۱۱) ملک بہادر خان صاحب سرگودھا
(۱۲) جناب نصیر حسن صاحب سنگلوس (باقی آئندہ)

ثابت قدمی اور قربانی

(از قلم جناب مولانا محمد مارمیڈیوک پکتھال صاحب)

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ۝ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝ وَلَنَبْلُوَنَّکُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْھُمْ مُّصِیْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ۝ اُولٰٓئِکَ عَلَیْھِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُھْتَدُوْنَ ۝ (سورة البقرہ - رکوع ۱۹) +

ترجمہ - مسلمانو! (تم کو کسی طرح کی مشکل پیش آئے تو اس کے مقابلے کے لئے صبر اور نماز سے مدد لو - بیشک اللہ صبر کرنیوالوں کا ساتھی ہے - اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں اُن کو مرا ہؤا نہ کہنا (وہ مرے نہیں) بلکہ زندہ ہیں - مگر (اُن کی زندگی کی حقیقت) تم نہیں سمجھتے - اور البتہ ہم تم کو تھوڑے سے خوف سے اور بھوک سے اور مال اور جان اور پیداوار (اراضی) کی کمی سے آزمائیں گے - اور (اے پیغمبر) صبر کرنے والوں کو (خوشنودیٔ خدا اور آسائش کی) خوشخبری سُنا دو - یہ لوگ جب ان پر مصیبت آپڑتی ہے - تو بول اُٹھتے ہیں کہ ہم تو اللہ ہی کے ہیں (ہم کو جس حال میں چاہے رکھے) اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانیوالے ہیں (تو وہ ہم کو صبر کا اجر دیگا) یہی لوگ ہیں جن پر ان کے پروردگار کی عنایت اور رحمت ہے - اور یہی راہِ راست پر ہیں" +

عربی لفظ صبر جس کے معنی اُردو میں بھی وہی ہیں - اصل میں صبر اور ثابت قدمی" اور "استقلال" کے ملے جلے معنے اپنے اندر رکھتا ہے - عام طور پر

گویا کہ سورج کا روزانہ طلوع اور غروب ہونا - بادلوں کا آنا - اور بارش کا برسنا - درختوں اور پودوں کا پھلنا پھولنا اللہ تعالیٰ کی ہستی اور قدرت کی کافی دلیل نہیں ہے - گویا کہ اللہ تعالیٰ ایک بڑی مثال اور معجزہ دکھا کر اپنے بندوں کو ایک ایسی بات کیلئے ہمت دلانا اور ابھارنا چاہتا ہے جس کو کہ وہ اس کے قوانین کی کامل فرمانبرداری کر کے حاصل کر سکتے ہیں - اور مزا یہ ہے - کہ وہ عظیم الشان معجزہ بوجہ آسمانی یا غیر ارضی ہونے کے ان بندوں کی آیندہ رہنمائی اور ہدایت کے لئے بالکل نکما ثابت ہو گا - انہوں نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کو نہ پہچانا - انہوں نے اس فانی زندگی کی صرف ظاہری ٹیپ ٹاپ کو ہی مدنظر رکھا - چنانچہ جب اس دنیائے فانی میں ایک آدمی مارا جاتا ہے تو ہم کہتے ہیں "وہ ختم ہو گیا"

برادران! اللہ تعالیٰ نے زمین اور آسمانوں کو کسی دل لگی کی خاطر پیدا نہیں کیا - ہر ایک مخلوق میں کچھ نہ کچھ غرض و غایت پنہاں ہے! اور ہم انسان جو کہ اسکی تمام مخلوق میں سب سے زیادہ طاقت اور عقل اور فہم رکھتے ہیں - اسکی اس دنیاوی حکومت میں اسی غرض و نہایت کی خدمت کرنے پر مقرر کئے گئے ہیں - اگر ہم اس غرض کو وفاداری اور دیانتداری سے پورا کریں تو ہم اس دنیا میں بھی اعلےٰ زندگی کو پا سکتے ہیں - اور اس کی مقدس منشا کی کامل اطاعت کر کے ہم اس خالق ارض و سما کی مدد اور سہارا حاصل کر سکتے ہیں - اور اگر ہم اپنی خدمت اور عبادت نہایت صبر و استقلال سے بجا لائیں تو ہم محسوس کرتے ہیں - کہ ایک عالمگیر اور زبردست طاقت ہے جو کہ ایک محافظ دوست کی طرح ہمیں سہارا دیئے ہوئے ہے - اللہ تعالیٰ ہی ہے جو کہ تمام آسمانوں اور زمین کا حاکم ہے - یہ اسی کی منشا کے ماتحت ہے - کہ ہر چیز پیدا ہوتی نشو و نما پاتی - اور اپنی غایت تک پہنچتی ہے - ان لوگوں کا کیا حال ہے جنہوں نے اس دنیا میں اپنے آپ کو کامل طور پر اس کے آگے جھکا دیا - قرآن شریف فرماتا ہے - "یخرجھم من الظلمت الی النور" (یعنی اللہ تعالیٰ ان کو ظلمت اور گمراہی

سے نکال کر نور اور ہدایت کی طرف لیجاتا ہے) اَللّٰہُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط (اللہ ہی کے نور سے آسمان اور زمین کی روشنی ہے) جبکہ بندہ کامل طور پر اپنے آپ کو اپنے پروردگار حقیقی کی مرضی پر چھوڑ دیتا ہے۔ اس وقت وہ حقیقت میں اس دنیاوی اور فانی حالت سے نکلکر روحانی اور ابدی حالت میں داخل ہو جاتا ہے۔ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ (نہ تو ان کو کسی قسم کا خوف ہوگا۔ اور نہ ہی وہ غم کھائیں گے) +

انسان کو جس چیز کا سب سے زیادہ خوف ہے وہ موت ہے۔ اور یہ موت کے ذریعے ہی ہے کہ انسان بڑے سے بڑا رنج اور غم اٹھاتا ہے "وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ"۔ تم کس طرح اس آیت کو اس مفصلہ ذیل آیت سے تطبیق دے سکتے ہو۔ وَلَنَبْلُوَنَّکُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ۝ (اور البتہ ہم تم کو تھوڑے سے خوف سے اور بھوک سے اور مال اور جان اور پیداوار (اراضی) کی کمی سے آزمائیں گے اور صبر کرنیوالوں کو خوشخبری سنا دو) اور تم اس آیت کو اس حقیقت سے کس طرح ملا سکتے ہو کہ مسلمان بھی مرتے ہیں۔ اور دوسرے انسانوں کی طرح اکثر اوقات ان پر بھی نزع کی حالت طاری ہوتی۔ اور ویسی ہی جانکنی کی تکلیف ہوتی ہے۔ اس کا جواب اور تشریح اس مفصلہ ذیل آیت میں ہے۔ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْھُمْ مُّصِیْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ (یہ لوگ جب ان پر مصیبت آپڑتی ہے تو بول اٹھتے ہیں۔ کہ ہم تو اللہ ہی کے ہیں۔ اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانیوالے ہیں) اُولٰٓئِکَ عَلَیْھِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ وَرَحْمَةٌ ۟ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُھْتَدُوْنَ ۝ (یہی لوگ ہیں جن پر ان کے پروردگار کی عنایت اور رحمت ہے۔ اور یہی راہ راست پر ہیں) +

یہی حقیقتاً وہ لوگ ہیں جنہوں نے اس ہدایت اور رہنمائی کی وجہ سے جو کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو عطا فرمائی ہے دنیاوی معاملات کے گورکھ دھندے سے نکلکر

حیات جاودانی کو پالیا۔ یہی وہ لوگ ہیں جو کہ اس دنیاوی اور فانی زندگی کے مصائب مثلاً خوف و بھوک نقصان مال و جان سے بالکل نہیں گھبراتے۔ کیونکہ وہ اس دُنیا میں ایک ایسی روشنی کو محسوس کرتے ہیں۔ جس کا مخزن خود اللہ تعالیٰ ہے اور جو کہ زمینوں اور آسمانوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو کہ استقلال اور ثابت قدمی دکھاتے ہیں۔ چاہے یہ زندہ رہیں یا مر جائیں ہر حالت میں ان کے لئے راحت اور خوشخبری ہے۔ کیونکہ وہ اللہ کے ہیں۔ اور اسی کی طرف جا رہے ہیں۔ گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عالمگیر اور ابدی غرض اور منشا کا ایک حصہ ہو گئے ہیں "یہ ہیں جنّت کے رہنے والے۔ اور اسمیں ہمیشہ ہمیشہ رہینگے"۔ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون (اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں ان کو مرا ہوا نہ کہنا بلکہ وہ زندہ ہیں۔ مگر (ان کی زندگی کی حقیقت) تم نہیں سمجھتے) +

برادران۔ یہ انتخاب ہم میں سے ہر ایک کے در پیش ہے کس کو چُنیں۔ اللہ کے راستے کو یا دوسرے کو؟ اللہ کا راستہ کونسا ہے؟ کیا وہ مقابلہ نہ کرنے کا نام ہے؟ یا اس دنیا میں عیش و آرام حاصل کرنے کا۔ نہیں۔ بلکہ وہ جان بوجھ کر ابدی اور رُوحانی زندگی کو اس دنیاوی اور فانی زندگی پر ترجیح دینے کا نام ہے۔ اور وہ نیکی اور پرہیزگاری کی خاطر اَن تھک کوششوں اور استقلال اور ثابت قدمی دکھانے سے حاصل ہوتی ہے۔ اور اس کیلئے اللہ تعالےٰ کے وحی شدہ احکام پر عمل درآمد کرنا ضروری ہے۔ اور ان احکام میں سے ایک حکم اللہ کی راہ میں جنگ کرنا بھی ہے۔ یعنی جس وقت ضرورت پڑے تو کمزوروں اور مظلوموں کو بچانے اور بے انصافی سے محفوظ رکھنے کے لئے جنگ کرنا چاہیئے۔ مگر بعض طبائع اس پر اعتراض کرینگی۔ کہ اگر ہم لڑے۔ تو یہ ممکن ہو کہ ہم مارے جائیں۔ سو اس حالت میں ہماری تمام کوششیں اور نفع رسانی

خاک میں ملجائینگی"۔ بعض لوگ اپنی دُنیاوی زندگی کو جہانتک ممکن ہے طول دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر چاہے کچھ بھی ہو وہ لامتناہی تو ہو نہیں سکتی۔ آخر اس کا کبھی نہ کبھی خاتمہ ہو گا۔ یہ لوگ خوف اور بھوک اور نقصان مال و جان وثمرات وغیرہ سے بہت جلد سہم جاتے ہیں۔ کیونکہ یہ عیش پرستی اور آرام کی زندگی کو چاہتے ہیں۔ اور اس دنیا کو چاہتے ہیں جو کہ اگر الٰہی مصلحت کو اس سے الگ کر لیا جائے تو کچھ قیمت بھی نہیں رکھتی۔ مگر وہ لوگ جو کہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی ملکیت سمجھتے ہیں۔ اور یہ جانتے ہیں کہ ہم نے اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے راستے کو اختیار کرتے ہیں۔ تم پر مصائب آئینگے نا اُمیدی اور یاس کی گھٹائیں تمہیں چاروں طرف سے گھیر لینگی تمہیں ناکامیوں کا مُنہ دیکھنا پڑیگا۔ یہ ممکن ہے کہ تم اللہ کے راستے میں مارے بھی جاؤ۔ مگر اگر تم ثابت قدم رہے اور دُعاؤں سے مدد لیتے رہے تو یاد رکھو کہ چاہے کچھ بھی ہو تم پر انشاء اللہ تعالیٰ کسی قسم کا غم اور خوف نہیں آئیگا۔ لا خوف علیہم ولا ھم یحزنون۔ مگر وہ لوگ جو کہ عیش پرست ہیں۔ وہ ہمیشہ رنج وغم کھاتے رہتے ہیں۔ ہر تکلیف سے وہ گھبراتے ہیں۔ اور موت کا خیال ان کی زندگی کو ہمیشہ تلخ بنائے رکھتا ہے +

ایک جرمن فلاسفر اس ظاہر اُدنیاوی زندگی کا مشاہدہ کر کے لکھتا ہے "خطرے کی اور پُر از تکالیف زندگی بسر کرو"۔ اللہ کی راہ میں خطروں کی پرواہ نہ کرو اور پُر از مصائب زندگی سے بالکل مت گھبراؤ"۔ یہ ہی ایک مدعی انسان کا مقولہ ہونا چاہئے جو کسی آئندہ زندگی پر بھی یقین رکھتا ہو۔ نفسانی خواہشات کے حصول کی نسبت اللہ تعالیٰ کی راہ میں مصیبتیں اور دُکھ اٹھانا کہیں بہتر ہے۔ اور واقعی یہ بہتر ہے۔ کیونکہ جو لوگ ایسی زندگی برداشت کرتے ہیں۔ ان کی زندگی نہایت مکمل اور پُر از سرور ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ آخر میں ابدی زندگی سے جا ملتی ہے۔ اسلئے یہ فنا نہیں ہوتی۔ ہر وہ چیز جو کہ پیدا ہوئی ہے۔ وہ ایکدن فنا ہو جائیگی

اور قبر میں جا پڑیگی۔ مگر جو نیک اعمال اُن کے ہاتھوں نے کما کر آگے بھیجدیئے وہ اور ان کی رُوح بس یہی صرف دو چیزیں ہیں جو کہ ضائع ہونے سے بچ رہیں گی۔ ان چیزوں کو زمین سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ اُن کا تعلق خدا سے ہے۔ اور اسی کی طرف لوٹ کر جانیوالی ہیں +

مذہب اسلام میں جنگ بذات خود کوئی قابل اعتراض بات نہیں ہے مگر مسلمانونکو کسی خود غرضانہ پالیسی یا بے انصافی اور ظلم کی خاطر جنگ کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ یہ بات خلاف قیاس ہے۔ کہ کوئی مسلمان چاہے کیسی ہی حیثیت اور خیالات کا کیوں نہ ہو کسی مخالف کے ساتھ ملکر اسلام کی تباہی کا باعث بنے۔ اس موجودہ جنگ یورپ میں جو کہ ابھی مشکل سے ہی ختم ہوئی ہے۔ نیکی اور بدی کے درمیان کوئی خاص امتیاز نہ تھا۔ دونوں فریق ایک حد تک حق پر بھی تھے اور غلطی پر بھی۔ اگرچہ اتحادیوں کے معاون بہت سے مسلمان تھے۔ مگر جرمنی کی ہم پہلو ایک مشہور اسلامی سلطنت تھی۔ اتحادیوں نے مسلمانوں کو یقین دلایا تھا۔ کہ وہ مذہب اسلام کو نظر استحسان سے دیکھتے ہیں۔ اور یہ کہ مذہب کو اس جنگ میں کوئی دخل نہیں۔ اور کسی مسلمانی سلطنت کو کسی قسم کا گزند نہ پہنچیگا چنانچہ مسلمانوں کو یقین آ گیا۔ کہ وہ کمزوروں اور مظلوموں کی حمایت میں ظلم کے برخلاف جنگ کر رہے ہیں اسبات کا انہیں کبھی خواب و خیال بھی نہیں آیا کہ حقیقت میں وہ عیسائی سلطنتوں کی طمع اور لالچ پورا کرنے کی خاطر لڑ رہے ہیں۔ بلکہ سچ پوچھو تو اسلام کی بیخکنی کی کوشش کر رہے ہیں۔ چنانچہ پچھلے عید کے دن انگلستان کے وزیر اعظم نے جنرل ایلن بی کو فلسطین کی فتح کی مبارکباد دیتے ہوئے مفصلہ ذیل تقریر کی +

"جنرل ایلنبی کا نام ایک ایسے عظیم الشان اور ماہر فن سپہ سالار کی حیثیت سے دنیا میں شہرہ آفاق رہیگا جو کہ سب سے آخری اور عظیم الشان صلیبی لڑائی لڑا۔ اور فتح کا سہرا باندھے ہوئے واپس لوٹا۔ یہ اسکی نہایت خوش قسمتی تھی کہ اپنی

قابلیت کی وجہ سے اس نے ایک ایسی مہم کو بخیر وخوبی سر کیا۔ جس کی خاطر صدیوں یورپ کے بہادروں نے اپنا خون بہایا۔ مگر اب ہم اس بات کو بھول گئے ہیں۔ کہ صدیوں تک یورپ نے اسکی خاطر بیفائدہ جدوجہد کی اور ناکام رہا۔ جبکہ ایک انگریزی فوج نے جنرل ایلنبی کے ماتحت اس گوہر مقصود کو ہمیشہ کیلئے حاصل کر لیا" +

مگر صلیبی جنگیں جن کی طرف وزیراعظم نے اشارہ کیا ہے سراسر جہالت اور حماقت کا نتیجہ تھیں۔ اگر اس نے ان جنگوں کی تاریخ پڑھی ہوتی تو شاید وہ اس کی طرف اشارہ نہ کرتا۔ کیونکہ یہ عیسائیت کے لئے باعث ذلت وشرم ہیں۔ اگر کوئی عذر ان کے حق میں پیش کیا جاسکتا ہے۔ تو وہ یہی ہے کہ جہالت اور مذہبی توہمات اس حماقت کا باعث ہوئے اور میرا خیال تھا کہ اس قسم کی جہالت وغیرہ اب انگلستان میں موجود نہیں ہے۔ مگر وزیراعظم کی تقریر نے میرے اس خیال کو رد کر دیا۔ مگر یہ بات بھی واضح ہو جانی چاہئے۔ کہ جنرل ایلنبی کی فتح مسلمانوں کی مدد سے ہوئی ہے۔ اگر مسلمان فوج نہ لڑتی تو فتح محال تھی۔ اچھا تو کیا وہ مسلمان ایک صلیبی جنگ اسلام کے برخلاف لڑ رہے تھے؟ تاکہ متعصب عیسائیت کا دور دورہ ہو جائے۔ ان مسلمان سپاہیوں کی دلی کیفیت کیا ہوگی جب وہ وزیراعظم کے ان الفاظ کو پڑھیں گے؟ اور ان کے غم وغصہ کی کیا انتہا ہوگی جبکہ وہ یہ معلوم کریں گے۔ کہ ان کے مقامات مقدسہ (یعنی بیت المقدس وغیرہ) ان کی کوششوں کی وجہ سے اور ان کے خون بہا کر عیسائیوں نے اپنے قبضۂ اقتدار میں کر لیں ہے اور ان کے کیا خیالات ہونگے جبکہ وہ یہ معلوم کریں گے کہ ان کے لاکھوں مسلمان بھائی امن وامان کی حالت میں مارے گئے۔ تاکہ اسلامی سلطنت کا ایک حصہ یونانی عیسائیوں کے سپرد کر دیا جائے +

تم یہ کہو گے کہ میں سیاسی معاملات پر بحث کرنے لگ پڑا نہیں میں ابھی تک مذہب کی حدود سے باہر نہیں نکلا۔ میں زمین پر خدائی حکومت کی خاطر

بحث کر رہا ہوں۔ میں ان اسلامی ممالک سے خوب واقف ہوں۔ اور میں جانتا ہوں کہ امن و صلح کبھی بھی قائم نہیں رہ سکتا۔ جب تک کہ عیسائی طاقتیں ان معدودے چند عیسائیوں کیخاطر اُن بیشمار مسلمانوں پر ظلم اور بے انصافی برتینگی۔ اِن مسلمانوں کیحالت نہایت قابل رحم ہے کیونکہ یہ بیچارے سالہاسال تک نہایت بہادری اور جوانمردی سے اپنے ملک اور مذہب کیخاطر جنگ کرتے رہے۔ اور طرح طرح کی تکلیفیں اُٹھاتے رہے میں ایک مسلمان ہوں۔ اور میں نے انگریزی فوج میں بھی خدمت سرانجام دی ہے کیونکہ میرا یہ خیال تھا کہ انگریزی فوج عیسائیوں اور مسلمانوں دونوں کے حق میں ایک ہی جیسی ہے۔ اگر ہم مسٹر لائیڈ جارج وزیر اعظم کے لفظوں کو سرکاری اور قطعی سمجھ لیں۔ تو پھر مجھے نہایت افسوس سے تسلیم کرنا پڑیگا کہ میں غلطی پر تھا۔ اور صرف یہی نہیں۔ بلکہ آج سے مجھے انگلستان سے کسی قسم کا تعلق نہ رہیگا۔ کیونکہ ہم کو سراسر دھوکا دیکر کام نکالا گیا۔ اور پھر ہماری ہتک اور بےعزتی کیگئی تمام ان مسلمان بھائیوں کیخاطر جنہوں نے مختلف میدان جنگوں میں انگلستان کی خاطر یہ خیال دل میں رکھ کر جان دی کہ انگلستان انصاف اور انسانیت کی حمایت میں لڑ رہا ہے ہم اس ہتک کو آسانی سے نظر انداز نہیں کر سکتے۔ اور اُن مسلمان بھائیوں کی خاطر بھی جو کہ آج کل ایشیائے کوچک کے پہاڑوں میں اپنے وطن اور بیوی بچوں کی حفاظت کی خاطر عیسائی حملہ آوروں سے لڑ رہے ہیں ہم نہایت سختی سے اس صلیبی جنگ کے خیال کے برخلاف صدائے احتجاج بلند کرتے ہیں۔ کیونکہ اگر یہ خیال خام چڑھ بیٹھا گیا تو خبر نہیں اُن مشرقی عیسائیوں پر اس کا کیا اثر ہوگا۔ انگلستان کیخاطر ہمیں اس قسم کی خطرناک اور پُراز جہالت بات کا قلع قمع کر دینا چاہئے۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس ربّ ذوالجلال کی محبت کیخاطر بھی جو کہ فرماتا ہے۔ انّ الذین اٰمنوا والذین ھادوا والنصٰریٰ والصابئین من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر و

عَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ترجمہ "بیشک مسلمان اور یہودی اور عیسائی اور صابی ان میں سے جو لوگ اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان لائے اور اچھے کام کرتے رہے۔ تو اُن کو اُن کا اجر اُن کے پروردگار کے ہاں ملیگا۔ اور اُن پر نہ خوف (طاری) ہوگا۔ اور نہ وہ آزردہ خاطر ہوں گے" +

اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ جس کا فیصلہ اعمال پر مبنی ہے ہم اپنی ان کوششوں کے ایک خاص عقیدے کی فتح کا ذریعہ بنائے جانے پر جو کہ انصاف سے بعید ہے صدائے احتجاج بلند کرتے ہیں۔ کیونکہ ہم اس تعصب اور مخالفت کو کسی طرح روا نہیں رکھ سکتے +

یہ ہمارا فرض ہے۔ اگر ہمیں ایسا کرنے میں تکلیفیں پہنچیں تو ہم اُن لوگوں سے بدرجہا خوش قسمت ہوں گے جو کہ عیش و آرام کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور دُنیا میں جو چاہتے ہیں کرتے ہیں۔ اور ذراسی مصیبت از قسم بھوک۔ غربت نقصان مال و جان سے گھبرا جاتے ہیں۔ کیونکہ اگر ہم اپنے فرائض کو ادا کرینگے تو ہم اللہ تعالیٰ کی محبت اور عنایت کے زیادہ اہل ثابت ہونگے۔ اور آخر سب نے اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ +

ایثار و بے نفسی ہی کامیابی کا راز ہے

قُل اِنَّ صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العٰلمین ۝ لا شریك لہ وبذالك امرت وانا اول المسلمین ۝ قل اغیر اللہ ابغی ربا وھو رب کل شیءٍ ولا تکسب کل نفس الا علیھا ج ولا تزر وازرۃ وزر اخری ۝ ثم الی ربکم مرجعکم فینبئکم بما کنتم فیہ تختلفون ۝ وھو الذی جعلکم خلٰئف الارض ورفع بعضکم فوق بعض درجٰت لیبلوکم فی ما اٰتکم ط ان ربك سریع العقاب وانہ لغفور رحیم

ترجمہ (اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہو۔ کہ میری نماز اور میری عبادت اور میرا جینا اور میرا (مرنا سب) اللہ کے لئے ہے۔ جو سارے جہان کا پروردگار ہے۔ کوئی اُس کا شریک نہیں۔ اور مجھ کو ایسا حکم دیا گیا ہے۔ اور میں اُس کے فرمانبرداروں میں پہلا (فرمانبردار) ہوں (اے پیغمبر ان سے) پوچھو کہ کیا (تمہاری یہ مرضی ہے کہ) میں خدا کے سوا (کوئی دوسرا) پروردگار تلاش کروں۔ حالانکہ وہی تمام چیزوں کا پروردگار ہے۔ اور جو شخص کوئی بُرا کام کرتا ہے۔ تو (اُس کا وبال) اسی پر (پڑیگا) اور کوئی شخص کسی دوسرے (کے گناہوں) کا بوجھ (اپنے اُوپر) نہیں لیگا۔ پھر تم (سب) کو اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانا ہے (جب اُس کے حضور میں حاضر ہوں گے) تو (دُنیا میں) جن (جن باتوں) میں اختلاف کرتے رہے ہو وہ (سب) تم کو بتا دیگا۔ (کہ کون حق پر تھا اور کون ناحق پر) اور وہی (قادرِ مطلق) ہے جس نے زمین میں تم کو اپنا نائب بنایا ہے (کہ تم دُنیا کی چیزوں میں تصرف کرتے ہو) اور تم ہم میں سے (مقدرت حکومت وغیرہ کے اعتبار سے) بعض کو بعض پر درجوں میں فوقیت دی۔ تاکہ جو نعمتیں تم کو دی ہیں۔ ان میں تمہاری (شکر گزاری اور فرمانبرداری کی) آزمائش کرے (اے پیغمبر) بیشک تمہارا پروردگار جلد سزا دینے والا ہے۔ اور اس میں (بھی) شک

نہیں کہ وہ بخشنے والا مہربان (بھی) ہے +

کوئی عبادت اللہ تعالیٰ کی عبادت سے بڑھ چڑھ کر نہیں۔ اِس سے عالی حوصلگی اور قوت پیدا ہوتی ہے۔ البتہ یہ کڑی ضرور ہے کیونکہ اسمیں اپنی تمام ہستی کو پیش کرنا پڑتا ہے۔ اگر غور کیا جائے تو حقیقت میں صرف یہی ایک چیز ہے جس سے آزادی اور نجات حاصل ہو سکتی ہے۔ اور آدم کی اولاد کامیابی کا منہ دیکھ سکتی ہے۔ اور اسی کی بدولت تمام نفسانی اغراض۔ خواہشات اور مفاد کو چھوڑ کر اخوت بھی ہاتھ آسکتی ہے۔ میں مانتا ہوں کہ خلق اللہ کی خدمت کرنا نیک کام ہے۔ اپنے والدین اپنے بچوں بھائیوں۔ دوستوں اور ہمسائیوں سے اُلفت اور پیار کرنا بہت بڑی نیکی ہے۔ اور میاں بیوی کا ایکدوسرے سے محبت کرنا بھی ایک بھاری خوبی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی تابعداری کے سوا جو کہ ہمارا مقصد اعلیٰ ہے۔ اس قسم کے نیک کام اور خدمتیں اپنے اندر اصل انسانی جوہر مذہبی نقطہ نگاہ سے نہیں رکھتیں اور اکثر ان کے باعث رنج والم اور مایوسی دیکھنی پڑتی ہے۔ اسی لئے قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ پر اور یوم الآخرۃ پر ایمان رکھنے کے متعلق بار بار ذکر آتا ہے۔ اور اسی ایمان کو انسانی عبادت اور خدمت میں کامیابی کی پہلی شرط قرار دیا گیا ہے۔ اسلام کا مقصد تمام بنی نوع کو ترقی وعروج کے درجہ پر پہنچانے کا ہے۔ اگر اپنے رشتہ داروں سے۔ اپنے دوستوں اور اپنی قوم سے محبت اور اسکی خدمت کرنے میں اس خیال کو دل سے نہ نکالا جاوے۔ کہ خدا تعالیٰ کا فضل سب انسانوں پر یکساں نہیں تو صرف ایک حصہ مخلوق کی ترقی اس سے ہو سکتی ہے۔ اور باقی اس سے محروم رہ سکتے ہیں پھر اس کا نتیجہ یقینی طور پر مایوسی ہوتی ہے۔ کیونکہ ان لوگوں سے شکر گذاری کی امید رکھی جاتی ہے۔ اور ایسے اشخاص کی طرف سے رضامندی کا خیال ہوتا ہے۔ جن کے ساتھ کسی قسم کا نیک سلوک نہیں کیا جاتا۔ اور جن کی کسی قسم کی خدمت نہیں کی ہوتی۔ پس اس قسم کی کارروائی بُت پرستی

سے کم نہیں۔ بڑی بھاری قباحت جو ہمیں نظر آتی ہی یہ ہے کہ اس کا تعلق پرائیویٹ امور سے ہوتا ہے۔ اور اسکی وجہ سے وہ تمام خزانے خاص مرکز میں جمع ہو جاتے ہیں جنہیں کہ عوام الناس کی بھلائی کے لئے گردش میں رہنا چاہئے۔ خوب یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنا نائب یا خلیفہ مقرر کیا ہے۔ اسکی رضا ہمارے لئے قانون کا حکم رکھتی ہے۔ اور جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس کا رحم اور اُس کا فضل سب انسانوں پر یکساں ہے خواہ وہ مشرق کے رہنے والے ہوں اور خواہ مغرب کے اور خواہ ان کی رنگت سفید ہو یا سیاہ بھوری ہو یا سُرخ و زرد تو ہمیں خدا کی مرضی کا صاف صاف پتہ ملتا ہے لیکن جب تک خدا اور یوم القیامت پر ایمان نہ ہو۔ اخوت کا وہ احساس انسانوں میں پیدا نہیں ہو سکتا۔ جس کا ذکر قرآن مجید و دیگر کتب سماوی میں ہی۔ اور جس کا جلوہ فطرت کے مقدس قانون میں بھی صریحاً دکھائی دیتا ہے ہم ایکدوسرے سے بظاہر بالکل علیحدہ ہیں۔ لیکن ہمارا آپس کا رابطہ نہایت ہی نازک ہے۔ ہم اپنے کاموں میں اپنے جذبات اور تعلقات میں اس قدر محو ہیں کہ جب تک کہ ہم خدا کی راہ میں جو سب مخلوق کا رب ہے اپنے آپ کو اور اپنے تعلقات کو خوشی سے فنا نہ کر دیں تب تک ہمیں دُنیا میں اپنی اصلی حیثیت کا اندازہ نہیں لگ سکتا۔ اور خدا کی نظر میں بھی ہمارے کام پورے اُتر نہیں سکتے۔ اپنی مرضی اور اپنے مقصد کو اعلیٰ مرضی اور اعلیٰ مقصد کے تابع کر دینا ہی اصل اصُول ہے۔ اسلام کے معنے تابعداری ہی۔ اور یہی بات صحیح مذہب کا منشا اور اسلام کا نصب العین ہوتی ہے۔ اور اسی پر انسانی ترقی کا مدار ہی خواہ وہ رُوحانی ہو یا دُنیاوی۔ اگر ہم اپنے گھرے دوستانہ تعلقات پر نظر ڈالیں۔ یا اُن اشخاص کا خیال کریں جن سے ہمارا رابطہ محبت رہا ہے یا اپنی زندگی کے نہایت خوشی اور آرام کے موقعوں کو یاد کریں۔ تو ہمیں خود ہم اقبال کرنا پڑیگا۔ کہ یہ سب کچھ نامکمل اور ادھورا تھا۔ اور اگر ہمیں ان تعلقات کی وجہ سے سخت ناکامی کبھی نہیں ہوئی۔ تو اس کی وجہ سوائے اسکے اور کچھ نہیں کہ

ہم نے اُن کی کمزوریوں کو سمجھ کر اور اُس کے زوال پذیر ہونے کا دھیان کر کے اُن سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھایا۔ اور کسی قسم کی اُن سے توقع نہیں رکھی۔ اگر انسان گذشتہ صدی کی ان یورو پین تصانیف کا جو مقبول عام ہیں مطالعہ کرے تو اُسے صاف معلوم ہو جائیگا۔ کہ انسانی زندگی کا مُدعا اور مقصد صرف مرد اور عورت کی باہمی اُلفت اور محبت ہی سمجھا گیا ہے۔ اور یہ بھی نظر آئیگا کہ اہلِ یورپ عورت ہی کی پرستش کرتے ہیں۔ اور انسانی زندگی کا معراج تعلقات زن وشوہی خیال کرتے ہیں۔ ایام جوانی میں تو غالباً ایک قدرتی نشہ ہوتا ہے۔ اور اس زمانہ کے ترنگ اور جوش میں اس قسم کی پرستش کا کیا جانا ایک حد تک صحیح ہے۔ اور قابل گرفت نہیں۔ کیونکہ یہ ایک فطرت کے مُطابق ایک فعل ہے۔ اور قانُون قدرت خدا کا قانون ہے لیکن یہ سب کچھ مثل سراب ہے۔ اِنسان کو دھوکہ لگا ہُوا ہے۔ اور اس نے فرض کر رکھا ہے۔ کہ دو اِنسانی رُوحوں کا ملاپ مُکمّل طور پر ہوسکتا ہے لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ ہر اِنسان پیدائش سے لے کر آخری دم تک تنہا ہی ہے۔ ہمارے تن خاکی کے اندر ایک مالک بیٹھا ہے جس پر کسی انسانی یا دُنیاوی دوستی کا اثر نہیں ہوسکتا۔ جو انقلابات زمانہ کی وجہ سے تغیّر پذیر نہیں جو اسوقت بُڈھا تھا جبکہ ہم سن تمیز کو پہنچے۔ مگر ہمارے قوی کے اِنحطاط کے وقت وہ بالکل تر وتازہ اور جوان ہوگا۔ اس اندر والے کو تعلّق پیدا کرنے کا شوق حد سے زیادہ ہے لیکن وہ اس دُنیا میں کوئی ایسا نہیں پاتا جس سے وہ ناطہ جوڑے۔ اور اگر وہ تھوڑے عرصہ کے لئے اِنسانی محبّت کے سامنے جُھک بھی جائے تو اُسے اندوہناک مایُوسی نصیب ہوتی ہے۔ اور چونکہ اس کے احساسات اِنسانی احساسات سے بالاتر ہوتے ہیں۔ اسلئے انسانی تعلّقات یقیناً اسکی مایُوسی کا باعث ہوتے ہیں بعض اوقات مرد وزن جو نکاح کے رشتہ میں منسلک ہوتے ہیں طرح طرح کی مصائب کا مُنہ دیکھتے ہیں۔ کیونکہ اندر والا اس حد کے پار جانا چاہتا ہے جو ایک اِنسانی کو

دوسرے سے جدا کرتی ہے اس کے نزدیک تو خوشی اور راحت کا صرف ایک ہی مقام ہے اس کا صرف ایک ہی دوست ہے جو اسے اچھی طرح سمجھتا اور جانتا ہے اور وہ مقام اور وہ دوست سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں تمام مخلوق جو کہ فانی ہے اسی کے ساتھ پختہ اور مکمل پیوند جوڑ سکتی ہے۔ اسی کی طرف ہم سب نے واپس جانا ہے۔ اور وہی ہم سب پر ہمارے اختلافات کے موجبات ظاہر کریگا۔ پس ہر ایک روح انفرادی طور پر ایکدوسرے سے بالکل الگ اور آزاد ہے۔ یہ صاف بات ہے کہ جو روح خود زیر بار ہو وہ دوسرے کا بوجھ کیسے اٹھا سکتی ہے۔ خواہ جوش محبت کی وجہ اسکے اندر بوجھ اٹھانے کا خیال پیدا ہی کیوں نہ ہو۔ اور پھر کوئی روح اپنا بوجھ دوسرے پر بھی نہیں ڈال سکتی۔ ہم سب اللہ تعالیٰ کے آزاد بندے ہیں۔ اور یہ ہماری بیوقوفی اور غلطی ہے۔ اگر ہم دوسرے کی شخصیت پر حملہ کریں یا اُسے غلام بنانا چاہیں یا اُسے ہمیشہ کیلئے اپنے ساتھ جکڑ رکھیں۔ اس دنیا کی دوستی کے متعلق تو صرف اسی قدر خیال ہونا چاہیئے کہ یہ خدا کے آزاد بندوں کے ساتھ ایک قسم کا ملاپ ہے۔ جن میں سے ہر ایک اپنی ذات کا مختار ہے۔ اور اپنے خاص خیالات رکھتا ہے۔ جن سے کسی دوسرے کو کوئی تعلق نہیں لیکن جن کی عزت و تکریم کیجانی چاہیئے۔ اسی طرح شادی کے متعلق بھی خیال ہونا چاہیئے کہ خاوند اور اس کی بیوی دونوں اللہ تعالےٰ کے آزاد بندے ہیں۔ اور ان کے تعلقات صریحًا ایسے قانون کے ماتحت ہوئے ہیں جنکی تکریم کیجانی ہے۔ ہر ایک اللہ تعالیٰ کی بندگی اور خدمت اپنے طرز پر کرتا ہے۔ اس قسم کے خیالات میرے نزدیک اعلیٰ تر ہیں۔ اور ان کا نصب العین زیادہ تر معقول ہے۔ بمقابلہ ان خیالات کے جو خصوصیت ذاتی کو قائم رکھنے کے خلاف ہیں۔ اور جو اس قسم کا جوڑ اور تعلق پیدا کرنے کی تلاش میں ہیں جو بالکل غیر ممکن ہے۔ اور جن کے ذریعہ میل و ملاپ بجائے تسلی بخش ثابت ہونے کے تباہ کن نتائج پیدا کرتا ہے مسلمان مرد و زن کے تعلقات اسی نکتہ خیالی

سے ہوتے ہیں۔ میری یہ رائے قرآن اور قانون قدرت پر مبنی ہے۔ اور میں ان رسومات کی جو اسلامی ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں وقعت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا۔ اور پھر جب ہم دیکھتے ہیں کہ جہاں ہر ایک مرد اور ہر ایک عورت کا نصب العین خدا کی بندگی کرنا ہو۔ اور جہاں اس بندگی اور خدمت میں محویت کا رنگ ہو وہاں اگر کوئی شخص ایک بیوی کرے یا زیادہ اسکی چنداں پرواہ نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ ایسی صورت میں کسی کو کوئی تکلیف یا ضرر نہیں پہنچ سکتا۔ اور خرابی پیدا نہیں ہو سکتی +

میری رائے میں عورت سے متعلق مسلمانوں کے خیال پر جو اعتراضات یورپین کرتے ہیں۔ ان کا دارومدار جنس مستورات کے اسی گندے قیاس پر ہے۔ جس کا ذکر میں نے اوپر کیا ہے۔ ہمارے نزدیک عورت خدا یا دیوتا نہیں۔ وہ ہم میں سے ہی ہے۔ انسانیت کے لحاظ سے وہ ویسی ہی ہے۔ جیسا کہ کوئی مرد۔ اور اپنی ذات اور مقسوم کے لحاظ سے وہ بھی ایک نسل للنسان میں سے ایک آزاد فرد ہے۔ جس کے ذمہ بھی قدرت نے مختلف قسم کے فرائض لگا رکھے ہیں۔ اور قانون نے اسکی حیثیت اور حقوق کی حدبندی کر دی ہے + ہمارے نزدیک نکاح ایسا عہد نہیں جس کی وجہ سے مرد و زن اس دنیا میں بھی اور عاقبت میں بھی ایک دوسرے سے جُدا نہ ہو سکیں۔ یہ ایک قسم کا معاہدہ دیوانی ہے۔ اور جس طرح مسلمانوں کے معاہدے پاکیزہ اور شرارت سے منزہ اور پاک ہونے چاہئیں یہ بھی اسی طرز کا ہے۔ اور اسکا تقدس طرفین کی باہمی محبت اور اُن کے چلن اور طریق عمل سے پیدا ہوتا ہے اور اگر ان دونوں میں سے کسی ایک میں دوسرے کے لئے الفت اور تعظیم و تکریم نہیں تو اس عہد کو فوراً توڑ دینا ہی بہترین امر ہے +

اب میں پھر اصلی مضمون کی طرف آتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہی تمام انسانی رُوحوں کا رفیق ہے۔ اور تمام باتوں میں اُسی کی تابعداری رشتہ انسان ترقی کے

میدان میں کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔ خدا کسی قوم کا دوست نہیں ہے اور نہ
کسی خاص قوم سے اسکی مخالفت ہے۔ اگر بادشاہوں کے دل میں اللہ تعالیٰ کے منشاء
پر چلنے کی خواہش ہو۔ اور اگر ان کا ایمان خدا پر ہو اور یوم قیامت کا ڈر ان کے
دل میں ہو تو کبھی بھی اپنی قوموں کی خودغرضانہ مقاصد کی حمایت نہ کریں۔ اور
دوسری قوموں کو معمولی حقوق جو ہر ایک انسان کیلئے ضروری ہیں دینے سے کبھی بھی
انکار نہ کریں۔ یہ ایک طریق ہے جس کی وجہ سے مظلوم اور ذلیل شدہ قوموں کے دل سے
ظالموں کی نفرت دور ہو کر اسکی بجائے انسانی اخوت اور برادری کا خیال پیدا
ہو سکتا ہے پس دنیا کا تماشا اور اسکی ظاہری شان کی جھلک نہایت زبردست ہے
یہ کبھی کبھی اور بالخصوص جوانی کے وقت ہم پر غلبہ پا لیتی ہے عالم شباب میں جبکہ
انسان کو اپنی درازی عمر کا یقین ہوتا ہے۔ اور موت کا خیال کم ستاتا
ہے۔ اور جبکہ اچھے موقعوں کی قدر کرنے اور ان سے فائدہ اٹھانے کی وہ چنداں
پرواہ نہیں کرتا۔ اس وقت اس دنیا کی شان اور اسکی لذات بہترین معلوم
دیتے ہیں لیکن جوانی کی لاپرواہیوں ہی کے درمیان انسان کی عادات
اور اس کے دماغ کی افتاد قائم ہو جاتی ہے۔ اور ایسی راہ اختیار کر لینا اسکے
لئے خواہ وہ مرد ہو یا عورت ممکن ہے جو بعد میں اسکی تکلیف کا موجب ہو۔
اسلئے قرآن شریف کی یہ آیت ہر دو جوان اور بوڑھے پر حاوی ہے۔ ان
دونوں کے لئے نہایت ضروری ہے کہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کا خیال رکھیں
اور قانون الٰہی کے ہمیشہ مطیع رہیں۔ اور ان کے لئے لازمی ہے کہ وہ اپنا
ورد اس آیت شریف کو بنا لیں یعنے قل ان صلاتی ونسکی ومحیای
ومماتی للہ رب العلمین لا شریک لہ ترجمہ اے پیغمبر ان لوگوں سے کہو کہ
میری نماز اور میری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لئے ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں
عالم جوانی میں کبھی یہ محسوس نہیں ہوتا کہ روح بالکل تنہا ہے۔ کیونکہ اس وقت
سینکڑوں امیدیں لگی ہوئی ہوتی ہیں۔ اور طرح طرح کی خوبصورت لیکن دھوکہ دہ

پیچیدہ بن پیش نظر ہوتی ہیں لیکن کچھ عرصہ کے بعد یہ سب امیدیں خاک میں ملجاتی ہیں۔ اور دھوکہ کی اصلیت بھی کھلجاتی ہے۔ اور اس وقت وہ روح جس کا رابطہ اللہ کے ساتھ نہیں ہوتا اپنے آپ کو موت کی طرف جاتی ہوئی پاتی ہے۔ اور اس مایوسی کی حالت میں بالکل یکہ و تنہا ہوتی ہے۔ لیکن جب کوئی مرد یا عورت اپنی مرضی کو خدا کی رضا کے ماتحت کرے تو اُسے اس وقت سے تنہائی بالکل محسوس نہیں ہوتی بشرطیکہ اس کا عمل صداقت اور صفائی پر مبنی ہو۔ اللہ تعالیٰ اس وقت ایسے لوگوں کے ساتھ بطور رفیق و مددگار کے ہوجاتا ہے۔ وہ انہیں تاریکی و ظلمت سے نکالکر روشنی اور نور کی طرف لیجاتا ہے۔ دُنیا میں وہ اسی کے شاندار کام میں لگ جاتے ہیں۔ اور اُنکی تمام ناکامیاں بچوں کی کھیل معلوم ہوتی ہیں۔ اور یہ پیارا یار و مددگار ہمیں کبھی بھی دھوکہ نہیں دیتا۔ وہی ہمارا اصل حقیقی ہے۔ اور وہی ہمارا مقصد ہے اور پھر اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اور موت کے وقت وہی ہماری دستگیری کر سکتا ہے۔ اور قبر کے بعد بھی اسی کی دوستی کام آسکتی ہے۔ موت سب کے لئے لکھی ہے لیکن راضی برضاء مولیٰ پر عمل کرنے سے خدا کی رفاقت میسر آسکتی ہے +

برادران! جبکہ ہم آج نماز میں سربسجود ہونگے۔ تو ہم گویا اس دُنیا میں اللہ تعالیٰ کی تابعداری کو قبول کرینگے۔ اور جب ہم اپنی پیشانی کو زمین پر رگڑینگے تو ہم اس وقت اپنی نماز۔ اپنی قربانی اپنی زندگی اور موت کو اللہ کے سامنے جو مالک ہردو جہاں ہے پیش کرینگے۔ لہذا آؤ اس کے حضور اپنی مرضی اپنی زندگی اور اپنی خواہشات سب پیش کردیں۔ نہ صرف جسمانی حرکات ہی سہی لیکن دل و جان سے اور جس طرح میری اس جگہ موجودگی یقینی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی دوستی اور مدد کو ہم یقینی طور پر محسوس کریں گے جو کہ ہمیں ظلمت سے نکالکر نور کی طرف لیجائیگی۔ اور ہمیں معلوم ہوجائیگا کہ ہم تنہا نہیں ہمیں اطمینان ہوجائیگا۔ کہ خدا نے ہمیں چھوڑا نہیں اور نہ اُسے ہم سے نفرت ہے۔ اور

ہمارا انجام آغاز سے بہتر ہوگا۔ اور ہمیں معلوم ہو جائیگا۔ کہ وہ ہم پر اسی طرح کے فضل بھیج رہا ہے جس کا وعدہ اس نے مسلمانان قرآن اولے سے ان کی مصیبت و تکلیف کے وقت کیا تھا۔ ہم سب کی جان اس کے ہاتھ میں ہے۔ تو اس حالت میں ہمیں اُس کے تابع فرمان ہو جانا چاہیئے۔ کیونکہ اسی میں ہماری سچی کامیابی اور سچی ترقی اور لاانتہا خوشی کا راز ہے +

تدبیر و تقدیر

(از قلم علامہ جناب محمد مارمیڈیوک پکتھال صاحب)

این ما تکونوا یدرککم الموت ولو کنتم فی بروج مشیدۃ ط و ان تصبھم حسنۃ یقولوا ھذہ من عند اللہ ج وان تصبھم سیئۃ یقولوا ھذہ من عندک ط قل کل من عند اللہ فمال ھؤلاء القوم لا یکادون یفقھون حدیثا ۰ ما اصابک من حسنۃ فمن اللہ و ما اصابک من سیئۃ فمن نفسک ط وارسلنک للناس رسولا ۰ وکفی باللہ شھیدا ۔ **ترجمہ** ۔ جہاں کہیں تم ہو پالیوگی تم کو موت اور اگرچہ ہو تم بیچ برجوں بلند کے۔ اور اگر پہنچتی ہے اُن کو بھلائی کہتے ہیں یہ نزدیک خدا سے ہے۔ اور اگر پہنچتی ہے اُن کو بُرائی کہتے ہیں یہ نزدیک تیرے سے ہے کہ ہر ایک نزدیک اللہ کے سے ہے۔ بس کیا ہے واسطے اس قوم کے نہیں نزدیک کہ سمجھیں بات جو پہنچتی ہے تجھ کو بھلائی سے بس خدا کی طرف سے ہے اور جو پہنچتی تجھ کو برائی سے جان تیری سے ہے اور بھیجا ہم نے تجھ کو واسطے لوگوں کے پیغام پہنچانیوالا اور کفایت ہے اللہ گواہی دینے والا (سورہ نساء۔ آیت ۷۷ - ۷۸)

قرآن شریف کی ان آیات بالا میں سے پہلی میں بتلایا گیا ہے۔ کہ نیکی اور بدی خدا کی طرف سے ہے۔ اور دوسری میں لکھا ہے کہ بھلائی تو خدا کی طرف سے پہنچتی ہے

اور بدی انسان کے اپنے قصور وگناہ کی وجہ سے اُسے ملتی ہے۔ ایک شخص جو سرسری طور پر ان آیات کا مطالعہ کرے یا محض اعتراض کرنے کی خاطر انہیں پڑھے تو وہ وہ فوراً کہہ اُٹھیگا۔ کہ یہ دونوں ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔ مگر یہ اختلاف و تناقض محض ظاہری اور سطحی ہے۔ ان آیات میں کوئی اختلاف نہیں۔ اور اگر ہے تو محض ہماری اپنی سمجھ کا قصور ہے۔ ہم فطرتاً دُنیا کے معاملات کا اندازہ اپنے نقطۂ نگاہ سے کرتے ہیں لیکن وہ اس بصیر وخبیر خالق حقیقی کے نقطۂ نظر سے بالکل الگ ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ بعض باتوں کو دیکھ کر ہم بالکل حیران رہ جاتے ہیں اور ان کی نسبت خیال کرتے ہیں کہ حقیقت ہی میں وہ متضاد ہیں حالانکہ نظام عالم میں وہ ایسی نہیں ہوتیں مثلاً یہی مسئلہ نیکی وبدی اس قسم کے امور میں سے ایک ہے۔ ہم ہمیشہ خیال رکھتے ہیں۔ کہ ہمیں کوئی مختصر لیکن مبسوط اور جامع تشریح جو ہماری سمجھ کے مطابق ہو۔ ایسی تمام باتوں کی ملجائے جنہیں ہم فقط فرداً ہی سمجھنے کی امید رکھ سکتے ہیں۔ اور ہمارے کسی ایسے جواب اور ایسی تشریح سے اطمینان نہیں ہوتی جس سے ہماری راہ میں خفیف سی رُکاوٹ یا تکلیف پیدا ہو۔ اور جس کی وجہ سے ہمیں اپنے دماغ کو تھوڑا ہی سا استعمال میں لانا پڑے

اگر دیکھا جائے تو ان ہر دو آیات میں بالکل کسی قسم کا اختلاف پایا نہیں جاتا۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ جب کبھی مسلمانوں کی فوج کو تکلیف پہنچتی تو بعض منافقین رسول پاک صلعم پر الزام لگاتے لیکن جب انہیں فتح نصیب ہوتی تو وہ اُسے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرکے اس کی تعریف اور اُس کا شکریہ ادا کرتے۔ اسلئے اس پہلی آیت میں رسولکریم صلعم کو بتلایا گیا ہے کہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے۔ نہ تو وہ خود اور نہ دیگر لوگ ان معمولی انقلابات سے بچ سکتے ہیں۔ جو انسانی زندگی اور تمام انسانی امور کے ساتھ وابستہ ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا منشا ہے۔ کہ دُنیا میں ہدایت اور روشنی انہیں حالات اور انقلابات کے ذریعہ دیجاوے جو دُنیا میں دیکھے جاتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اصلاح تو انسانوں کی

کرتی ہے۔ اور اُن کی طبیعتوں میں انقلاب پیدا کرتا ہے لیکن یہ کام معجزہ نہیں کہا جاتا ہے۔ کیونکہ اسکی وجہ سے یہ خیال پیدا ہو جاتا ہے کہ تمام قوانین بے حقیقت ہیں اور اس کے ذریعہ ترقی نہیں ہو سکتی +

این ما تکونوا یدرککم الموت (جہاں کہیں تم ہو پالیوے گی تم کو موت اگرچہ تم ہو بلند بُرجوں کے اندر) سے معلوم ہوتا کہ خواہ تم کوئی ہو۔ تم (بمعہ رسول کریم صلعم) اس مقدر سے جو سب انسانوں کے لئے مقرر کی گئی ہے بچ نہیں سکتے۔ کبھی کوئی ناشادکن واقعہ کبھی کسی قسم کی تکلیف اور کبھی کوئی ناکامی ضرور اس دُنیا میں تمہیں پیش آتی ہے اور آخرش تم دیگر لوگوں کی طرح موت کا شکار ہو جاؤ گے۔ لیکن یہ سب تکالیف اور خرابیاں ظاہری ہیں۔ اصل بدی جس کا خمیازہ مرد یا عورت کو اُٹھانا پڑتا ہے۔ وہ اس کے اپنے ہی اعمال کا نتیجہ ہے۔ تاہم ہمارے مصائب ہماری ناکامیاں وغیرہ ہمارے اپنے بُرے اعمال کے مقابلہ میں بہت کم ہیں۔ اور اگر ہمارا ایمان ہو تو ہمیں ان مصائب وغیرہ سے نجات بھی مل سکتی ہے۔ مگر افسوس ہے کہ یہ آلام و مصائب ہماری اپنی ہی کمزوریوں غلطیوں اور لغزشوں کا نتیجہ ہیں۔ اس میں کوئی شُبہ نہیں۔ کہ اگر اس دنیا میں ہر ایک مرد اور عورت اساسی قوانین پر جو اس کتاب میں مشرح طور پر بتلائے گئے ہیں عمل پیرا ہو تو بھی دنیا سب کے لئے ایک بہترین جگہ ہو جائے۔ اور یہ زندگی راحت اور آرام سے بھری ہوئی نظر آئے بشرطیکہ ان تمام خرابیوں کو جو انسان کے اپنے افعال سے پیدا ہوتی ہیں خارج کر دیا جائے۔ اور صرف وہی واقعات رہیں۔ جو زندگی پر فطرتی طور پر اپنا اثر ڈالتے ہیں لیکن یہ یاد رہے کہ خرابی یا بدی بھی جو انسان کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے ایک طرح سے خدا ہی کی طرف سے ہے۔ کیونکہ یہ اسی کا حکم اور اسی کا قانون ہے۔ کہ ہمارے بعض خاص اعمال ہی کی وجہ سے خاص قسم کی خرابی اور بدی پیدا ہو +

دوسری آیت میں فرمایا ہے۔ کہ ما اصابك من حسنة فمن الله وما اصابك من سيئة فمن نفسك وارسلناك للناس رسولا وكفى بالله

نتیجہ ۱ - کوئی انسان نیکی کا خالق نہیں ہوسکتا ہے نیکی ہر وقت موجود ہے لیکن اگر وہ کوشش کرکے اس تک پہنچنا چاہتا ہے تو وہ پہنچ سکتا ہے - گو اسکی اپنی کوشش اور اس کے اپنے اعمال کی نسبت سے نیکی اُسے حاصل نہیں ہوتی - کیونکہ سورج کی روشنی کی طرح اس کا منبع اتھاہ اور نہایت ہی عمیق ہے لیکن برخلاف اس کے ہر ایک انسان کا ایک حد تک بدی پر قابو ہے - اور وہ بدی کو عدم سے وجود میں لاسکتا ہے اسکی مثال اندھیرے سے ہے جو روشنی اور ہمارے درمیان محض کسی چیز کے حائل ہونے سے پیدا ہوتا ہے - اور وہ اندھیرا اس چیز کی مقدار یا حجم کے عین مطابق ہوتا ہے - لہٰذا انسان کے اپنے بُرے افعال کا سایہ ہی بدی ہے - اور یہ ٹھیک ان افعال کے مطابق اور نسبت سے ہوتی ہے - پس یہ کہنا بالکل صحیح اور صاف ہے کہ جو کچھ نیکی ہمیں ملتی ہے وہ خدا کی طرف سے ہے جو بدی ہم تک پہنچتی ہے وہ ہماری ہی وجہ سے پہنچتی ہے - اور رسول اکرم صلعم جن کی بدولت ابھی قانون قدرت کی یہ باریکیاں ہم پر منکشف ہوئیں - جو اللہ تعالیٰ نے ہماری زندگیوں کی رہنمائی کے لئے بنایا ہے - اور رسول اکرم صلعم انسانوں کی طرف بطور پیغامبر تشریف لائے اور اللہ تعالیٰ خود ہی اس بات کی صداقت پر گواہ ہے - کیونکہ کوئی شخص اللہ کی نسبت یہ گمان نہیں رکھ سکتا کہ اسے علم کم ہے یا وہ نعوذ باللہ متلون مزاج اور راستباز نہیں - اور آج تک کوئی بھی شخص ایسا نظر نہیں آیا - جس نے قرآن شریف کے اس مسئلہ پر حرف رکھا ہو اور ہدایات میں کوئی نقص بتلایا ہو جو ہمیں انسانی ہستی کے متعلق لکھا ہے - اور اب تک کسی مروجہ علوم کے کتاب میں یا کسی نکتہ چین نے اس مسئلہ کے متعلق شک بھی ظاہر نہیں کیا - بلکہ اسکی تصدیق ہر انسان کی زندگی کا تجربہ اور ہر ایک قوم اور ہر ایک خاندان کرتا ہے - واقعات ہمیشہ اسی کے مطابق ظہور پذیر ہوتے ہیں - اور اس امر حقہ کی شہادت میں کہ حضرت محمد صلعم اس کے رسول تھے اللہ ہی کافی ہے - اور اللہ سے بڑھکر اور کون شاہد ہوسکتا ہے +

اس زمانہ میں ایسے مسلمان بھی ہیں جن کا خیال ہے کہ مصائب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا

کوئی واسطہ نہیں۔ اور جب کبھی ہم پر مصائب مینہ کی طرح آتی ہیں جیسا کہ آجکل تو وہ سمجھتے ہیں کہ اللہ نے اسلام کو چھوڑ دیا ہے۔ یہ لوگ زمانہ قدیم کے ان کمزور اعتقاد لوگوں کی طرح ہیں جنہیں منافق کہا جاتا تھا۔ اور جنگ احد میں مسلمانوں کی شکست کے وقت جن کا خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلعم کا ساتھ چھوڑ دیا ہے لیکن یاد رکھو کہ کامیابی اور ناکامی جہانتک کہ ان کا تعلق اسلام اور اس کے مستقبل سے ہے دونوں خدا کی طرف سے ہیں۔ رسول خدا صلعم کو اسلام کا نمونہ خیال کرنا چاہئے نہ کہ مسلمانوں کا۔ اس امر کو ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ احد کی تیاری پر اگر مسلمانوں کو شکست ہوئی تو محض بعض مسلمانوں کے رویہ اور اُن کی اختلاف رائے کی وجہ سے۔ خداوند تعالیٰ کا ایک قانون ہے جس کی ماتحت ہم سب ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ نیکی و بدی۔ روشنی و تاریکی۔ سورج کی روشنی اور بارش تمام قوموں کی تاریخ میں یکے بعد دیگرے چلتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ اور یہ سب کچھ اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ اور اس کی تجویز کے مطابق اور آخرش انہیں کی وجہ سے تمام نسل انسانی کو فائدہ پہنچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ایک اور قانون بھی ہے جس کے ماتحت انسان کے افعال سے بعض نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ اور جن کے متعلق ہمیں کافی اور مناسب طور پر آگاہ کر دیا گیا ہے۔ بدی کا نتیجہ بدہی اور نیکی کا نتیجہ نیکی ہی ملتا ہے خواہ کوئی قوم کرے یا کوئی فرد انسان۔ لیکن یہ نتیجہ ہمیشہ اور فوراً ہی ظاہر نہیں ہوتا۔ اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ شخص جو کہ بدی کرتا ہے خوشحال نظر آتا ہے اور بداندیش قومیں اپنی بدی ہی کی وجہ سے فتحیاب ہوتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں لیکن ہمیں بدی بالارادہ اور بدی بلاارادہ کے درمیان صاف طور پر ایک حد فاصل قائم کرنی چاہئے۔ ہم جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کو سزا نہیں دیتا جب تک وہ پہلے اُسے آگاہ نہ کرے۔ یعنے جب تک اس قوم کو یہ معلوم نہ ہو جائے کہ انسانی کاروبار اور معاملات میں کونسی بات اچھی ہے اور کونسی بُری۔ اس علم کے بعد بھی اُسے خدا کی طرف سے کئی ایک موقعے دئیے جاتے ہیں۔ مثلاً مکہ کے بت پرست

فتحیاب ہوتے ہوئے نظر آئے۔ حالانکہ ہمارے رسُول مقبول صلعم نے کئی سال پیشتر انہیں ان کی شرارتوں سے متنبہ بھی کر دیا تھا۔ چنانچہ وہ آپؐ کے صحابہ کو تکلیفیں دیتے رہے۔ انہوں نے آپؐ کے صحابہؓ کو شہر بدر کیا۔ اور اُن کی جائدادوں پر قابض بھی ہو گئے۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ گویا بُت پرست اسلام کی بیخکنی کر ڈالینگے ان مسلمانوں کی حالت تو اس وقت اُن لوگوں کی سی نظر آتی تھی جنہیں نیک کام کرنے اور اللہ تعالیٰ کی رضا پر چلنے کیلئے سزا دیجاتی ہے۔ اور اکثر مسلمانوں کے دل میں بعض اوقات یہی خیال گذرتا ہوگا۔ انہیں کوئی اُمید کامیابی کی نظر نہ آتی تھی۔ البتہ رسُول کریمؐ کے الفاظ ہی سے اُن کی اُمید بندھی ہوئی تھی۔ آپؐ نے انہیں بتلایا کہ جو الفاظ آپؐ کے مُنہ سے نکلے ہیں وہ خدا کی طرف سے بطور وحی آتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے ان سے فتح و نُصرت کا وعدہ کیا تھا۔ اور ان کا اسپر پکا اعتقاد تھا۔ لیکن جنگ اُحد میں شکست کھانے کے وقت ان کے دل کی عجیب کیفیت تھی۔ چنانچہ بعض نے ان میں سے جو منافق تھے یہ شکایت کی کہ آپؐ نے انہیں دھوکہ دیا ہے۔ اور بعض نے یہ بھی کہا کہ اگرچہ آپؐ کو بعض دفعہ وحی ہوتی ہے لیکن اس موقعہ پر آپؐ نے اپنی مرضی کے موافق کام کیا ہے جس کی وجہ سے ان پر یہ مصیبت نازل ہوئی۔ اسلئے وہ مصیبت خدا کی طرف سے نہ تھی بلکہ آپؐ کی طرف سے لیکن انہیں یہ خیال نہ گذرا۔ کہ اللہ تعالیٰ کو صرف اُنہیں کی حفاظت کا خیال نہ تھا۔ بلکہ دیگر تمام خلق اللہ کا بھی ✦ اور اس امر کی طرف ذرا بھر بھی ان کی توجہ نہیں گئی۔ کہ ان میں اس قسم کا استقلال اور پختہ ایمان ان مصائب کے ذریعہ سے پیدا کیا جا رہا ہے۔ جن کے بغیر وہ ہرگز اللہ تعالیٰ کے ارادہ کو پُورا نہ کر سکتے۔ ہر ایک کام کی ابتدا اور انتہا خدا کے ہر وقت سامنے ہے لیکن ان لوگوں نے صرف اسی واقعہ کو دیکھا جو ان کے پیش نظر تھا انہیں یہ بھی خبر نہ تھی کہ وہ اسی قانون کے ماتحت ہیں جس کا اثر انسان کے ہر ایک فعل پر پڑتا ہے۔ اور وہ اس سے بھی بیخبر تھے کہ جو لوگ کسی زبردست طاقت اور گروہ کثیر سے

مقابلہ میں کھڑے ہوئے ہیں ۔ ان میں بہت بڑی جرأت اور بہادری ہونی چاہئے
اُن کا استقلال غیر معمولی ہونا چاہئے ۔ انہیں بہت زیادہ تکلیف پہنچنی چاہئے
اور اُن کا ایثار بھی بڑھ چڑھ کر ہونا چاہئے ۔ اگر ان پر اس قانون کا اثر نہ ہوتا
تو مسلمانانِ قرونِ اولیٰ کا بلکہ خود حضرت محمد صلعم کا عمل اور اُسوہ ہمارے نزدیک نمونہ
کی صُورت میں چنداں مفید نہ ہوتا ۔ کیونکہ اس حالت میں جو کچھ بھی ہوتا وہ
غیر معمُولی اور فوق العادت خیال کیا جاتا ہمیں تو قانون چاہئے ۔ کیونکہ ہم فطرت کے
قوانین سے جکڑے ہوئے ہیں اور اسلام کی نصرت کا وعدہ دیا گیا تھا ۔ اور اس نصرت کا
مسلمانوں کیلئے صبر و تحمل کے نتیجہ کے رنگ میں اس کا ظہور ہونا تھا ۔ وہ اس فتح کا
البتہ دن مقرر نہ کر سکتے تھے جس طرح کہ قیصر نے پیرس میں لبطور فاتح داخل
ہونے کیلئے کوئی وقت مقرر کیا تھا یہی خدا ہی کی طرف سے ہے اور وہ اسی کے ہاتھ
میں ہے لیکن تمام دیگر انسانوں کی طرح اس وقت کے مسلمان بھی ۔ وہ اپنے لئے مصائب
اور تکالیف خرید سکتے تھے ۔ اور اگر ان میں سے کسی نے رسُول خدا صلعم کی نافرمانی
کر کے کوئی غلط عمل کیا تو اس کا خمیازہ تمام مسلمانوں کی قوم نے اُٹھایا جیسا کہ
واقعۂ احد سے ظاہر ہوتا ہے +

رسولکریم صلعم کی مایوسی کی حالت میں جبکہ وحی کا آنا بھی تھوڑی دیر کیلئے
بند ہو گیا تھا ۔ آپ کے پاس اللہ تعالےٰ کا یہ پیغام پہنچتا ہے ۔ کہ

والضحیٰ ۝ والیل اذا سجی ۝ ما ودعك ربك وما قلی ۝ وللاٰخرۃ
خیر لك من الاولیٰ ۝ ولسوف یعطیك ربك فترضیٰ ۝ ترجمہ اے
پیغمبر ہمکو) چاشت (کے وقت) کی قسم اور رات کی (قسم) جب (سب چیزوں کو) ڈھانک لے
کہ تمہارا پروردگار نہ تو تم سے دست بردار ہوا ۔ اور نہ (کسی طرح) ناخوش ہوا ۔ اور البتہ
آخرت تمہارے لئے (اس) دُنیا سے کہیں بہتر ہے ۔ اور تمہارا پروردگار آگے چلکر
تم کو اتنا کچھ دیگا ۔ کہ تم (بھی) خوش ہو جاؤ گے +

مجھے معلوم ہوتا ہے ۔ کہ یہ آیات گویا آج اسلام کے لئے اُتری ہیں ۔ اگر مسلمانوں نے

کوئی غلطی کی ہے تو اس کیلئے انھیں سزا مل چکی ہے۔ اس سزا کو بطیب خاطر ہمیں منظور کرنا چاہئے۔ اور اس سے عبرت حاصل کرنی چاہئے لیکن کوئی شخص دعویٰ سے یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ اسلام اس سلوک کا مستحق ہے۔ جو اس کے ساتھ کیا جا رہا ہے۔ اُسکی اب وہی حالت ہے جو حضور علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اس وقت تھی جبکہ آیات بالا آپؐ پر نازل ہوئیں۔ اسلام کے لئے اب بات گزر چکی ہے۔ اب پو پھٹنے کو ہے۔ اللہ تعالیٰ اس جہان کا مالک اور حاکم ہے جسے وہ چاہتا ہے حکمرانی دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے وہ سلطنت چھین لیتا ہے۔ تم لوگ کس حیثیت میں اس کے سامنے پیش ہونا چاہتے ہو آیا اس قوم کی طرح جس پر ظلم کیا جاتا ہے یا اس کی طرح جو ظلم و تعدی کا ارتکاب کرتی ہے کبھی خواب میں بھی ناانصافی اور ظلم کا خیال نہ کرو۔ اور جو بے انصاف ہوں ان کی خوشامد اور چاپلوسی کبھی مت کرو۔ ربانی فوج کی صورت اختیار کرو۔ اور اس بات کا عہد کر لو۔ کہ تمام جہان میں اسی کے قانون کو روشن کیا جائیگا۔ اور اُسے قائم رکھا جائیگا۔ اور اس بات کا پورا یقین کر لو کہ کوئی مصیبت خواہ اس قانون کے ماتحت آئے جس کا اثر ہمارے اعمال پر ہوتا ہے۔ اور خواہ کسی اور قانون قدرت کے ذریعہ۔ ہمکو ڈرانے یا ہمیں رنج پہنچانے کی طاقت نہیں رکھتی اور نہ ہمیں انجام کار کامیاب ہونے سے روک سکتی ہے۔ کیونکہ سب کچھ خدا ہی کی طرف سے ہے۔ خدا کا وعدہ ہے کہ

والضحیٰ ہ واللیل اذا سجیٰ ہ ما ودعك ربك وما قلیٰ ترجمہ (اے پیغمبر ہمکو) چاشت (کے وقت) کی (قسم) جب (سب چیزوں کو) ڈھانک لے۔ کہ تمہارا پروردگار نہ تو تم سے دست بردار ہوا۔ اور نہ (کسی طرح) ناخوش ہوا +

ناظرین کرام ازراہ کرم اپنے حلقۂ اثر میں توسیع اشاعت فرماکر عنداللہ ماجور ہوں

خادم مینیجر

یہ مسائل خود انہیں لوگوں نے بڑی چالاکی سے اختراع کئے۔ اس کے بعد انہوں نے اسبات کے باور کرانے کا انتظام کیا کہ جنت میں اعلیٰ اور محفوظ جگہ تب ہی مل سکتی ہے جبکہ کلیسیا کی خدمت میں بڑی قیمتی تحائف پیش کئے جائیں۔ چنانچہ رفتہ رفتہ ان تحائف نے زمینوں۔ محلّات۔ گرجوں اور قیمتی عطیات یا اوقاف کی صورت اختیار کر لی۔ ان حالات کے ماتحت پیر پرستی یا بالفاظ دیگر پادری پرستی کا سلسلہ شروع ہؤا۔ اور اُس وقت سے آج تک بھی دُنیاوی سلطنت کو نیلام پر چڑھایا جاتا ہے۔ مگر جناب مسیحؑ سے چھ سو سال بعد حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی وجہ سے ان تمام خیالات کا بودا پن ظاہر ہوگیا۔ اور لوگوں پر کھل گیا کہ کفارہ پادریوں کی شفاعت اور ان سے درخواستیں لا کر خدا تک پہنچنے کے دیگر تمام مصنوعی اور تکلیف دہ طریقے لغو اور بیسود ہیں۔ خواہ موسوی قانون کیسے ہی شاندار ہوں۔ اور ناصرہ کے پاک پیغمبر کی نرم اور سخت گیری سے دور رہنے والے اصول خواہ کیسے ہی خوبصورت ہوں لیکن یہ ماننا پڑتا ہے۔ کہ اسلامی تعلیم میں نہایت ہی بلند پایہ کا پیغام ہے۔ اور وہ اس قدر سادہ ہے کہ اس پر ایمان رکھنے والے کی راہ کو تمام رُکاوٹوں سے پاک کر کے اُسے بآسانی خدا تک پہنچا دیتا ہے +

قرآن شریف کی سُورہ توبہ میں ذیل کی آیات ہیں جن کے معنے بالکل صاف ہیں اور ان کا اطلاق ان سب پر ہے جو پیروں یا پادریوں کے زیر اثر ہیں یا جو اسبات پر مصر ہیں کہ انسان ہی رہنما ہو سکتا ہے۔ آیات متذکرہ حسب ذیل ہیں :-

اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابًا من دون اللہ والمسیح ابن مریم وما امروا الا لیعبدوا الٰھًا واحدًا لا الٰہ الا ھو سبحٰنہ عما یشرکون۔ ترجمہ۔ ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور اپنے مشائخوں اور مریم کے بیٹے مسیح کو خدا بنا کھڑا کیا۔ حالانکہ (ہمارے ہاں سے) ان کو یہی حکم دیا گیا تھا۔ کہ ایک ہی خدا کی عبادت کرتے رہنا اس کے سوا کوئی (اور) معبود نہیں وہ اُن کے شرک سے پاک ہے

یا یھا الذین اٰمنوا ان کثیرًا من الاحبار والرھبان لیاکلون

اموال الناس بالباطل ولیصدون عن سبیل اللہ۔ ترجمہ مسلمانو! (اہل کتاب کے) اکثر عالم اور مشائخ لوگوں کے مال ناحق (ناروا طور) کو کھاتے اور راہ خدا سے (لوگوں کو) روکتے ہیں یسوع مسیح کا مذہب وہ نہ تھا جو پولوس نے پیش کیا۔ آخر الذکر نے اصلی مذہب میں بہت کچھ اضافہ کیا۔ اور دیدہ و دانستہ اس میں تغیر و تبدل بھی کر دیا ان کی تعلیم کی تشریح مختلف لوگوں نے کی ہے۔ اور وقتاً فوقتاً اسے بدلا بھی ہے اس نام نہاد عیسائیت کے اندر فی الحقیقت یکرنگی نہیں۔ لیکن اسلام میں یہ نظر آتی ہے۔ بلکہ اسمیں وہ چیز موجود ہے۔ جو مخلوق کی اس پیاس کو بجھاتی ہے جو اسے اپنے حاضر و ناظر و قادر مطلق خالق سے ملنے اور اسکی طرف پھر واپس جانے کیلئے لگی ہوئی ہے۔ اسلام ہمیں ایک ہی خدا کا نشان و پتہ دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اسی کی عبادت کیجائے۔ اور اسی کے حکم پر چلا جائے۔ وہی سب سے بالاتر اور سب پر مقدم ہے۔ اور کوئی شخص خواہ وہ کتنا ہی مقدس اور پاک ہو اس کے ساتھ شریک نہیں کیا جاسکتا۔ یہ بالکل درست ہے۔ اور جیسا کہ اے۔ ڈبلیو نامی شخص نے اپنی کتاب تھاٹس فار دی فیوچر (آیندہ کے متعلق رائے) میں لکھا ہے کہ:۔

ان عقلمند اور سمجھدار اشخاص کو دیکھ کر تعجب معلوم ہوتا ہے جو احمقانہ طور پر پیروں (پادریوں) کے اختراع کردہ مسائل کو اس طرح قبول کرتے ہیں اور ان کے دھوکوں میں اس طرح پھنس جاتے ہیں کہ وہ جنت اور اس قادر مطلق کی نسبت کچھ بھی سمجھ نہیں سکتے۔ جس تک اسکی مخلوق میں سے ہر فرد پہنچ سکتا ہے۔ خواہ وہ معمولی انسان ہو یا ولی و پیغمبر جس کے پاس خدا کا الہام پہنچتا ہے۔ بہشت کی کنجی تو ہر وقت موجود ہے۔ اور اس کے ذریعہ سے ایک عاجز سے عاجز اور نہایت ہی مصیبت زدہ انسان بھی جنت میں داخل ہو سکتا ہے اور کسی بادشاہ یا پادری یا نبی کی مدد کی اسمیں ضرورت نہیں۔ یہ ایک ایسی بات ہی جسے ہوا سے تشبیہ دیجا سکتی ہے۔ کیونکہ ہوا بھی سب مخلوق کو بے دام ملسکتی ہے لیکن جو خلق اللہ کو اس کے برخلاف تعلیم دیتے ہیں۔ انکی اپنی خود غرضیاں اسمیں شامل ہیں مثلاً اگر وہ اس طرح کی تعلیم

پیش نہ کریں تو انکی تنخواہیں اور وظائف بند ہونے کا احتمال ہے جن کی وجہ سے اُن کا کام چلتا ہے۔ نیز کئی ایک دُنیاوی مفاد کے کھوئے جانے کا بھی اندیشہ لگا ہوا ہے +

اِس مختصر سے مضمون کی اصل غرض عیسائیت کے کسی خاص فرقہ پر حملہ کرنے کی نہیں۔ بلکہ اس سادگی اور خوبی کو ظاہر کرنے کی ہے جو اسلامی عقاید میں پائی جاتی ہے اور جو راقم مضمون کی ناقص رائے میں ان نقائص اور اعتراضات سے پاک ہے جو دیگر مذاہب میں اکثر دیکھے جاتے ہیں۔ اگر یہ تسلیم کرلیں کہ اسلام میں پیر پرستی نہیں۔ اور اسمیں اس قسم کے مسائل نہیں جو پیر پرستی کی طرف لیجاتے ہیں۔ اور اسمیں دنیاوی طاقت کیلئے حرص و طمع ہی نہیں تو کیا اگر تمام دُنیا اس قسم کے پُرامن مذہب کو قبول کرے تو قوم کی سلطنت اور حکومت کا انتظام نہایت صفائی سے نہ چلیگا؟

یہ ایک افسوسناک امر واقعہ ہے۔ کہ جس قدر عذاب بیرحمی اور خونریزی مذہب کی وجہ سے دُنیا نے دیکھی ہے وہ کسی اور باعث جہانتک ہمارا علم ہے نظر نہیں آئی۔ تو کیا اس صُورت میں ممکن ہی کہ کوئی ایسا مذہب ملسکے جو تمام مخلوقات کو ایک ہی خدا کی پرستش پر جو سب سے بالاتر اور افضلتر ہے قائم کردے؟ مگر ایک لحظہ بھر کیلئے ذرہ اپنے دل میں سوچو کہ اگر سلطنت برطانیہ میں ہر ایک شخص دل سے سچا مسلمان بن جائے خداوند تعالےٰ وہ دن جلد دکھائے تو پھر نتیجہ اس کا کیا ہوگا۔ حکمرانی میری رائے میں ایک آسان اور سہل کام ہوجائیگا۔ کیونکہ ہر ایک کے دل میں سچے مذہب کا جوش ہوگا کسی خاص فرقۂ کلیسیا کے متعلق غور کرنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ کسی بدراہ یا منکر کو راہ راست پر لانے کی فکر نہ ہوگی۔ اور بہشت میں داخل ہونے کے لئے بھاری ٹیکس ادا نہ کرنے پڑینگے۔ جو مذہب حضرت موسیٰ و عیسیٰ اور حضرت محمد صلعم نے سکھایا ہے اسمیں سادگی تھی لیکن خدا کی بعض کتب کو منسوخ قرآن کریم اچھی صفت میں پیش کرنے کی کوشش میں بعض لوگوں نے اسمیں اس قدر خلط ملط کردیا ہے۔ کہ اب اصلیت تک پہنچنا مشکل ہے۔ اور ایک صاف دل اصداستی کے متلاشی کو مایوس اور حیران کردیتا ہے +

ہم دیکھتے ہیں کہ ایک مذہب اس رنگ کا بھی ہے جس نے مذہبی جنگ کی آگ بھڑکا دی

جس ملک و وطن سے ہمارے اسلاف نے لاکھوں کی تعداد میں اپنی جانیں دی ہیں لیکن یہ سب کچھ کس لئے؟ محض ایک مقبرہ کیلئے جس کے اندر عیسائیوں کے اعتقاد کے مطابق مسیح نے تھوڑی دیر کیلئے آرام کیا۔ کیا یہ نامناسب لڑائی اس قابل تھی کہ اس قدر کشت و خون اس پر کیا جاتا۔ پھر مذہب کی ایک دوسری صورت نظر آتی ہے جس کے رو سے ہمیں اجازت دیجاتی ہے کہ ہم ان لوگوں کو جو ہم سے بالکل فروعات میں اختلاف رکھتے ہیں زندہ جلادیں۔ یا کسی اور طرح انہیں دُکھ اور اذیت پہنچائیں۔ کیا یہ کارروائی بھی نیک مقصود اور نیکی نہ تھی۔ ایک تیسری طرز کا مذہب بھی ہے جو عوام میں نظر آتا ہے۔ اسکی جانبداری اور تعصب بھی اس حد تک پہنچ گیا ہے۔ کہ وہ اپنے تمام ہمجنسوں کو ہمیشہ کیلئے لعنتی قرار دیتا۔ اور ان کیلئے ابدی موت اور ہلاکت لازمی سمجھتا ہے۔ اور یہ محض اسلئے کہ وہ بعض خود تراشیدہ مسائل پر ایمان نہیں رکھتے۔ کیا یہ امر بھی قابل توجہ ہے کیا اسقدر تنگ دلی کا اظہار قابل تعریف ہوسکتا ہے۔ اس سے تو اس رحیم و کریم خدا کو بھی نفرت ہے۔ اور جناب مسیح اور حضرت محمد صلعم بھی اس سے بہت بڑی طرح سے اظہار نفرت کرینگے جرنیل گارڈن لکھتا ہے کہ:۔

"مسلمانوں میں فریسیوں کا فرقہ دکھائی نہیں دیتا۔ ان کا اعتقاد کچھ ہی ہو لیکن وہ ہمارے فریسیوں کی طرح الف اور ب کو جلا دینے کا فتویٰ نہیں دیتے۔ اور اس قسم کی ناپسندیدہ باتیں ہمیں نظر نہیں آتیں جو فریسی پیش کرتے ہیں" +

گارڈن صاحب مدت تک مشرق میں مسلمانوں کے درمیان رہا ہے اسلامی تعلیم کی خوبیوں کا اس نے اچھی طرح مطالعہ کیا ہے۔ اور اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ مذکورہ بالا سطور لکھتے وقت اس نے ضرور محسوس کیا ہے کہ اسلام میں وہ سچی مسیحی فیاضی و فراخ دلی موجود ہے جو اسے اپنے گھر میں نظر نہیں آتی۔ اسی مضمون کو وہ پھر ذیل کے الفاظ میں ادا کرتا ہے +

"اس اطمینان قلب کے برابر کوئی بھی چیز نہیں جو اس شخص کو ملتا ہے جس کا آسرا خدا پر ہوتا ہے۔ اور جس کا اعتقاد بجائے قول کے فعل پر ہوتا ہے۔ اور وہ یقیناً جانتا ہے۔

کہ ہر ایک بات کیلئے کچھ نہ کچھ مقصد ہے۔ اور اسی کے مطابق ضرور اس کا اظہار ہوتا ہے
جس شخص کا ایمان ایسا ہو وہ زندہ ہی مر مٹتا ہے۔ اور اس دنیا کی تکالیف سے
اُسے نجات ملجاتی ہے +

تحریر بالا کے جواب میں غالباً یہ کہا جائیگا۔ کہ مشرقی خیالات مغربی خیالات سے
نہیں ملسکتے۔ ان کا باہمی ربط مشکل ہے۔ اسلئے مغربی اقوام کا مشرقی مذہب کو قبول کر کے
اس کے اثرات کے ماتحت چلنا بیروں از بحث ہے لیکن اسکی تردید بہت آسان ہے
کیونکہ ہر ایک شخص جانتا ہے کہ قریباً دو ہزار سال تک یوروپ کی ہر ایک قوم مشرقی مذہب
یعنے یہودیت اور عیسائیت کے زیر اثر اور انکی حکومت میں ہے +

اسلامی رُوح تمام ملکی حدوں اور مشرق و مغرب کے قومی تفرقوں سے بالاتر ہے اگر
مشرقی عیسائیت نے جو ناصرہ کا نبی دُنیا میں لایا انسانوں میں اس قدر تہذیب
پھیلائی تو کوئی معقول وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ اس سے زیادہ تر وسیع اور سادہ اسلامی تعلیم
جسے رسول عربی صلعم نے دُنیا پر ظاہر کیا کیوں اس عمدہ کام یعنے تہذیب کو زیادہ ترقی
نہ دیگی۔ ان ہر دو نبیوں کے اخلاق ایکدوسرے سے بہت ملتے ہیں۔ اس کا ثبوت
حضرت محمد صلعم کی زندگی کے حالات پڑھنے سے ملتا ہے پھر قرآن شریف کے مطالعہ سے بھی
معلوم ہوتا ہے کہ اسمیں کوئی بھی ایسی بات نہیں جو پہلی الہامی کتب کے خلاف ہو۔ قرآن کی
تعلیم انجیل کی تعلیم کی تائید کرتی ہے۔ البتہ ضروریات زمانہ کے مطابق آخرالذکر
میں ایزادی کی گئی ہے جس طرح کسی شخص کو بغیر اس کے عذرات سُننے کے ملزم گردانے کا
اصُول غلط اور لغو ہے۔ اسی طرح حضرت محمد صلعم کے مذہب پر نکتہ چینی اور حرفگیری
کرنا اور لفظ اسلام کے معنے تک کا بھی علم حاصل نہ کرنا سراسر ظلم ہے۔ اور یہی طریق عمل
ننانویں فیصدی عیسائیوں کا ہے۔ وہ کسی قسم کی روشنی حاصل کرنا نہیں چاہتے۔ کیونکہ
ان کے نزدیک روشنی حاصل کرنا گویا تکلیف اٹھانا ہے۔ اور وہ اُٹھ کر دروازہ
کھولنے کے بجائے اندھیرے ہی میں رہنا پسند کرتے ہیں۔ گویا ان کا قول یہ ہے
کہ جو کچھ ہمیں ملا ہے وہ ہمارے لئے کافی ہے۔ اور ہم کسی اور چیز کی ضرورت نہیں سمجھتے

اس طرح وہ خدا اور انسانوں کی طرف سے زیادہ واقفیت حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے ⁘

مضمون میں راقم نے نہایت ضروری امور سے متعلق مختصراً لکھا ہے لیکن امید کرتا ہے کہ آئندہ بھی اس کے متعلق رسالہ میں لکھتا رہیگا ⁘

مذہب کی غرض وغایت

(از قلم جناب مولوی صدرالدین صاحب بی اے۔ بی ٹی)

قرآن کریم مذہب کی ضروریات کو نہایت سادے اور واضح الفاظ میں بیان کرتا ہے اور وہ یہ ہے کہ مذہب ہمارے اپنے خالق سے تعلقات اور اپنے ہمجنسوں سے تعلقات کو بیان کرتا اور سکھلاتا ہے ⁘

اب ہم اپنے خالق سے تعلقات کو لیتے ہیں سب سے پہلے ہمیں اللہ تعالیٰ کے احکام کی کامل فرمانبرداری اور عزت کرنا سکھلایا جاتا ہے۔ ایسے احکام جو کہ انسانی ضروریات اور انسانی فطرت کے عین مطابق اور موافق ہیں۔ ہمارا قرآن شریف اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہمارا خالق ہے۔ اسلئے اسکو ہر شے کا علم ہے۔ اور وہ ان سب سے محبت کرتا ہے۔ اور یہ اس کا علیم وخبیر اور رحمٰن ورحیم ہونا ہی ہے جو ہمکو اس کے احکام کی فرمانبرداری پر مجبور کرتا ہے نہ کہ کسی خوف یا دھمکی کا ڈر۔ قرآن کریم اس بات کو نہایت واضح طور پر بیان کرتا ہے

وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ۝ (سورۃ الملک رکوع ۱)

ترجمہ۔ اور (لوگو) تم اپنی بات چپکے سے کہو یا پکار کر کہو۔ خدا تو (تمہارے) دلی خیالات (تک) سے واقف ہے۔ بھلا (ہو سکتا ہے کہ خدا) جو پیدا کرے (وہی مخلوقات کے حال سے) ناواقف ہو حالانکہ وہ بڑا باریک بین اور باخبر ہے" ⁘

اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝

(سورہ فاطر رکوع ۵)

ترجمہ۔ بیشک اللہ آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتوں کو جاننے والا ہے بیشک وہ لوگوں کے دلی خیالات (تک) سے بھی واقف ہے"+

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (سورۃ التغابن رکوع ۱)

ترجمہ۔ اسی نے کسی مصلحت سے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا ہے اور اسی نے تمہاری صورتیں بنائیں اور صورتیں (بھی بنائیں تو) اچھی بنائیں۔ اور اسی کی طرف (سب کو) لوٹ کر جانا ہے۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ جانتا ہے۔ اور جو کچھ تم لوگ چھپایا کرتے ہو اور جو کچھ ظاہر کرتے ہو اسکو بھی جانتا ہے۔ اور اللہ دلی خیالات سے واقف ہے +

وہ ہمیں جانتا ہے کیونکہ اس نے ہمیں پیدا کیا۔ وہ ارض و سما کے رازوں سے خوب واقف ہے۔ کیونکہ وہ ان کا خالق ہے اسکو تمام اشیا کے متعلق ہر قسم کا علم ہونا چاہیے کیونکہ یہ اسی کی قدرت تھی جس نے ان سب کو نیست سے ہست کیا۔ وخلق كل شیٔ وھو بكل شیٔ علیم (سورۃ انعام رکوع ۱) ترجمہ۔ اور اس نے سب اشیاء کو پیدا کیا۔ اور وہ تمام چیزوں کا خوب علم رکھتا ہے"۔

یہ آیتیں جیسا کہ ہمیں یقین دلاتی ہیں ویسا ہی ہم ان سے سبق بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ اور اس بات کو یقین کر کے دلکو نہایت تسکین اور اطمینان ہوتا ہے کہ ہمارا خالق اور رب ہماری فطرت اور ہماری ضروریات زندگی سے خوب واقف ہے۔ وہ ضرور ہمارے لئے ایسے قانون بنائیگا۔ جن سے ہماری فطرت دن دونی اور رات چوگنی ترقی کریگی +

اللہ تعالیٰ نے اسلامی کتاب (قرآن کریم) میں دو طرح کے احکام وحی کئے ہیں۔ ایک وہ ہیں جو کہ ہمیں اپنے رب کے فرائض سے آگاہ کرتے ہیں۔ اور دوسرے وہ ہیں جو کہ ہمیں اپنے ہمجنسوں کے حقوق اور فرائض سے خبردار کرتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف ہمارے فرائض ہیں وہ بجائے کسی قسم کی اللہ تعالیٰ کی خود غرضی (نعوذ باللہ) کو ظاہر کرتے ہوں اسلام کا خدا

غم اور کمال ان ساری باتوں سے بالکل مبرا ہے۔ اسکو ہماری عبادت گذاری اور شب بیداری کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اسکو ہماری نمازوں کی کوئی پرواہ نہیں کیونکہ وہ اس قدر اعلیٰ اور عظیم الشان اور ذوالجلال ہستی ہے کہ ہماری عبادتیں اور تعریفیں اسکی شان کو کچھ بڑھا نہیں سکتیں۔ قرآن شریف میں ایک جگہ آیا ہے کہ "بیشک اللہ تعالیٰ کی تعریف بھی کیجاتی ہے اور اسکی بزرگی بیان کیجاتی ہے مگر وہ ان باتوں کا محتاج نہیں ہے" نماز اور عبادت کا حکم جو ہم پر فرض کیا گیا ہے وہ صرف اسلئے ہے کہ اس کا اثر ہماری جانوں اور روحوں پر نہایت خوشگوار اور نیک پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یاد صرف روح کیلئے غذا کا کام ہی نہیں دیتی بلکہ وہ اس کے عقل و علم کو بھی بڑھاتی ہے اور اسکو بُرے اور ذلیل کاموں سے بچائے رکھتی ہے ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر والبغی (بیشک نماز (عبادت) روکتی ہے (انسانوں کو) فحش اور فضول باتوں اور بغاوت سے) یہ عبادت کا ہی فیض ہے کہ ہم میں فیاضی اور نرمی کی سپرٹ پیدا ہوتی ہے۔ اور ہم اپنی کمائی میں سے یتیموں۔ حاجتمندوں۔ مسافروں اور ایذارسیدوں کے لئے ایک حصہ الگ کر دیتے ہیں۔ اور یہ احکام ہمیں اللہ تعالیٰ کے فرائض کے متعلق ہمیں اس قسم کی تلقین کرتے ہیں جو کہ یا تو ہمارے نفس کے لئے یا ہمجنسوں کے لئے بہتری اور خوبی کا باعث ہوتی ہے ورنہ ہمیں تو یہ سکھلایا گیا ہے کہ ہماری نمازیں۔ ہمارے روزے۔ ہماری قربانیاں اور ہماری عبادتیں اللہ تعالیٰ کی قدرت۔ جلال اور بزرگی میں ایک ذرہ بھر بھی زیادتی نہیں کر سکتے کیونکہ وہ تو ایسا ذوالجلال اور زبردست شہنشاہ ہے جس کی قدرت اور حکومت میں تمام آسمان اور زمین ہے۔ اور ساتھ ہی ہمارے ناپاک خیالات یا دہریانہ عقیدے اللہ تعالیٰ کی قدوسیت یعنی بزرگی کو کسی طرح نہیں گھٹا سکتے ہیں ہمیں بعض احکام کے پورے کرنے کو کہا جاتا ہے۔ اور وہ بھی صرف اسلئے کہ ایسا کرنا ہماری اپنی بھلائی یا بنی نوع انسان کی بہتری اور بہبودی کا باعث ہے۔

حقوق العباد کے متعلق ہمیں اپنے خدائی فرائض سے بھی زیادہ تاکید کی گئی ہے اور حقیقتاً ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور اسکی عبادت کا حق نہیں ادا کر سکتے۔ جبتک کہ ہم عملاً اس کے بندوں سے نیک سلوک نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا یہی ایک پھل ہے

جو ہمیں ملنا چاہیئے۔ کیونکہ اگر یہ نہ ہو۔ تو ہمارا ایمان بودا ہماری نمازیں ریاکاری ہمارے روزے محض فاقے۔ اور ہماری خیراتیں محض منافقت اور ریاکاری سمجھی جائینگی"۔ اگر تم اللہ سے محبت کرنے کا دعویٰ کرتے ہو۔ تو پہلے اسکی مخلوق سے محبت کرو"۔ یہ ایک سبق تھا جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک سے کئی دفعہ نکلا۔ اور آپ نے اس پر کئی دفعہ زور دیا۔ آپ کی اپنی فیاضی سخاوت اور مہربانی اسبات کا ثبوت ہے کہ اللہ تعالے سے محبت کا لازمی اور ظاہری نتیجہ یہی ہوسکتا ہے۔ کہ اسکی مخلوق سے محبت کیجائے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی بے نیازی اور فیاض تقسیم امتیاز رنگ و قوم کی مطلقاً پرواہ نہیں کرتی تو ایک ایماندار مسلمان کا یہ فرض ہونا چاہیئے۔ کہ وہ بھی قومی پاسداری اور تعصب جیسی ذلیل چیز کی قطعاً پرواہ نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ کی عالمگیر بے نیازی اور تقسیم کی وجہ سے ہر مسلمان کو اپنے دل و دماغ اور خیالات کو وسعت دینی چاہیئے۔ اور اپنی ہمدردی کے احاطے کو وسیع کرنا چاہیے۔ اس کا ایسا کرنا ہی اسکی اللہ تعالیٰ سے محبت کی ضمانت دے سکتا ہے ورنہ اس کے دعوے سب حرف باطل ہیں۔ کیونکہ اسکی عملی زندگی اس کے عقائد سے موافقت نہیں کھائیگی۔ اور یہی وجہ ہے کہ اسلام نے ایسی منافقانہ زندگی کو سخت نفرت سے رد کیا ہے۔ اور وہ کسی دعویٰ اور ایمان کو قبول نہیں کرتا۔ جب تک کہ اس پر عمل کر کے نہ دکھایا جائے۔ اور اسکی بنیادیں پختہ نہ ہوں۔ تم کس طرح خیال کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں جان لیگا۔ جب تم اس کے حضور حاضر ہو گے۔ (اور کس چیز سے) مگر تمہاری اولاد سے نیک سلوک۔ اور رشتہ داروں پڑوسیوں اور دیگر بنی نوع انسان سے نیک برتاؤ کرنے سے"۔ یہ الفاظ ہیں جو کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلے۔ اور یہ آپ ہی کی خوبی ہے کہ مشکل سے مشکل اور گہرے سے گہرے مذہبی یا اخلاقی نقطہ کو اس صفائی اور خوبی سے حل کر دیتے ہیں۔ ایک اور جگہ فرمایا ہے" کیا تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو؟ تو پہلے اسکی مخلوق سے محبت کرو۔ اور غریبوں اور مفلسوں پر مہربانی کر کے تم اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو حاصل کرو"۔ "انسانوں میں سب سے بہتر وہ ہے جس سے کہ بنی نوع انسان کو سب سے زیادہ فائدہ پہنچتا ہے"۔ ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں۔ "وہ

عورتوں کی خبر گیری کرو۔ حاجتمندوں کی مدد کرو۔ مسافروں کو کھانا کھلاؤ اور آرام پہنچاؤ۔ اور یتیموں کی رکھوالی کرو"۔ یہ اور سینکڑوں اور مقولے اس مذہب کی اصل حقیقت کو ظاہر کرتے ہیں جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا میں لائے جس کی انہوں نے نہ صرف تعلیم دی۔ بلکہ اس پر عامل ہو کر دکھا دیا +

یہ مندرجہ بالا تمام باتیں قرآن شریف کی مندرجہ ذیل آیت سے بالکل مطابقت کھاتی ہیں جسمیں نہایت وضاحت سے بیان کیا گیا ہے کہ پرہیزگاری اور تقوے خاص خاص رسوم دینی کو ادا کرنے اور اللہ تعالیٰ پر لفظی ایمان لے آنے کا نام نہیں ہے۔ بلکہ ان کا تقاضا ہے کہ ہم خدا کی مخلوق سے نیک برتاؤ کریں۔ اور اپنے عہدوں اور ایمانیات پر دیانتداری اور وفاداری سے ثابت قدم رہیں۔ اور مصائب اور تکالیف کو نہایت صبر اور شکر سے برداشت کریں۔ اور ہر طرح ثابت قدم اور مضبوط دل رہیں۔ اس سارے مضمون کا خلاصہ چند لفظوں میں یہ ہے کہ مذہب کی غرض و غایت یہ ہے کہ وہ ہمیں اپنے گھر۔ اپنے ملک۔ اور تمام دنیا کے لئے موجب برکت و خیر و خوبی بنا دے +

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَ الْكِتٰبِ وَ النَّبِيّٖنَ ۚ وَ اٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَ السَّآئِلِيْنَ وَ فِي الرِّقَابِ ۚ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَ الْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَ الصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ حِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ○ (پارہ سیقول رکوع ۲۲)

ترجمہ (مسلمانو) نیکی یہی نہیں کہ (نماز میں) اپنا مُنہ مشرق (کی طرف کر لو) یا مغرب کی طرف کرو۔ بلکہ (اصل) نیکی تو اُن کی ہے جو اللہ اور روزِ آخرت اور فرشتوں اور (آسمانی) کتابوں اور پیغمبروں پر ایمان لائے۔ اور مال (عزیز) اللہ کی محبت پر رشتہ داروں

اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو دیا۔ اور (غلاموں وغیرہ کی غیر لوگوں کی) گردنوں (کے چھڑانے) میں دیا۔ اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے رہے اور جب (کسی بات کا) اقرار کر لیا تو اپنے قول کے پورے اور تنگی میں اور تکلیف میں اور (ہلا چلی) کے وقت میں ثابت قدم رہے۔ یہی لوگ ہیں جو (دعویٰ اسلام میں) سچے نکلے۔ اور یہی ہیں جن کو پرہیزگار کہنا چاہیئے) +

رسید زر

(یکم جولائی لغایت ۳۱۔ اگست سنہ ۱۹۲۰ء)

مد	نام	رقم	کیفیت
اعانت مشن	جناب محمد ابراہیم صاحب بنگ کلرک ریواڑی	عـکر	دو ماہ کا چندہ
؍؍	؍؍ علی احمد خان صاحب ریاست بہاولپور	سے ؍	
؍؍	؍؍ منشی افتخار احمد خانصاحب کاشغر	[illegible]	
مفت تقسیم	؍؍ میاں محمد خان نواب منشی افتخار احمد خانصاحب کاشغر	[illegible]	
امداد مشن	افتخار الملک جناب کرنل نواب زادہ حاجی حمید اللہ خانصاحب ولیعہد ریاست بھوپال	ایکسد	دو ماہ کا چندہ
؍؍	جناب بابو محمد حبیب صاحب۔ بصرہ	[illegible]	دو ماہ کا چندہ
؍؍	؍؍ محمد علاء الحسن صاحب۔ بھوا	[illegible]	
؍؍	؍؍ شہاب الدین صاحب داود زئی	[illegible]	
؍؍	؍؍ شیخ خدا بخش صاحب مردان	عـہ	
؍؍	؍؍ منہاج الدین صاحب مردان	صہ ؍	
؍؍	؍؍ ایس۔ آر۔ حامد بغداد	سـہ	
مفت تقسیم	؍؍ خواجہ عبد الغنی صاحب عزیز منزل لاہور	[illegible]	
زکوٰۃ	؍؍ محمد اسحاق صاحب بھوساوال	[illegible]	
امداد مشن	؍؍ خان محمد صاحب سیالکوٹ	سـہ	
؍؍	؍؍ رحمت اللہ صاحب بغداد	عـکر	

آنریری سکرٹری اشاعت اسلام بلاد غیر و وکنگ مسلم مشن عزیز منزل لاہور